DATA ENTERED

اَلصَّلٰوۃُ مِعْرَاجُ الْمُؤْمِنِیْن

نماز مومنوں کی معراج ہے

مِعراجُ المؤمنین

جسمیں

نماز، تلاوت، وضو، دُعا، ذکر، کلمۂ طیبہ، سورۂ فاتحہ، درود شریف
اور اسمائے حسنیٰ وغیرہ کے فضائل اور آداب و اسرار، کلام اللہ، احادیث
نبویؐ اور علمائے ظاہر و باطن کے اقوال کی رُو سے بیان کئے گئے ہیں۔

نیز

ہر موضوع سے متعلق تصوف کی نادر و بلند پایہ تصانیف سے اقتباسات
نقل کئے ہیں

○

باہتمام: محمد حلیم

شعاع ادب ○ لاہور

جملہ دائمی حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

۲۹۷۶۵۳
م ۱۰الم م
۹۱۱۷ ۶/۱

بار اوّل	ایک ہزار
ناشر	محمد حلیم

سنہ ۱۹۶۰ء

قیمت :۔	ساڑھے سات روپے

معراج المؤمنین

Punjab university
Lahore.
Pakistan.

وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ

سجدہ کر اور اللہ کا قُرب حاصل کر

سورۂ علق، آیت ۱۹

Punjab university Lahore

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ط

حرفِ اوّل

اسلامی عبادات میں صلوٰۃ یا نماز کو ایک ممتاز مقام حاصل ہے۔ قرآنِ حکیم میں نماز کی فرضیت متعدّد جگہ بیان کی گئی ہے جس سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ نماز اسلام کا ستون ہے۔

صلوٰۃ کے آدابِ و فضائل پر بیسیوں تصانیف موجود ہیں جو اپنے اپنے طرزِ افادیت میں جداگانہ اہمیّت کی حامل ہیں۔ یہ حسین و جمیل انتخاب انہی کتب کی مدد سے عمل میں آیا ہے اور اس میں یہ بات مدِنظر رکھی گئی ہے کہ نماز اور اس کے متعلقات پر کچھ مفید مطلب مواد جمع کر دیا جائے تاکہ عامۃ المسلمین مستفید ہو سکیں۔

اُردو میں اس نوعیّت کی اور بھی تالیفات معرضِ اشاعت میں آئی ہیں لیکن اس مجموعہ کی امتیازی خصوصیّت یہ ہے کہ اس میں آیاتِ قرآنی اور احادیثِ نبوی ؐ کے ساتھ ساتھ علمائے اُمّت اور صوفیائے کرام کے اقوال و ارشادات بھی جمع کئے گئے ہیں اور تصوّف کی بعض مشہور و مستند تصانیف سے طویل اقتباسات نقل کئے ہیں۔ نماز کے علاوہ دیگر ضمنی موضوعات میں تقوٰے، ختمِ نبوّت، اسمائے حسنٰی اور ذکر وغیرہ کے فضائل نہایت اہم ہیں لہٰذا ان پر بھی صوفیائے کبار کی کتب سے مناسب اقتباسات پیش کئے ہیں۔ طالبانِ حق کے لِئے نماز کے ظاہری و باطنی محاسن کا صحیح علم ہی ایک ایسی چیز ہے جس سے بصیرتِ خاص حاصل ہوتی ہے اور

نماز صحیح معنوں میں "معراج المومن" کے لقب کی مستحق ہو سکتی ہے لَا صَلوٰۃَ اِ
بِحُضُورِ الْقَلْبِ۔

امید ہے کہ قارئین کرام حُسنِ مَا صَفَا سے کام لیتے ہوئے اس تالی
کے مطالب سے کما حقہٗ استفادہ کریں گے اور مؤلف کو دعائے خیر سے یاد فرمائیں

مؤلّف

"چوں نماز معراجِ مومن است در آخر نماز کلماتیکہ آں سرور علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام درشبِ معراج بہ آں کلمات مشرف شدہ بود خواندن فرمود پس مصلّی را باید کہ نماز را معراجِ خود سازد و نہایتِ قرب در نماز جوید"

حضرت مجدّد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ

فہرستِ مضامین

نمبر شمار	مضامین	صفحہ
۱	قرآنِ عظیم کی فضیلت	۵
	اقتباس از المعتمد فی المعتقد (علامہ شیخ شہاب الدین تورپشتیؒ	۷
	فنِ تفسیر	۱۷
	تلاوت و ترتیل کے معنی	۲۰
	آدابِ تلاوت (اربعین امام غزالیؒ)	۲۲
۲	نماز کے فضائل	۳۵
	ارکانِ نماز	۵۹
	✓ رکعاتِ نماز	۷۲
	✓ اوقاتِ نماز	۷۸
	جماعت کی فضیلت	۸۶
	ترکِ جماعت پر عتاب	۹۸

نقوش پریس اردو بازار لاہور

	ترکِ نماز پر وعید اور عتاب	۱۰۱
	خشوع و خضوع	۱۱۶
	نماز کے متعلق چالیس حدیثیں	۱۵۵
	اقتباس از اربعین (امام محمّد غزالیؒ)	۱۶۰
۳	وضو کی فضیلت	۱۶۷
۴	سورۂ فاتحہ کی فضیلت	۱۷۳
	اقتباس از انسان کامل (سیّد عبدالکریم جیلیؒ)	۱۸۴
۵	کلمۂ طیبہ کے فضائل	۱۹۳
	تعوّذ کی فضیلت	۲۱۳
	بسم اللہ کی فضیلت	۲۱۴
۶	درود شریف کے فضائل	۲۱۷
۷	دعا کی فضیلت	۲۳۷
	دعا کے آداب	۱۴۹
	اقتباس از الدّاء والدّوا (حافظ ابن قیّم جوزیؒ)	۲۵۰
۸	ذکر کی فضیلت	۲۵۹
	لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ کے ذکر کی خصوصیت (مرصاد العباد نجم الدین رازیؒ)	۲۷۳

۹	اسمائے حسنیٰ کے فضائل (حصنِ حصین امام محمد ابن الجزریؒ)	۲۷۷
۱۰	کشف المحجوب (مخدوم سیّد علی ہجویریؒ)	
	نماز کا بیان	۳۲۱
۱۱	عوارف المعارف (شیخ شہاب الدین سہروردیؒ)	
	۱۔ وضو کے آداب خواصہ صوفیہ	۳۲۹
	۲۔ نماز کی فضیلت اور اس کی بزرگی	۳۳۵
	۳۔ اہلِ قرب کی نماز کا وصف۔	۳۴۳
	۴۔ نماز کے آداب اور اسرار	۳۵۷
۱۲	کتاب الاربعین (امام محمدؐ غزالیؒ)	
	۱۔ اتباعِ سنت کا بیان	۳۷۱
	۲۔ اخلاص اور صدق کا بیان	۳۸۰
۱۳	منہاج العابدین (امام محمدؐ غزالیؒ)	
	۱۔ تقویٰ کا بیان	۳۹۳
	۲۔ اعمالِ خیر کا بیان	۴۰۱

۱۴	مرصاد العباد (خواجہ نجم الدین کبریٰ رازیؒ)	
	۱۔ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم نبوت کا بیان	۴۱۵
	۲۔ قانونِ شریعت کے مطابق انسانی قالب کی تربیت	۴۲۵

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ وَالصَّلٰوۃُ
وَالسَّلَامُ عَلٰی خَیۡرِ خَلۡقِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ
وَّاٰلِہٖ وَاَصۡحَابِہٖ اَجۡمَعِیۡنَ ط

قرآنِ عظیم کی فضیلت

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کرتی ہیں کہ ہر چیز کے لئے کوئی شرافت و افتخار ہوا کرتا ہے جس سے وہ تفاخر کیا کرتی ہے۔ میری اُمت کی رونق اور افتخار قرآن شریف ہے (حلیۃ الاولیاء)

ابن حبّان حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ مجھے کچھ وصیت فرمائیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تقوے کا اہتمام کرو کہ تمام امور کی جڑ ہے۔ میں نے عرض کیا کہ اس کے ساتھ کچھ اور بھی ارشاد فرمائیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا کہ تلاوتِ قرآن کا اہتمام کرو کہ دنیا میں یہ نور ہے اور آخرت میں ذخیرہ۔

شرح احیاء میں ابو نعیم کی معرفت نقل کیا ہے کہ حضرت انسؓ نے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ذکر کیا کہ جن گھروں میں کلام پاک کی تلاوت کی جاتی ہے وہ مکانات آسمان والوں کے لئے ایسے چمکتے ہیں جیسا کہ زمین والوں کے لئے آسمان پر ستارے۔

ابو داؤد۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے حضورِ اقدسؐ کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ کوئی قوم اللہ کے گھروں میں سے کسی گھر میں مجتمع ہو کر تلاوتِ کلام پاک اور اس کا دَور نہیں کرتی مگر ان پر سکینہ نازل ہوتی ہے اور رحمت ان کو ڈھانپ لیتی ہے۔ ملائکہ رحمت ان کو گھیر لیتے ہیں اور حق تعالیٰ شانہٗ ان کا ذکر ملائکہ کی مجلس میں فرماتے ہیں۔

نکتہ سکینہ کا نازل ہونا متعدد روایات میں وارد ہوا ہے۔ اس کے مصداق میں مشائخِ حدیث کے چند قول ہیں لیکن ان میں کوئی ایسا اختلاف نہیں کہ جس سے آپس میں کچھ تعارض ہو بلکہ سب کا مجموعہ بھی مراد ہو سکتا ہے۔ حضرت علیؓ سے سکینہ کی یہ تفسیر نقل کی گئی ہے کہ وہ ایک خاص ہوا ہے جس کا چہرہ انسان کے چہرہ جیسا ہوتا ہے۔ علامہ سدّی سے نقل کیا گیا کہ وہ جنت کے ایک طشت کا نام ہے جو سونے کا ہوتا ہے۔ اس میں انبیاء کے قلوب کو غسل دیا جاتا ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ یہ خاص رحمت ہے۔ طبری کی رائے میں اس سے سکونِ قلب مراد ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ طمانینت مراد ہے۔ بعض نے اس کی

تفسیر وقار سے کی ہے اور کسی نے ملائکہ سے۔ کلام اللہ شریف میں ارشاد ہے فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلَيْهِ۔ دوسری جگہ ارشاد ہے هُوَ الَّذِیْ اَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ فِیْ قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِيْنَ۔ ایک جگہ ارشاد ہے فِيْهِ سَكِيْنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ۔ غرض متعدد آیات میں اس کا ذکر ہے اور احادیث میں متعدد روایات میں اس کی بشارت فرمائی گئی ہے۔

ملائکہ کا ڈھانکنا بھی متعدد روایات میں وارد ہوا ہے۔ اُسید بن حضیرؓ کا مفصل قصہ کتبِ حدیث میں آتا ہے کہ انہوں نے تلاوت کرتے ہوئے اپنے اوپر ایک ابر سا چھایا ہوا محسوس کیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ ملائکہ تھے جو قرآن شریف سننے کیلئے آئے تھے۔ ملائکہ ازدحام کی وجہ سے ابر سا معلوم ہوتے تھے۔ ایک صحابی کو ایک مرتبہ ابر سا محسوس ہوا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ سکینہ تھا یعنی رحمت جو قرآن شریف کی وجہ سے نازل ہوئی تھی مُسلم شریف میں یہ حدیث زیادہ مفصل آئی ہے جس میں اور بھی مضامین ہیں۔

المعتمد فی المعتقد (علامہ شیخ شہاب الدین تورپشتیؒ) حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے بڑا معجزہ قرآن ہے کہ اس کی جانب زوال و انقطاع کو راہ نہیں؛ اور وجوہِ تواتر سے کوئی خبر قرآن کے مرتبہ کو نہیں پہنچی۔ مدتیں گزر گئیں کہ حق تعالے کی یہ آواز خاص و عام کے کانوں میں گونج رہی ہے کہ اے محمدؐ! مخالفین سے کہہ دو کہ اگر میں یہ قرآن اپنی طرف سے بنا کر کہتا ہوں تو تم اس کے مثل دس صورتیں بنا کر لاؤ۔ پھر فرمایا کہ اگر تم سچے ہو تو اس قرآن کے مثل ایک ہی سورت بنا لاؤ۔ پھر فرمایا کوئی حدیث تو اس کے مانند لاؤ۔ غرض بار بار

خدا تعالیٰ نے اپنے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے توسط سے مخالفین
کو قرآن کے مثل بنا لانے کا چیلنج دیا مگر کسی سے آج تک ایک سورت بھی
اس کے مثل نہ بن سکی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا یہ نہایت عظیم الشان
معجزہ ہے۔ اس واسطے کہ قریش جو آپ کی قوم تھی اور پہلے پہل انہیں سے خطاب
تھا یہ لوگ فصیح و بلیغ اور سخندانِ لغت تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو
کچھ پڑھتے تھے اس کے معارف و حقائق کو خوب سمجھتے تھے اور یہی لوگ آپ کی
دشمنی میں سب سے زیادہ حصہ لیتے تھے اور آپ کی ہلاکت میں سب سے بڑھ کر کوشش
کرتے تھے۔ انہوں نے آپ کی محاربت میں بے انتہا مال خرچ کیا اور اپنی جانوں
کو خطرے میں ڈالا کہ کسی طرح آپ پر غالب ہوں پھر جب ان سے کہا گیا کہ اس
قرآن کی نسبت ایک سورت ہی بنا کر لاؤ تو اس کے جواب سے قریش پہلو تہی کرتے
تھے اور ان سے ممکن نہ تھا کہ قرآن کے مثل بنا کر لائیں۔ وہ کہا کرتے تھے
کہ قرآن سحر اور جادو ہے اور کذب و دروغ ہے۔ اگر ان سے جیسا کہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے قرآن کی ایک چھوٹی سی سورت کا
معارضہ ممکن ہوتا تو ناحق اپنی جان و مال کو ہلاکت میں کیوں ڈالتے اور گوناگوں
کوششیں آپ کی ہلاکت میں کیوں کرتے اس واسطے کہ بشرطِ امکان قرآن سے
معارضہ کرنا اور اس کے مثل ایک سورت ہی بنا لانا اس سے زیادہ آسان ہے
کہ بذلِ مال اور ترکِ وطن اور مفارقتِ یار و دیار کی حاجت پڑے۔ پھر جب
ان سے قرآن کا مقابلہ نہ ہو سکا اور چھوٹی سی سورت بھی مثل قرآن کے نہ لا
سکے، پس یہ اس امر کی برہانِ قاطع ہے کہ کوئی شخص بھی قرآن کا مقابلہ نہیں کر سکتا،

اور یہ کہ قرآن کلامِ خدا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا زندہ معجزہ ہے جو قیامت تک باقی رہے گا اور ہرگز ہرگز کسی زمانے میں بھی عربی کے بڑے سے بڑے عالم و فاضل سے اس کا جواب نہ بن سکے گا، کیونکہ جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش سے یہ خطاب کیا تھا اُسی طرح یہ خطاب ہمیشہ اور اب بھی تمام دُنیا کے فضلاء و علمائے علومِ عربیہ فصحاء و بلغاء و ماہرین لغاتِ عرب سے ہے۔ مگر نہ آپ کے زمانے میں قرآن کا جواب ہو سکا اور نہ آپ کے بعد اب تک، باوجودیکہ ہر قرن میں عربی کے بڑے بڑے ماہرین پیدا ہوتے رہے اور انشاءاللہ قیامت تک بھی نہ ہو سکے گا۔

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر کبیر میں قرآن شریف کو کلام الٰہی منزل من اللہ اور غیر مخلوق ثابت کرتے ہوئے ان امور کا تذکرہ کیا ہے جن میں فصاحت و بلاغت کا پایا جانا عام طور پر دشوار تسلیم کیا گیا ہے، اور باوجودیکہ قرآنِ پاک میں اکثر انہی امور کا بیان ہے۔ تاہم ان میں اس درجہ کی فصاحت و بلاغت موجود ہے جس کا مقابلہ فصحاء و بلغائے عرب میں سے کوئی بھی نہ کر سکا

فاضل موصوف نے اُن امور کے ساتھ ان باتوں کو بھی بیان کیا ہے جن میں فصاحت کا پایا جانا ضروری ہے اور یہ بھی کہا ہے کہ ہر شخص کی طبیعت کسی ایک یا خاص مضمون کے لکھنے پر قادر ہوتی ہے۔ اگر اسے چھوڑ کر وہ چاہے کہ دوسرا مضمون اس عمدگی سے لکھ سکے تو ممکن نہیں۔ اور ایک بات یہ ہے کہ ہر شخص کے کلام میں صرف چند شعر یا متعدد فقرات دلچسپ ہوتے ہیں نہ سب کے سب، اور قرآن کریم ان جملہ مخصصات سے علیحدہ ہے۔ باوجود اس کے فصاحت اور

حُسنِ بیان کے ایسے درجۂ بلند پر ہے کہ طائرِ عقل و خرد اس کی پرواز سے عاجز ہے۔

امام رازیؒ نے ان امور کو سات قسموں میں تقسیم کیا ہے۔

پہلا امر یہ ہے کہ عرب کی فصاحت اکثر مشاہدات کے وصف میں ہوتی ہے جیسے اونٹ، گھوڑے، لونڈی، بادشاہ، ضرب، طعنہ وغیرہ کی تعریف کرنا یا حرب اور غارت کا وصف بیان کرنا۔ اور قرآن شریف میں ان اشیاء میں سے کسی شئے کا ذکر نہیں ہے۔ تو چاہیے تھا کہ اس میں وہ فصاحت نہ پائی جاتی جس پر اہلِ عرب نے اپنے کلام میں اتفاق کیا ہے، حالانکہ باوجود عدم ذکر اشیائے مذکورہ کے قرآن میں اس درجہ فصاحت ہے کہ اس سے بالاتر متصور نہیں۔ پس ثابت ہوا کہ یہ کلامِ الٰہی ہے، غیر مخلوق ہے اور کلامِ بشر نہیں۔

دوسرا امر یہ کہ اللہ جلّ شانہٗ نے تمام قرآن کریم میں طریقِ صدق کی رعایت کی ہے اور وہ کذب سے بالکل پاک ہے اور جس شاعر نے کذب کو ترک اور سچائی کو لازم کر لیا تو اس کا شعر فصاحت کے مرتبہ سے گر جاتا ہے اور کچھ جیّد نہیں ہوتا۔ دیکھو لبید ابن ربیعہ اور حسان بن ثابت رضی اللہ عنہما جب اسلام لے آئے تو ان کے اشعار مرتبۂ فصاحت سے گر پڑے اور اسلامی شعر جاہلی اشعار کی سی جودت سے خالی ہو گئے، اور اللہ تعالےٰ کا کلام باوجودیکہ جھوٹ سے بالکل پاک ہے اور حقیقت ہی کا بیان ہے تاہم جیسا تم دیکھتے ہو وہ ہر طرح فصیح ہے۔

تیسرا امر یہ کہ کلامِ فصیح اور شعرِ فصیح کسی قصیدہ میں سینکڑوں شعروں میں سے

صرف ایک یا دو بیتوں میں پایا جاتا ہے۔ باقی کلام اس درجہ کا نہیں ہوتا۔ اور قرآن کی یہ شان نہیں ہے۔ وہ تمام تر اس مرتبہ کا فصیح واقع ہوا ہے کہ تمام مخلوق اس کا مثل لانے سے اُسی طرح عاجز ہے جس طرح اس کے ایک جملہ کے مقابلہ سے۔

چوتھا امر یہ کہ جو شخص کسی چیز کی تعریف میں کوئی فصاحت آگین شعر کہتا ہے تو جب ایسی چیز کی تعریف کو مکرر بیان کرتا ہے اُس وقت اس شئے کی تعریف میں اُس کا کلام ثانی مثل کلامِ اول کے نہیں ہوتا اور قرآن میں کثرت سے تکرار موجود ہے باوجود اس کے وہ سارے کا سارا فصیح ہے اور اس میں کوئی تفاوت ظاہر نہیں ہوتا۔

پانچواں امر یہ کہ قرآنِ پاک میں وجوبِ عبادت، تحریم قبائح اور ترغیبِ مکارمِ اخلاق اور ترکِ دنیا اور اختیارِ آخرت کے بیان پر اقتصار کیا گیا ہے اور اس قسم کے کلمات میں فصاحت کم پائی جاتی ہے، لیکن کلامِ الٰہی باوجود ذکر ان امور کے ویسا ہی فصاحت سے بھرا ہوا ہے۔

چھٹا امر یہ کہ کہا جاتا ہے کہ امراؤالقیس شاعر کا شعر طرب و عیش کا بیان کرنے اور عورتوں کا ذکر کرنے اور گھوڑوں کی صفت میں اچھا ہوتا تھا اور نابغہ کا کلام خوف و ترہیب کے ذکر میں فصیح مانا گیا ہے۔ اور اعشیٰ طلبِ شراب اور نیز شراب کی صفت میں کمال رکھتا تھا۔ اور زہیر کسی چیز کی ترغیب دلانے اور اُمید دلانے کو خوب لکھتا تھا۔ غرض یہ ہے کہ ہر ایک شاعر کا کلام ایک خاص بات اور مخصوص فن کے بیان میں مستحسن ہوتا تھا۔ اس خصوصیت کو چھوڑ کر اگر وہ دوسری

بات کہتا تھا تو اُس کا کلام نہایت ضعیف ہو جاتا تھا۔ لیکن قرآن تمام فنون کے بیان میں غایت فصاحت پر واقع ہوا ہے۔

ساتواں امر یہ ہے کہ قرآن پاک تمام علوم کی اصل ہے۔ علمِ کلام تمام قرآن میں ہے اور علمِ فقہ بھی تمام قرآن ہی سے ماخوذ ہے اور اسی طرح علم اصولِ فقہ، علم نحو، علمِ لُغت، علم زہد فی الدنیا، علم اخبار آخرت، علم استعمال مکارمِ اخلاق تمام تر قرآن کریم سے مستخرج ہے۔ قرآن شریف میں سب سے بڑی بات جو سب کے نزدیک مسلّم ہے اور اس کا سب سے بڑا معجزہ جس سے کسی کو انکار نہیں یہ ہے کہ وہ قیامت تک باقی رہنے والا اور کبھی نہ فنا ہونے والا ہے۔

خدا تعالےٰ نے اپنے پاک رسُولِ مقبول علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ایسا ہی وعدہ کیا ہے، چنانچہ مولانا رومؒ قدس سرہٗ فرماتے ہیں۔

مصطفیٰ را وعدہ کرد الطافِ حق　　گر بمیری تو نمیرد ایں سبق
تا قیامت باقیش داریم ما　　تو مترس از نسخِ دیں اے مصطفیٰ

پھر قرآن حکیم میں یہ کتنی بڑی خصوصیت ہے کہ اس کو ہر شخص اپنی استعدادِ علمی کے موافق پڑھتا سمجھتا اور اس سے دینی اور دنیوی مطالب بوجہ اطمینانِ قلب حاصل کرتا ہے خواہ بڑے سے بڑا عالمِ جیّد ہو یا چھوٹے سے چھوٹا طفلِ مکتب۔ مولانا رومؒ فرماتے ہیں۔

حرفِ قرآں را بداں کو ظاہر است　　زیرِ ظاہر باطنے ہم قاہر است
زیرِ آں باطن یکے بطنِ دگر　　خیرہ گردد اندرو عقلِ بشر

زیرِ آں باطن یکے بطنِ سوم ۔۔۔ کہ درو گردد خردہا جملہ گم
بطنِ چارم از نبی خود کس ندید ۔۔۔ جز خدائے بے نظیر و بے ندید
ہمچنیں تا ہفت بطن اے ذوالکرم ۔۔۔ می شمر تو زیں حدیثِ محتشم

جمع الفوائد حضرت واثلہ رضی اللہ عنہ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ مجھے تورات کے بدلے میں سبع طوال ملی ہیں اور زبور کے بدلے میں مئین، اور انجیل کے بدلے میں مثانی اور مفصّل میرے ساتھ مخصوص ہیں۔

فائدہ کلام پاک کی اوّل سات سورتیں طوال کہلاتی ہیں۔ اس کے بعد کی گیارہ سورتیں مئین کہلاتی ہیں۔ اس کے بعد ۲۰ سورتیں مثانی، اور اس کے بعد ختمِ قرآن تک مفصّل۔ یہ مشہور قول ہے بعض بعض سورتوں میں اختلاف بھی ہے کہ یہ طوال میں داخل ہیں یا مئین میں، اسی طرح مثانی میں داخل ہیں یا مفصّل میں، مگر حدیث شریف کے مطلب ومقصود میں اس اختلاف سے کوئی فرق نہیں آتا۔ مقصد یہ ہے کہ جس قدر کتبِ مشہورہ سماویہ پہلے نازل ہوئی ہیں ان سب کی نظیر قرآن شریف میں موجود ہے اور ان کے علاوہ مفصّل اس کلام پاک میں مخصوص ہے جس کی مثال پہلی کتابوں میں نہیں ملتی۔

حصنِ حصین۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ قرآن مجید پڑھا کرو، یہ قیامت کے دن اپنے پڑھنے والے کا شفیع بن کر آئے گا۔ (مسلم)

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے قرآن شریف سیکھو اور اسے پڑھو کیونکہ قرآن مجید سیکھ کر پڑھنے اور اس پر عمل کرنے والے کی مثال اس مشک کی بھری ہوئی تھیلی کی سی ہے جس کی خوشبو ہر جگہ مہکتی ہے اور اس شخص کی مثال جو

قرآن شریف سیکھتا ہے مگر عمل نہیں کرتا حالانکہ وہ اس کے دل میں ہے۔ اُس مُشک کی تھیلی جیسی ہے جس کے اندر مُشک تو ہے مگر اُس کا مُنہ بند ہے۔

(ترمذی)

بُخاری شریف۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ قرآن کا ماہر ان ملائکہ کے ساتھ ہے جو میر منشی ہیں اور نیک کار ہیں اور جو شخص قرآن شریف کو اٹک اٹک کر پڑھتا ہے اور اس میں دقّت اٹھاتا ہے اس کو دوہرا اجر ہے۔

مُلا علی قاریؒ نے طبرانیؒ اور بیہقیؒ کی روایت سے نقل کیا ہے کہ جو شخص قرآن شریف پڑھتا ہے اور وہ یاد نہیں ہوتا تو اس کے لئے دوہرا اجر ہے اور جو اس کو یاد کرنے کی تمنا کرتا رہے لیکن یاد کرنے کی طاقت نہیں رکھتا مگر وہ پڑھنا بھی نہیں چھوڑتا تو حق تعالےٰ شانہٗ اس کا حشر حفّاظ ہی کے ساتھ فرمائے گا۔

ترمذی شریف۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ جو شخص ایک حرف کتاب اللہ کا پڑھے اس کے لئے اس حرف کے عوض ایک نیکی ہے اور ایک نیکی کا اجر دس نیکیوں کے برابر ملتا ہے، میں یہ نہیں کہتا کہ سارا الٓمٓ ایک حرف ہے بلکہ الف ایک حرف ہے لام ایک حرف اور میم ایک حرف۔

بیہقیؒ کی روایت ہے کہ میں یہ نہیں کہتا کہ بِسْمِ اللّٰہ ایک حرف ہے بلکہ ب، س، م علیحدہ علیحدہ حروف مراد ہیں۔

حضرت عثمان رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد منقول ہے کہ تم میں سب سے بہتر وہ شخص ہے جو قرآن کو سیکھے اور سکھلائے
(ترغیب)

نکتہ کلامِ پاک چونکہ اصل دین ہے اس کی بقا اور اشاعت ہی پہ دین کا دار و مدار ہے اس لیے اس کے سیکھنے اور سکھانے کا افضل ہونا اظہر من الشمس ہے، البتہ اس کی انواع مختلف ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دوسرا ارشاد حدیثِ مذکور کی تائید کرتا ہے جو سعید بن سلیم سے مرسلاً منقول ہے کہ جو شخص قرآن شریف کو حاصل کر لے اور پھر کسی دوسرے شخص کو جو کوئی اور چیز عطا کیا گیا ہو اپنے سے افضل سمجھے تو اس نے حق تعالےٰ شانہٗ کے اس انعام کی جو اپنے کلامِ پاک کی وجہ سے اس پر فرمایا ہے تحقیر کی۔ ایک دوسری حدیث سے ملا علی قاری نے نقل کیا ہے کہ جس شخص نے کلامِ پاک کو حاصل کر لیا اس نے علومِ نبوت کو اپنی پیشانی میں جمع کر لیا۔ سہل تستریؒ فرماتے ہیں کہ حق تعالےٰ شانہٗ سے محبت کی علامت یہ ہے کہ اس کے کلامِ پاک کی محبت قلب میں ہو۔ شرح احیاء میں ان لوگوں کی فہرست میں جو قیامت کے ہولناک دن میں عرش کے زیرِ سایہ رہیں گے ان لوگوں کو شمار کیا ہے جو مسلمانوں کے بچوں کو قرآن پاک کی تعلیم دیتے ہیں۔ نیز ان لوگوں کو بھی شمار کیا ہے جو بچپن میں قرآن شریف سیکھتے ہیں اور بڑے ہو کر اس کی تلاوت کا اہتمام کرتے ہیں۔

ابو سعید رضی اللہ عنہ سے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد منقول ہے کہ حق سبحانہٗ وتقدس کا یہ فرمان ہے کہ جس شخص کو قرآن شریف کی مشغولی کی وجہ

سے ذکر کرنے اور دعائیں مانگنے کی فرصت نہیں ملتی ہیں اس کو سب دعائیں مانگنے والوں سے زیادہ عطا کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ شانہٗ کے کلام کو سب کلاموں پر ایسی ہی فضیلت ہے جیسی کہ خود حق تعالیٰ شانہٗ کو تمام مخلوق پر (شعب الایمان)

شرح السنۃ - عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ تین چیزیں قیامت کے دن عرش کے نیچے ہوں گی۔ ایک کلام پاک کہ جھگڑے گا بندوں سے۔ قرآن پاک کے لئے ظاہر ہے اور باطن۔ دوسری چیز امانت ہے۔ تیسری رشتہ داری کہ جو پکارے گی کہ جس شخص نے مجھ کو ملایا اللہ اس کو اپنی رحمت سے ملائے اور جس نے مجھ کو توڑا اللہ اپنی رحمت سے اس کو جدا کر دے۔

نکتہ ان چیزوں کے عرش کے نیچے ہونے سے مقصود ان کا کمالِ قرب ہے۔ کلام اللہ شریف کے جھگڑنے کا مطلب یہ ہے کہ جن لوگوں نے اس کی رعایت کی اس کا حق ادا کیا اور اس پر عمل کیا ان کی طرف سے حق سبحانہٗ کے دربار میں جھگڑے گا اور شفاعت کرے گا اور ان کے درجے بلند کرائے گا۔ اور جن لوگوں نے اس کی حق تلفی کی ہے ان سے اس بارے میں مطالبہ کرے گا کہ میری کیا رعایت کی اور میرا کیا حق ادا کیا۔ شرح احیاء میں امام صاحبؒ سے نقل کیا ہے کہ سال میں دو مرتبہ ختم کرنا قرآن شریف کا حق ہے۔ قرآن شریف کے ظاہر اور باطن ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ایک ظاہری معنی ہیں جن کو ہر شخص سمجھتا ہے اور ایک باطنی معنی ہیں جن کو ہر شخص نہیں سمجھتا جس کی طرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد نے اشارہ کیا ہے کہ جو شخص قرآن پاک میں اپنی رائے سے کچھ کہے

اگر وہ صحیح بھی ہو تب بھی اس شخص نے خطا کی۔ بعض مشائخ نے ظاہر سے مراد اس کے الفاظ فرمائے ہیں کہ جن کی تلاوت میں ہر شخص برابر ہے اور باطن سے مراد اس کے معانی اور مطالب ہیں جو حسبِ استعداد مختلف ہوتے ہیں۔

فنِ تفسیر

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر علم چاہتے ہو تو قرآن پاک کے معانی میں غور و فکر کرو کہ اس میں اوّلین و آخرین کا علم ہے مگر کلام پاک کے معنی کے لئے جو شرائط و آداب ہیں ان کی رعایت ضروری ہے۔ اہلِ فن نے تفسیر کے لئے پندرہ علوم میں مہارت کا ہونا ضروری قرار دیا ہے۔

اوّل لغت، جس سے کلام پاک کے مفرد الفاظ کے معنی معلوم ہو جائیں۔ مجاہدؒ کہتے ہیں کہ جو شخص اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اس کو جائز نہیں کہ معرفتِ لغاتِ عرب کے بغیر کلام پاک میں کچھ لب کشائی کرے، اور چند لغات کا معلوم ہو جانا کافی نہیں۔ دوسرے نحو کا جاننا ضروری ہے اس لئے کہ اعراب کے تغیر و تبدّل سے معنی بالکل بدل جاتے ہیں اور اعراب کی معرفت نحو پر موقوف ہے۔ تیسرے صرف کا جاننا ضروری ہے اس لئے کہ بنا اور صیغوں کے اختلاف سے معانی بالکل مختلف ہو جاتے ہیں۔ ابن فارس کہتے ہیں کہ جس شخص سے علمِ صرف فوت ہو گیا اس سے بہت کچھ فوت ہو گیا۔ چوتھے اشتقاق کا جاننا ضروری ہے اس لئے کہ لفظ جب دو مادّوں سے مشتق ہو تو اس کے معنی مختلف ہوں گے۔ پانچویں علمِ معانی کا جاننا ضروری ہے جس سے کلام کی ترکیبیں معانی کے اعتبار سے معلوم ہوتی ہیں۔ چھٹے علمِ بیان کا جاننا ضروری ہے جس سے کلام کا ظہور و خفاء

تشبیہ و کنایہ معلوم ہوتا ہے۔ ساتویں علم بدیع جس سے کلام کی خوبیاں تعبیر کے اعتبار سے معلوم ہوتی ہیں۔ یہ تینوں فن علم بلاغت کہلاتے ہیں اور مفسّر کے اہم علوم میں سے ہیں جن کی مدد سے کلامِ پاک کا اعجاز معلوم ہوتا ہے۔ آٹھویں علم قراءت کا جاننا بھی ضروری ہے اس لیے کہ مختلف قراءتوں کی وجہ سے مختلف معنی معلوم ہوتے ہیں اور بعض معنی کی دوسرے معنی پر ترجیح معلوم ہو جاتی ہے۔ نویں علم عقاید کا جاننا بھی ضروری ہے، اس لیے کہ کلام میں بعض آیات میں تاویل کی ضرورت پڑتی ہے۔ دسویں اصولِ فقہ کا معلوم ہونا ضروری ہے کہ جن سے وجوہ استدلال و استنباط معلوم ہو سکیں۔ گیارھویں اسبابِ نزول کا معلوم ہونا بھی ضروری ہے کہ شانِ نزول سے آیت کے معنی زیادہ واضح ہوں گے اور بسا اوقات اصل معنی کا معلوم ہونا بھی شانِ نزول پر موقوف ہوتا ہے۔ بارھویں ناسخ و منسوخ کا معلوم ہونا بھی ضروری ہے۔ تیرھویں علمِ فقہ کا معلوم ہونا ضروری ہے کہ جزئیات کے احاطہ سے کلیات پہچانے جاتے ہیں۔ چودھویں اُن احادیث کا جاننا ضروری ہے جو قرآن پاک کی مجمل آیات کی تفسیر واقع ہوئی ہیں

ان سب کے بعد پندرھواں وہ علمِ وہبی ہے جو حق سبحانہٗ و تقدس کا عطیہ خاص ہے اور اپنے مخصوص بندوں کو عطا فرماتا ہے جس کی طرف اس حدیث شریف میں اشارہ ہے۔ مَنْ عَمِلَ بِمَا عَلِمَ وَرَّثَهُ اللّٰهُ عِلْمَ مَا لَمْ يَعْلَمْ۔ یعنی بندہ جب اس چیز پر عمل کرتا ہے جس کو جانتا ہے تو حق تعالیٰ شانہٗ ایسی چیزوں کا علم فرماتا ہے۔ جن کو وہ نہیں جانتا۔

اسی کی طرف حضرت علی کرّم اللہ وجہہ نے اشارہ فرمایا جب کہ ان سے لوگوں

نے پوچھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو کچھ خاص علوم عطا فرمائے ہیں، یا خاص وصایا جو عام لوگوں کے علاوہ آپ کے ساتھ مخصوص ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ قسم ہے اس ذات پاک کی جس نے جنت بنائی اور جان پیدا کی، اس فہم کے علاوہ کچھ نہیں ہے جس کو حق تعالےٰ شانہٗ اپنے کلام پاک کے سمجھنے کے لئے کسی کو عطا فرمائے۔ ابن ابی الدنیا کا مقولہ ہے کہ علوم قرآن اور جو اس سے حاصل ہو وہ ایسا سمندر ہے کہ جس کا کنارہ نہیں۔ یہ علوم جو بیان کئے گئے مفسر کے لئے بطور آلہ کے ہیں۔ اگر کوئی شخص ان علوم کی واقفیت کے بغیر تفسیر کرے تو وہ تفسیر بالرائے میں داخل ہے جس کی ممانعت آئی ہے۔ صحابہ رضی اللہ تعالےٰ عنہم کے لئے علوم عربیہ طبعًا حاصل تھے اور بقیہ علوم مشکوٰۃ نبوت سے مستفاد تھے۔ علامہ سیوطیؒ کہتے ہیں کہ شاید تجھے خیال ہو کہ علم وہبی کا حاصل کرنا بندہ کی قدرت سے باہر ہے لیکن حقیقت ایسی نہیں بلکہ اس کے حاصل کرنے کا طریقہ ان اسباب کا حاصل کرنا ہے جس پر حق تعالےٰ شانہٗ اس کو مرتب فرماتے ہیں مثلاً علم پر عمل اور دنیا سے بے رغبتی وغیرہ۔

کیمیائے سعادت میں لکھا ہے کہ قرآن شریف کی تفسیر تین شخصوں پر ظاہر نہیں ہوتی۔ اوّل وہ جو علوم عربیہ سے واقف نہ ہو۔ دوسرے وہ شخص جو کسی کبیرہ گناہ پر مُصر ہو یا بدعتی ہو کہ اس گناہ اور بدعت کی وجہ سے اس کا دل سیاہ ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے معرفت قرآن سے قاصر رہتا ہے۔ تیسرے وہ شخص کہ کسی اعتقادی مسئلہ میں ظاہر کا قائل اور کلام اللہ شریف کی جو عبارت اس کے خلاف ہو اس سے اس کی طبیعت اچٹتی ہو، اس شخص کو بھی فہم قرآن سے حصّہ نہیں ملتا۔

تلاوت و ترتیل کے معنی

"تلاوت" کے معنی ہیں کسی کے پیچھے پیچھے چلنا یا کسی کے فوراً بعد آنا۔ کتاب کی تلاوت کے معنی کتاب کا مطلب سمجھ سمجھ کر پڑھنا اور کتاب میں لکھے ہوئے حروف کو دیکھ دیکھ کر پڑھنا ہے۔ قرآن مجید کے لئے اس لفظ کا استعمال خاص طور سے ہے۔ اہل کتاب بھی جو توراۃ و انجیل و زبور معنی سمجھ سمجھ کر یا دیکھ دیکھ کر پڑھتے ہیں اس کو بھی تلاوت کہا جاتا ہے۔ قرأت عام ہے اور تلاوت خاص۔ قرآن مجید کی تلاوت یعنی اس کی آیتوں کے معنی اور مطلب سمجھ سمجھ کر پڑھنے کا اور کتاب دیکھ دیکھ کر پڑھنے کا تواتر زمانۂ نبوی سے آج تک بلافصل چلا آرہا ہے۔ اتنی طویل مدت میں کوئی دن ایسا نہیں ہے کہ دنیائے اسلام میں لاکھوں بلکہ کروڑوں صاحبِ توفیق مسلمان قرآن مجید کی تلاوت میں مصروف نہ رہے ہوں۔

صحابہؓ میں قرآن کے حفاظ کی تعداد تقریباً ننانوے فی صدی تھی اس لئے وہ لوگ زبانی قرآن پڑھا کرتے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرمایا کہ اعطوا اعینکم حظها من القرآن ۔ یعنی قرآن میں جو حصہ تمہاری آنکھوں کا ہے وہ اپنی آنکھوں کو بھی دیا کرو (مسند احمد) اور مشکوٰۃ میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قراءة الرجل فی غیر المصحف الف درجة وقراءته فی المصحف تضعف علی الفی درجة۔ یعنی قرآن بلا مصحف کے زبانی پڑھنا ہزار گونہ ثواب کا درجہ رکھتا ہے اور مصحف میں دیکھ کر پڑھنا دو ہزار گونہ ثواب کے درجے تک پہنچ جاتا ہے۔

"ترتیل" کے متعلق شاہ عبدالعزیز صاحب نور اللہ مرقدہٗ نے اپنی تفسیر

میں تحریر فرمایا ہے کہ ترتیل لُغت میں صاف اور واضح طور سے پڑھنے کو کہتے ہیں۔ اور شرع شریف میں کسی چیز کی رعایت کے ساتھ تلاوت کرنے کو کہتے ہیں۔ اوّل حرفوں کو صحیح نکالنا یعنی اپنے مخرج سے پڑھنا تاکہ طا کی جگہ تا اور ضاد کی جگہ ظا نہ نکلے۔ دوسرے وقوف کی جگہ پر اچھی طرح ٹھہرنا تاکہ وصل اور قطع کلام کا بے محل نہ ہو جائے۔ تیسرے حرکتوں میں اشباع کرنا یعنی زیر، زبر، پیش کو اچھی طرح ظاہر کرنا۔ چوتھے آواز کو تھوڑا سا بلند کرنا تاکہ کلامِ پاک کے الفاظ زبان سے نکل کر کانوں تک پہنچیں اور وہاں سے دل پر اثر کریں۔ پانچویں آواز کو ایسی طرح درست کرنا کہ اس میں درد پیدا ہو جائے اور دل پر جلدی اثر کرے کہ درد والی آواز دل پر جلدی اثر کرتی ہے اور اس سے روح کو قوت اور تاثر زیادہ ہوتا ہے اسی وجہ سے اطبّا نے کہا ہے کہ جس دوا کا اثر دل پر پہنچانا ہو اس کو خوشبو میں ملا کر دیا جائے کہ دل اس کو جلدی کھینچتا ہے۔ اور جس دوا کا اثر جگر میں پہنچانا ہو اس کو شیرینی میں ملایا جائے کہ جگر مٹھائی کا جاذب ہے۔ چھٹے تشدید اور مدّ کو اچھی طرح ظاہر کیا جائے کہ اس کے اظہار سے کلامِ پاک میں عظمت ظاہر ہوتی ہے اور تاثیر میں اعانت ہوتی ہے۔ ساتویں آیاتِ رحمت و عذاب کا حق ادا کرے۔ یہ سات چیزیں ہیں جن کی رعایت ترتیل کہلاتی ہے اور مقصود ان سب سے صرف ایک ہے یعنی کلامِ پاک کا فہم و تدبّر۔ حضرت ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے کسی نے پوچھا کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کلام اللہ شریف کس طرح پڑھتے تھے؟ انہوں نے کہا کہ سب حرکتوں کو بڑھاتے تھے یعنی زیر، زبر وغیرہ کو پورا نکالتے تھے اور ایک ایک حرف الگ الگ ظاہر ہوتا تھا۔ ترتیل سے پڑھنا مستحب ہے اگرچہ معنی

نہ سمجھتا ہو

آدابِ تلاوت

اربعین (امام غزالیؒ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میری امت کے لئے سب سے بہتر عبادت کلام اللہ کی تلاوت ہے۔ حدیثِ قدسی میں آیا ہے کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو بندہ قرآن شریف کی تلاوت میں مشغول ہو کر دعا نہیں مانگ سکا میں اس کو بے مانگے اتنا دوں گا کہ مانگنے والوں کو اتنا نہ دوں گا۔"

تلاوتِ قرآن شریف کے ظاہری آداب تین ہیں اوّل یہ کہ تلاوت کرتے وقت دل میں بھی کلام اللہ کا احترام ہو اور چونکہ ظاہر کو باطن تک اثر پہنچانے میں بہت دخل ہے اس لئے جب ظاہری صورت احترام کی پیدا کی جائے گی تو قلب میں بھی احترام پیدا ہو جائے گا۔ اور ظاہری احترام کی صورت یہ ہے کہ وضو کرکے نہایت سکون کے ساتھ گردن جھکائے ہوئے قبلہ کی طرف منہ کرکے دو زانو اس طرح بیٹھو جس طرح اُستاد کے سامنے بیٹھتے ہیں اور تجوید کے موافق حروفِ قرآنیہ کو مخارج سے نکالو اور ایک حرف کو دوسرے سے علیحدہ ٹھہر ٹھہر کر تلاوت کرو۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اگر میں سورۂ اِنّا انزلنا اور القارعۃ یعنی چھوٹی سورتیں سوچ سمجھ کر تلاوت کروں تو اس سے زیادہ بہتر سمجھتا ہوں کہ سورۂ بقرہ اور آلِ عمران فر فر پڑھ جاؤں۔ دومؔ کبھی کبھی تلاوت کی فضیلت کا انتہائی درجہ حاصل کرنے کا شوق تم بھی کیا کرو کیونکہ تم آخرت کی تجارت کے لئے دنیا میں آئے ہو، اس لئے جہاں تک ممکن ہو زیادہ نفع کمانے کی کوشش کرو۔ یوں تو تلاوت کلام اللہ سے کسی طرح بھی کیوں نہ ہو خواہ بیٹھے ہو یا لیٹے ہو، با وضو ہو یا بے وضو، اور خلوت

۹۱۱۷

ین ہو یا جلوت میں بہرحال نفع ہی نفع ہے مگر بڑا نفع اس میں ہے کہ شب کے وقت مسجد میں بحالتِ نماز کلام اللہ پڑھو۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ جو شخص نماز میں کھڑے ہو کر قرآن شریف پڑھے گا اس کو ہر حرف کے بدلے سو نیکیاں ملیں گی اور نماز میں بیٹھ کر قرآن شریف پڑھنے والے کو پچاس نیکیاں اور نماز کے سوا دوسری حالت میں باوضو تلاوت کرنے والے کو پچیس اور بلا وضو دس نیکیاں ملیں گی۔ اب تم ہی سوچو کہ سوداگر بن کر زیادہ نفع کی حرص کیوں نہ کی جائے۔ سوم تلاوت کی مقدار کا بھی لحاظ رکھو۔ ادنیٰ درجہ تو یہ ہے کہ ہر مہینہ میں ایک مرتبہ ختم کرو اور اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ تین دن میں ختم کرو کہ مہینہ بھر میں دس ختم ہوں اور متوسط درجہ یہ ہے کہ ہر ہفتہ پورا قرآن شریف ختم کر لیا کرو۔

تلاوتِ کلام اللہ کے باطنی آداب پانچ ہیں۔ اول جس طرح حق تعالیٰ کی عظمت وجلال دل میں ہے اسی طرح اس کے کلام کی بھی عظمت قلب میں ہونی چاہیئے مثلاً جب اللہ کی گوناگوں مخلوقات یعنی عرش وکرسی، لوح وقلم، آسمان و زمین، حیوان وانسان، جنات اور نباتات وجمادات کا تصور کرو گے تو ضرور خیال ہوگا کہ اس عالم کا پیدا کرنے والا وحدہٗ لاشریک اور نہایت زبردست ایسا مدبر ہے کہ اس کی قدرت کی کوئی انتہا نہیں ہے۔ تمام عالم کی بقا اسی کے فضل وکرم پر موقوف ہے۔ ایسے شاہنشاہِ عالیشان کے فرمان واجب الاذعان یعنی قرآن مجید کی کیا وقعت عظمت ہونی چاہیئے؟ یاد رکھو کہ جس طرح اس کے الفاظ کو ہاتھ لگانے کے لیئے طہارت اور وضو کی ضرورت ہے اسی طرح اس کے معنی کے دل میں لانے کے لیئے قلب کی طہارت اور تمام اخلاقِ رذیلہ سے پاکی لازم ہے پس جو قلب باطنی

گندگی اور نفسانی نجاست میں آلودہ ہے وہ اس محترم شاہی فرمان کے حقائق کو کیونکر سمجھے گا۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت عکرمہؓ جب قرآن شریف کھولتے تو اکثر بے ہوش ہو جاتے اور فرمایا کرتے تھے کہ "یہ میرے پروردگار جلّ جلالہٗ کا کلام ہے" اللہ تعالےٰ کی بڑی رحمت ہے کہ اُس نے اپنے باعظمت کلام ازلی کے انوار و تجلیات کو حروف کے لباس میں چھپاکر تمہارے حوالہ کیا ہے ورنہ اس کی نُورانی شعاعوں کا کوئی بشر متحمل نہ ہو سکتا۔ دیکھ لو کہ طور جیسا پہاڑ بھی کلام الٰہی کی تجلّیات کا تحمّل نہ کر سکا اور ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔ اگر اللہ پاک موسیٰ علیہ السلام کو نہ سنبھال لیتے تو ان میں بھی حروف اور آواز کے لباس سے مجرد کلام الٰہی کے سننے کی طاقت نہ تھی۔ دوؔم اگر قرآن شریف کے معنی سمجھ سکتے ہو تو کوئی آیت بھی بلا سمجھے تلاوت نہ کرو کیونکہ ترتیل جس کا قرآن شریف میں حکم ہے۔ تدبّر یعنی غور و فکر اور سمجھنے سوچنے ہی سے حاصل ہوتی ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ اس تلاوت سے کیا نفع جس میں سمجھنے سے واسطہ نہ ہو؟ ختم قرآن کی تعداد بڑھانے کا خیال مت کرو کہ چاہے سمجھو یا نہ سمجھو مگر نام ہو جائے کہ اتنے قرآن شریف ختم کئے۔ یاد رکھو کہ اگر تم سوچ سمجھ کر ایک ہی آیت کو رات بھر پڑھتے جاؤ گے تو یہ پچاس قرآن ختم کرنے سے بہتر ہو گا۔ دیکھو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کو بیس مرتبہ دہرایا ہے (ابن عبد البر) اور حضرت ابوذر غفاریؓ فرماتے ہیں کہ ایک شب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام رات ایک ہی آیت کو بارہا پڑھا اور وہ آیت یہ تھی اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ (یا اللہ اگر تو ان کو عذاب دے تو یہ تیرے بندے

ہیں اور اگر بخش دے تو بیشک تو زبردست اور حکمت والا ہے۔ حضرت تمیم داریؓ آیت اَمْ حَسِبَ الَّذِیْنَ اجْتَرَحُوا السَّیِّاٰتِ الخ کو تمام شب بار بار پڑھتے رہے۔ اور حضرت سعید بن جبیرؓ نے آیت وَامْتَازُوا الْیَوْمَ اَیُّهَا الْمُجْرِمُوْنَ ہی کو بار بار پڑھنے میں تمام رات ختم کر دی۔ ایک عارف فرماتے ہیں کہ میں ہفتہ میں ایک ختم پڑھتا ہوں۔ اور ایک ختم ہر مہینہ میں اور ایک ایسا ہے کہ جس کو سال بھر میں ختم کرتا ہوں اور ایک تلاوت ایسی بھی ہے کہ جس کو تین سال سے شروع کر کر رکھا ہے۔ اور اب تک پورا کلام مجید ختم نہیں ہوا۔ یہ فرق ظاہر ہے کہ فکر و فہم اور غور و تدبر ہی سے ہوتا ہے کیونکہ انسان کا دل ہر وقت یکساں نہیں رہتا اور نہ ہمیشہ مساوی درجہ کے غور و فکر کا عادی ہوتا ہے۔ اس لئے اگر خصوصیت کے ساتھ ایک ختم علیحدہ طور پر تم بھی ایسا شروع کرو جس میں سوچ سمجھ کر تلاوت کی جائے اور صرف اسی وقت پڑھا جائے جب کہ قلب فارغ ہونے کی وجہ سے فکر و خوض کر سکے اور معنی اچھی طرح سمجھ سکے تو بہت اچھا ہے کیونکہ اس صورت میں تلاوت کے معمول میں بھی فرق نہ آئے گا اور یہ فضیلت کا درجہ بھی حاصل ہو جائے گا۔ سوم اس فہم اور تدبر کی حالتِ مذکورہ میں معرفتِ الٰہی کی گوناگوں شاخوں سے پھل اور پھول بھی چنتے رہو کیونکہ ہر پھل کے لئے جدا شاخ اور ہر جوہر کے لئے جدا معدن ہے کہ جہاں موتی پیدا ہوتے ہیں وہاں تریاق کا تلاش کرنا فضول ہے اور جہاں مشک و عود دستیاب ہوتا ہے وہاں موتیوں کی جستجو بے فائدہ ہے۔ اسی طرح قرآن شریف کی آیتوں میں جس قسم کا تذکرہ ہو اسی قسم کا عرفان حاصل کرنا چاہیئے مثلاً جہاں اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات و صفات یا افعال کا تذکرہ فرمایا ہے

وہاں سے حق تعالےٰ کی عظمت و جلال کی معرفت حاصل کرو، اور جس جگہ راہِ مستقیم کی تعلیم مذکور ہو وہاں رحمت و کرم اور فضل و حکمت کی معرفت حاصل کرو اور جہاں کافروں کو ہلاک کرنے کا بیان ہو اس جگہ سے حق تعالےٰ کی بے نیازی اور غلبہ و قہر کی صفت معلوم کرو اور جن آیتوں میں انبیاء علیہم السلام کے تذکرے ہوں وہاں سے اللہ پاک کے لطف و احسان کا علم حاصل کرو۔ غرض جیسا موقع ویسا عرفان۔ چہارم: قرآن کا مطلب سمجھنے سے جو امور مانع ہیں ان کو جہاں تک ہو سکے دفع کرو کیونکہ ضعیف الایمان بندوں کے لئے خواہشاتِ نفسانی اور وساوسِ شیطانی حجاب بن جاتے ہیں کہ ان کے نفوس دُنیوی تعلّقات سے وابستہ اور ان کے قلوب شک و شبہات میں ملوّث ہوتے ہیں اور یہی قلب کے وہ پردے ہیں جن کے سبب قرآن پاک کی باریکیاں سمجھ میں نہیں آسکتیں لہٰذا ان کے اٹھانے کی کوشش ہونی چاہیئے، اور جن لوگوں کا ایمان قوی ہو جاتا ہے کہ خدا کی محبت ان کے قلب میں پیدا ہوئی اور ان کو طاعت میں لذّت آنے لگتی ہے اُن پر بھی قلبی وساوس اپنا اثر کرتے ہیں مثلاً نماز کی حالت میں ان کا دل اس طرف متوجّہ ہو جاتا ہے کہ ہماری نیّت کیسی ہے؟ اور جو خلوص شروع نماز کے وقت تھا وہ اب بھی قائم ہے یا نہیں؟ یا مثلاً حروف کے مخارج سے ادا ہونے میں شبہ پڑتا ہے اور آیت کو اس نیّت سے بار بار دُہراتے ہیں حالانکہ قلب کے لئے یہ بھی حجاب ہے کیونکہ حروف اور الفاظ کی درستی کے پیچھے پڑ جانا اور مخارجِ حروف یعنی دانتوں، ہونٹوں، تالو اور حلق کی طرف مشغول ہونا کہ یہ حرف کہاں سے نکلا اور ٹھیک نکلا یا نہیں نکلا؟ ان کا کام نہیں جن کو

عالمِ علوی کی سیر و سیاحت اور ملکوتی امور کا مشاہدہ کرنا منظور ہے۔ پنجم آیات کلامِ الٰہی سے صرف تجلیات اور معرفت ہی کے حاصل کرنے پر اکتفا نہ کرو بلکہ اس کے مناسب حالت اور اثر بھی ظاہر ہونا چاہیئے۔ مثلاً اگر ایسی آیت پڑھو جس میں رحمت کا ذکر اور مغفرت کا وعدہ ہو تو جسم پر خوشی اور مسرت کی حالت پیدا ہو جائے اور غیظ و غضب اور عذابِ الٰہی کا تذکرہ ہو تو تمہارا بدن لرز اٹھے۔ اور حق تعالےٰ کا نام آئے یا اس کی عظمت و جلال کا ذکر ہو تو جھک جاؤ اور ذلت اختیار کرو کہ گویا جلالِ خداوندی کے مشاہدہ سے نیست و نابود ہوئے جاتے ہو۔ اور اگر کافروں کی اس خرافات کا بیان ہو جو انہوں نے حق تعالےٰ پر بہتان باندھے ہیں، مثلاً مخلوق میں سے کسی کو نعوذ باللہ خدا کا بیٹا یا بیٹی یا بیوی بتایا ہے تو اس کی نقل سے بھی شرماؤ اور ایسی آیت کی تلاوت میں اپنی آوازوں کو پست کر دو کہ گویا ان کے الفاظ کا اپنی زبان پر لانا بھی گراں گزرتا ہے غرض جس آیت میں جیسا مضمون ہو اس کے مطابق ایک خاص حالت اور جسم پر وہی اثر ظاہر ہو جانا چاہیئے کہ خوف کے وقت آنکھوں سے آنسو بہنے لگیں اور شرم کے وقت پیشانی پر پسینہ آجائے اور ہیبت کے وقت رونگٹے کھڑے ہو جائیں، کپکپی چھوٹے، اور مژدۂ بشارت کے وقت آواز و زبان اور تمام اعضا میں انبساط و بشاشت پیدا ہو جائے۔

نسائی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا ہے کہ حق تعالےٰ شانہٗ کے لئے لوگوں میں سے بعض لوگ خاص گھر کے لوگ ہیں۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ وہ کون لوگ ہیں؛ فرمایا کہ قرآن شریف والے

کہ وہ اللہ کے اہل ہیں اور خواص۔

ابوداؤد۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ تم لوگ اللہ جل شانہٗ کی طرف رجوع اور اس کے یہاں تقرب اس چیز سے بڑھ کر کسی اور چیز سے حاصل نہیں کر سکتے جو خود حق سبحانہ سے نکلی ہے یعنی قرآن پاک۔

امام احمد بن حنبلؒ کہتے ہیں کہ میں نے حق تعالیٰ شانہٗ کی خواب میں زیارت کی تو پوچھا کہ سب سے بہتر چیز جس سے آپ کے دربار میں تقرب ہو کیا چیز ہے۔ ارشاد ہوا کہ احمد میرا کلام ہے۔ میں نے عرض کیا کہ سمجھ کر یا بلا سمجھے۔ ارشاد ہوا کہ سمجھ کر پڑھے یا بلا سمجھے دونوں طرح موجب تقرب ہے۔

مُسند دارمی۔ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کے نزدیک ساری زمین، ساتوں آسمانوں اور تمام کائنات کی مخلوق سے بھی زیادہ پیارا ہے۔ جس گھر میں قرآن شریف پڑھا جائے گا تو گویا جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس گھر میں وعظ فرما رہے ہیں۔ اور جو شخص قرآن مجید سن رہا ہے وہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وعظ سن رہا ہے۔ اور جو شخص قرآن مجید کی تلاوت کر رہا ہے وہ حضور رب العالمین سے ہمکلامی کر رہا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ نماز میں قرآن شریف کی تلاوت بغیر نماز کی تلاوت سے افضل ہے اور بغیر نماز کی تلاوت تسبیح و تکبیر سے افضل ہے۔ اور تسبیح صدقہ سے افضل ہے اور صدقہ روزہ سے افضل ہے اور روزہ بچاؤ ہے آگ سے۔

احیاء میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے نقل کیا ہے کہ جس شخص نے نماز میں کھڑے ہو کر کلام پاک پڑھا اس کو ہر حرف پر سو نیکیاں ملیں گی اور جس شخص نے نماز میں بیٹھ کر پڑھا اس کے لیئے پچاس نیکیاں، اور جس نے بغیر نماز کے وضو کے ساتھ پڑھا اس کے لیئے پچیس نیکیاں اور جس نے بلا وضو پڑھا اس کے لیئے دس نیکیاں، اور جو شخص پڑھے نہیں بلکہ پڑھنے والے کی طرف کان لگا کر سنے اس کے لیئے بھی ہر حرف کے بدلے ایک نیکی۔

شعب الایمان۔ اوس ثقفی رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ کلام اللہ شریف کا حفظ پڑھنا ہزار درجہ ثواب رکھتا ہے اور قرآن پاک میں دیکھ کر پڑھنا دو ہزار تک بڑھ جاتا ہے۔

شرح احیاء میں عمرو بن میمون نے نقل کیا ہے کہ جو شخص صبح کی نماز پڑھ کر قرآن شریف کھولے اور بقدر سو آیت کے پڑھ لے تمام دنیا کی بقدر اس کا ثواب لکھا جاتا ہے۔ قرآن شریف کا دیکھ کر پڑھنا نگاہ کے لیئے مفید بتلایا جاتا ہے۔

ابو عبید نے حدیث مسلسل نقل کی ہے جس میں ہر راوی نے کہا ہے کہ مجھے آنکھوں کی شکایت تھی تو استاد نے قرآن شریف دیکھ کر پڑھنے کو بتلایا۔ حضرت امام شافعیؒ بسا اوقات عشاء کے بعد قرآن شریف کھولتے تھے اور صبح کی نماز کے وقت بند کرتے تھے۔

شعب الایمان۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ دلوں کو بھی زنگ لگ جاتا ہے۔ پوچھا گیا کہ حضور ان کی صفائی کی کیا صورت ہے؟ آپ نے فرمایا کہ موت کو اکثر یاد کرنا اور قرآن پاک

کی تلاوت کرنا۔

نکتہ احادیث میں وارد ہوا ہے کہ جب بندہ گناہ کرتا ہے تو ایک سیاہ نقطہ اس کے قلب میں پڑ جاتا ہے۔ اگر وہ سچی توبہ کر لیتا ہے تو وہ نقطہ زائل ہو جاتا ہے اور اگر دوسرا گناہ کر لیتا ہے تو دوسرا نقطہ پیدا ہو جاتا ہے۔ اسی طرح اگر گناہوں میں بڑھتا رہتا ہے تو بندہ ان نقطوں کی کثرت سے دل بالکل سیاہ ہو جاتا ہے۔ پھر اس قلب میں خیر کی طرف رغبت ہی نہیں رہتی بلکہ شر ہی کی طرف مائل ہوتا ہے۔

قرآن پاک کی اس آیت میں اسی کی طرف اشارہ ہے کَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۔ بے شک ان کے قلوب پر ان کی بداعمالیوں نے زنگ جما دیا۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا ہے کہ جس شخص نے قرآن پڑھا، پھر اس کو حفظ یاد کیا اور اس کے حلال کو حلال جانا اور حرام کو حرام، حق تعالیٰ شانہٗ اس کو جنت میں داخل فرمائیں گے اور اس کے گھرانے میں سے دس آدمیوں کے بارے میں اس کی شفاعت قبول فرمائیں گے جن کے لئے جہنم واجب ہو چکی ہے۔ (ترمذی)

ترمذی شریف۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ جس شخص کے قلب میں قرآن شریف کا کوئی حصہ بھی محفوظ نہیں وہ بمنزلہ ویران گھر کے ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جس گھر میں کلام مجید

پڑھا جاتا ہے اس کے اہل و عیال کثیر ہو جاتے ہیں، اس میں خیر و برکت بڑھ جاتی ہے۔ ملائکہ اس میں نازل ہوتے ہیں اور شیاطین اس گھر سے نکل جاتے ہیں۔ اور جس گھر میں تلاوت نہیں ہوتی اس میں تنگی اور بے برکتی ہوتی ہے۔ ملائکہ اس گھر سے چلے جاتے ہیں، شیاطین اس میں گھس جاتے ہیں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول ہے اور بعض لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ خالی گھر وہی ہے جس میں تلاوتِ قرآن شریف نہ ہوتی ہو۔

ابن الدنیا۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ روزہ اور قرآن شریف دونوں بندہ کے لیئے شفاعت کرتے ہیں۔ روزہ عرض کرتا ہے کہ یا اللہ میں نے اس کو دن میں کھانے پینے سے روکے رکھا میری شفاعت قبول کیجئے اور قرآن شریف کہتا ہے کہ یا اللہ میں نے رات کو اس کو سونے سے روکا میری شفاعت قبول کیجئے۔ پس دونوں کی شفاعت قبول کی جاتی ہے۔

ترغیب میں الطعام والشراب کا لفظ ہے جس کا ترجمہ کیا گیا حاکم میں شراب کی جگہ شہوات کا لفظ ہے یعنی میں نے روزہ دار کو دن میں کھانے اور خواہشاتِ نفسانیہ سے روکا۔ اس میں اشارہ ہے کہ روزہ دار کو خواہشاتِ نفسانیہ سے جدا رہنا چاہیئے اگرچہ وہ جائز ہوں۔ نیز اس حدیث شریف میں اشارہ ہے کہ کلام اللہ شریف کے حفظ کا مقتضیٰ یہ ہے کہ رات کو نوافل میں اس کی تلاوت بھی کرے۔ خود کلام پاک میں متعدد جگہ اس کی ترغیب نازل ہوئی۔ ایک جگہ ارشاد ہے يَتْلُونَ آيَاتِ اللهِ آنَاءَ اللَّيْلِ وَهُمْ يَسْجُدُونَ ۝

چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو بعض مرتبہ تلاوت کرتے ہوئے تمام تمام رات گزر جاتی تھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بعض مرتبہ وتر کی ایک رکعت میں وہ تمام قرآن شریف پڑھا کرتے تھے۔ اسی طرح عبداللہ بن الزبیر بھی ایک رات میں تمام قرآن شریف پورا فرما لیا کرتے تھے۔ سعید بن جبیرؒ نے دو رکعت میں کعبہ کے اندر تمام قرآن شریف پڑھا۔ ثابت بنانیؒ دن رات میں ایک قرآن شریف ختم کرتے تھے اور اسی طرح ابو حمزہ بھی۔ ابو شیخ ہنائی کہتے ہیں کہ میں نے ایک رات میں دو کلام مجید پورے اور تیسرے میں سے دس پارے پڑھے اگر چاہتا تو تیسرا بھی پورا کر لیتا۔ صالح بن کیسان جب حج کو گئے تو راستہ میں اکثر ایک رات میں دو کلام مجید پورے کرتے تھے۔ منصور بن زاذان صلوٰۃ الضحیٰ میں ایک کلام مجید اور دوسرا ظہر سے عصر تک پورا کرتے تھے اور تمام رات نوافل میں گزارتے تھے اور اتنا روتے تھے کہ عمامہ کا شملہ تر ہو جاتا تھا۔ امام نووی کتاب الاذکار میں نقل کرتے ہیں کہ زیادہ سے زیادہ مقدار جو تلاوت کے باب میں ہم کو پہنچی ہے وہ ابن الکاتب کا معمول تھا کہ دن رات میں آٹھ قرآن شریف روزانہ پڑھتے تھے۔ ابن قدامہؒ نے امام احمدؒ سے نقل کیا ہے کہ اس کی کوئی تحدید نہیں اور پڑھنے والے کے نشاط پر موقوف ہے۔ ایک حدیث میں وارد ہے کہ کلام پاک کا ختم اگر دن کے شروع میں ہو تو تمام دن، اور رات کے شروع میں ہو تو تمام رات ملائکہ اس کے لئے رحمت کی دعا کرتے ہیں۔

شرح الاحیاء۔ حضرت سعید بن سُلیم رضی اللہ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

کا ارشاد نقل کرتے تھے کہ قیامت کے دن اللہ کے نزدیک کلام پاک سے بڑھ کر کوئی سفارش کرنے والا نہ ہوگا نہ کوئی نبی نہ فرشتہ وغیرہ۔

لآلی مصنوعہ میں بزار کی روایت سے نقل کیا ہے کہ جب آدمی مرتا ہے تو اس کے گھر کے لوگ تجہیز و تکفین میں مشغول ہوتے ہیں اور اس کے سرہانے نہایت حسین و جمیل صورت میں ایک شخص ہوتا ہے۔ جب کفن دیا جاتا ہے تو وہ شخص کفن کے اور سینہ کے درمیان ہوتا ہے، جب دفن کرنے کے بعد لوٹتے ہیں اور منکر نکیر آتے ہیں تو وہ اس شخص کو علیحدہ کرنا چاہتے ہیں کہ سوال یکسوئی میں کریں مگر یہ کہتا ہے کہ یہ میرا ساتھی ہے میں کسی حال میں اس کو تنہا نہیں چھوڑ سکتا، تم اگر سوالات کے مامور ہو تو اپنا کام کرو، میں اس وقت تک اس سے جدا نہیں ہو سکتا جب تک کہ اسے جنت میں نہ داخل کرا دوں۔ اس کے بعد وہ اپنے ساتھی کی طرف متوجہ ہو کر کہتا ہے کہ میں ہی وہ قرآن ہوں جس کو تو کبھی بلند پڑھتا تھا اور کبھی آہستہ۔ تو بے فکر رہ۔ منکر نکیر کے سوالات کے بعد تجھے کوئی غم نہیں ہے۔ اس کے بعد جب وہ اپنے سوالات سے فارغ ہو جاتے ہیں تو یہ ملاء اعلیٰ سے بستر وغیرہ کا انتظام کرتا ہے جو ریشم کا ہوتا ہے اور اس کے درمیان مشک بھرا ہوا ہوتا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی کہ بہت سے فتنے ظاہر ہوں گے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ ان سے خلاصی کی کیا صورت ہے؟ انہوں نے کہا کہ قرآن شریف (ہداۃ)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی ایک طویل روایت میں حدیث بالا کا مضمون وارد ہوا ہے۔ اُن کی روایت میں وارد ہے کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل سے کہا کہ حق تعالےٰ شانہٗ تم کو اپنے کلام کے پڑھنے کا حکم فرماتا ہے اور اس کی مثال ایسی ہے کہ جیسے کوئی قوم اپنے قلعہ میں محفوظ ہو اور اس کی طرف کوئی دشمن متوجہ ہو کہ جس جانب سے بھی وہ حملہ کرنا چاہے اسی جانب میں اللہ کے کلام کو اس کا محافظ پائے گا اور وہ اس دشمن کو دفع کر دے گا۔

حضرت عثمان اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اگر قلوب نجاست سے پاک ہو جائیں تو تلاوتِ کلام اللہ سے کبھی سیری نہ ہو۔ ثابت بنانی کہتے ہیں کہ بیس برس میں نے کلام پاک کو مشقت سے پڑھا اور بیس برس سے مجھے اس کی ٹھنڈک پہنچ رہی ہے۔ پس جو شخص بھی معاصی سے توبہ کے بعد غور کرے گا کلام پاک کو "آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری" کا مصداق پائے گا۔

نماز کے فضائل

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ اسلام کی بنیاد پانچ ستونوں پر ہے سب سے اوّل لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہ کی گواہی دینا یعنی اس بات کا اقرار کرنا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں۔ اس کے بعد نماز کا قائم کرنا، زکوٰۃ ادا کرنا، حج کرنا، رمضان المبارک کے روزے رکھنا (صحیح بخاری و صحیح مسلم)

نکتہ ۔ یہ پانچوں چیزیں ایمان کے بڑے اصول اور اہم ارکان

ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پاک حدیث میں بطور مثال کے اسلام کو ایک خیمہ کے ساتھ تشبیہ دی ہے جو پانچ ستونوں پر قائم ہوتا ہے پس کلمۂ شہادت خیمہ کی درمیانی لکڑی کی طرح ہے اور بقیہ چاروں ارکان بمنزلہ ان چار ستونوں کے ہیں جو چاروں کونوں پر ہوں۔ اگر درمیانی لکڑی نہ ہو تو خیمہ کھڑا ہی نہیں ہو سکتا۔ اگر یہ لکڑی موجود ہو اور چاروں طرف کے کونوں میں کوئی سی لکڑی نہ ہو تو خیمہ قائم تو ہو جائے گا لیکن جس کونے کی لکڑی نہیں ہو گی وہ جانب ناقص اور گری ہوئی ہو گی۔

کتاب الصلوٰۃ (امام احمد بن حنبلؒ) حدیث شریف میں ہے قیامت کے دن سب سے پہلا سوال جو بندہ سے پوچھا جائے گا وہ نماز کے متعلق ہو گا، اگر قبول ہو گئی تو اس کی وجہ سے اس کے سارے عمل قبول ہو جائیں گے اور اگر اس کی نماز رد کر دی گئی۔ تو اس کے سارے عمل رد کر دیئے جائیں گے۔ ہماری نماز ہمارا آخری دین ہے۔ قیامت کے دن ہمارے اعمال میں سے نماز ہی کے بارے میں سب سے پہلے سوال ہو گا پس نماز کے جاتے رہنے کے بعد نہ اسلام ہے اور نہ دین، اور سب سے پچھلی چیز جو اسلام سے جاتی رہے گی وہ نماز ہے جس چیز کا اخیر جاتا رہا اس کا سب جاتا رہا۔ پس لوگو! اللہ تعالےٰ تم سب پر رحم کرے! تم اپنے دین کے آخری حصہ کو بہت مضبوطی کے ساتھ پکڑے رہو اور اچھی طرح سے سمجھ لو کہ نماز میں سُستی اور کاہلی کی وجہ سے دین جاتا رہتا ہے۔ نماز کی عظمت کرو۔ اللہ تم پر رحم فرمائے! اور بہت مضبوطی کے ساتھ اس کی محافظت کرو اور اس کے پابند رہو اور نماز کے بارے میں اللہ تعالےٰ سے

خاص طور سے ڈرتے رہو اور بقیہ امور میں عام طور سے۔

اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں نماز کے درجہ کو بلند کیا ہے اس کے معاملہ کو عظمت دی ہے اور نمازیوں کو مشرف کیا ہے اور قرآن مجید میں اکثر جگہ نماز کے ذکر کو طاعات میں مخصوص کیا ہے اور خاص طور سے اس کی ہدایت کی ہے منجملہ ان تمام مقامات کے جہاں اللہ تعالیٰ نے نماز کو طاعات کے اندر خاص طور سے ذکر فرمایا ہے ایک یہ بھی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے اُن تمام نیک اعمال کا ذکر فرمایا جن کی وجہ سے بہشت میں ہمیشہ ہمیشہ رہنا واجب ہوتا ہے تو ان اعمال کو نماز سے شروع کیا ہے اور ان اعمال کو جو بہشت میں ہمیشہ ہمیشہ رہنا واجب کرتے ہیں نماز کے بیچ میں دو مرتبہ ذکر فرمایا ہے۔

کتاب الصلوٰۃ۔ (امام احمد بن حنبلؒ) حدیث شریف میں ہے کہ ہر نبی نے اپنی اُمّت کو نماز کی آخری وصیت کی اور دُنیا سے جاتے وقت آخری عہد و پیمان نماز ہی کا لیا۔

دوسری حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی وفات کے وقت فرما رہے تھے "الصلوٰۃ الصلوٰۃ" (یعنی نماز! نماز!!) لہٰذا نماز پہلا فرض ہے جو مسلمانوں پر مقرر ہوا اور یہی آخری وصیت ہے جس کا حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اُمّت کو دیا۔ اور آخری صفت ہے جو اسلام سے جائے گی اور یہی پہلا عمل ہے جس کی قیامت کے دن بندہ سے پُرسش ہو گی۔

نماز اسلام کا ستون ہے اس کے جانے کے بعد نہ اسلام ہے اور نہ دین۔

لوگو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو!! اپنے تمام کاموں میں عموماً اور نماز میں خصوصاً۔

اور نماز کی مضبوطی کے ساتھ پابندی کرو۔ اور اس کو برباد کرنے سے اور اس کو خفیف سمجھنے سے اور امام پر سبقت کرنے سے پرہیز کرو اور شیطان کے بہکانے سے بچو۔ وہ تم کو نماز سے محروم رکھے گا۔ یہ تمہارے دین کا آخری حصہ ہے جس کے دین کا آخری حصہ جاتا رہا اس کا کُل دین چلا گیا۔

کتاب الصلوٰۃ (ابن قیم جوزی) مُسند میں عبادہ بن صامتؓ سے روایت ہے کہ اُس نے کہا سُنا میں نے نبی یعنی رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ فرماتے تھے۔ پانچ نمازیں ہیں کہ فرض کیا انہیں خدا نے اپنے بندوں پر، جو شخص انہیں ادا کرے گا اس کے لیے خدا کی جانب سے عہد ہو گا کہ اسے جنت میں داخل کر دے اور جو انہیں ادا نہ کرے پس نہیں ہے اس کے واسطے اللہ کے ہاں عہد، چاہے اسے عذاب دے اور اگر چاہے اسے بخش دے" نیز مسند میں ہے حدیث ابی ہریرہؓ سے کہ کہا اُس نے فرمایا ہے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلا عمل جس کی پرسش بندہ سے قیامت میں ہو گی وہ فرضی نماز ہے پس اگر اُس نے پورا کر دیا تو خیرہا ورنہ کہا جائے گا کہ اس کے نفل دیکھو پس اگر اس کے نفل ہوں گے تو اس کے فرض اس کے نفلوں سے پورے کیے جائیں گے۔ پھر ایسا ہی سب عملوں کے ساتھ کیا جائے گا

اسلام کے تمام فرائض زمین پر فرض ہوئے مگر نماز معراج شریف کی مُبارک راتوں میں ساتوں آسمانوں سے بھی اوپر جا کر فرض ہوئی۔

دُرِّ منثور۔ جب حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بیت المقدس میں مسجد اقصٰے کے اندر پہنچے تو وہاں ایک جگہ حورانِ جنت کو بیٹھے دیکھا۔ حُوروں نے حضورؐ کو

سلام کیا۔ آپؐ نے فرمایا کہ تم کون ہو۔ حورانِ جنت نے عرض کیا یا حضرتؐ ہم نیک لوگوں کی بیویاں حورانِ جنّت ہیں۔ آج آپؐ کے پیچھے نماز پڑھنے آئی ہیں۔ یہ سُن کر آپؐ وہاں سے آگے چلے اور مسجدِ اقصےٰ کے اندر تشریف لے گئے، ساری مسجد کو نمازیوں سے بھرا پایا۔ وہاں ایک بزرگ کو دیکھا کہ وہ دراز قامت اور نہایت خوب صورت ہیں اور نماز میں مشغول ہیں۔ حضورِؐ شافع یوم النشور نے حضرت جبرائیلؑ سے پوچھا کہ یہ بزرگ کون ہیں۔ حضرت جبرئیلؑ نے فرمایا کہ حضرتؐ یہ آپؐ کے باپ حضرت آدم علیہ السّلام ہیں، پھر آپؐ نے ایک اور بزرگ دیکھے جن کے سر اور داڑھی کے بال سفید ہیں اور نماز میں مشغول ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا۔ اے جبرئیلؑ یہ کون ہیں۔ جبرئیلؑ نے فرمایا کہ حضرتؐ یہ جدّ الانبیاء حضرت خلیل علیہ السلام ہیں۔ پھر دیکھا کہ ایک بزرگ کی سانولی رنگت ہے اور چہرۂ مبارک پر جلال کے آثار نمایاں ہیں، پوچھا کہ جبرئیلؑ یہ کون ہیں۔ فرمایا کہ خدا کے لاڈلے پیغمبر حضرت موسیٰ کلیم اللہ ہیں۔ اسی طرح آپؐ نے بہت سے نبیوں کو وہاں نماز پڑھتے ملاحظہ فرمایا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پہنچتے ہی حضرت جبرئیل نے اذان کہی۔ آسمان کے دروازے کُھلے، آسمان سے فرشتے نماز کے لئے نازل ہوئے۔ ساری مسجد اندر باہر سے بھر گئی۔ پھر فرشتے ہوا میں معلّق جمع ہوئے اور زمین سے آسمان تک ایک سلسلہ ہو گیا۔ اتنے میں حضرت جبرئیلؑ نے تکبیر کہی، صف بندی ہوئی۔ یہاں سے وہاں تک صفیں درست ہوئیں۔ تکبیر یعنی اقامت ختم ہوئی مگر ابھی تک مصلّٰے امام سے خالی ہے۔ کوئی امام مصلّٰے پر نہیں۔ اگرچہ آج کی امامت کی ہر ایک نبی کو تمنّا ہے مگر ادب کے سبب کوئی

آگے نہیں بڑھتا۔ جب جبرئیلؑ نے مصلّے خالی پایا تو اپنی جگہ سے تشریف لائے اور امام الاوّلین والآخرین کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا کہ یا حضرتؐ، اے حبیبِ خدا آپ کو کس کا انتظار ہے۔ آج کی رات کون ایسا ہے جو آپ کو نماز پڑھائے، آج کی امامت کا عہدہ صرف آپ کے لئے ہے۔ اے محبوبِ خدا! میں نے نہایت تیز پرواز کی اور مشرق سے مغرب تک اور جنوب سے شمال تک دوڑا، مگر قسم ہے اللہ پاک کی کہ آپ سے افضل و اعلےٰ کسی کو نہ پایا۔ بسم اللہ تشریف لے چلئے اور نماز پڑھائیے۔ یہ سن کر محبوبِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم مصلّے پر تشریف لے گئے اور دوگانہ ادا کیا۔ جس وقت سلام پھیرا تو حضرت جبرئیلؑ نے فرمایا، اے حبیبِ خدا آپ کو معلوم ہے کہ اس وقت جناب کے پیچھے کس کس بزرگ نے نماز پڑھی ہے۔ آپؐ نے فرمایا کون کون بزرگ ہیں۔ حضرت جبرئیلؑ نے کہا کہ اس وقت آپؐ کے پیچھے اس نماز میں ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء، مرسلین اور ساتوں آسمانوں کے فرشتے موجود ہیں۔

آسمانی کعبہ جس کا نام بیت المعمور ہے اور جو فرشتوں کا قبلہ ہے جب حضورؐ سراپا نور وہاں پہنچے اور وہاں جا کر نماز پڑھی آپؐ ارشاد فرماتے ہیں کہ بیت المعمور کے پاس مجھے دو طرح کے لوگ نظر آئے، ایک گروہ نوری سفید رنگ کے جن کے لباس بھی نہایت سفید تھے۔ دوسرے وہ لوگ جن کے منہ اور چہرے کالے اور کپڑے بھی میلے تھے۔ جب ہم نماز کے لئے بیت المعمور میں جانے لگے تو فرشتوں نے ان میلے لوگوں کو اندر آنے سے روکا۔ آپؐ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں۔ کہا کہ یا حضرتؐ یہ سب

لوگ جناب کی اُمّت کے ہیں، یہ اُجلے نورانی چہرے والے تو نیک اور صالحین ہیں اور میلے کپڑوں والے گنہگار بدکار شامتِ اعمال میں گرفتار لوگ ہیں۔ یہ سُن کر حضورِ انورؐ نے وہیں گنہگاروں کی شفاعت فرمائی۔ اللہ تعالےٰ نے آپؐ کی شفاعت سے اُن لوگوں کے گناہ معاف فرمائے۔ اب تو ان کے کالے کالے چہرے آپؐ کی شفاعت سے سفید نورانی ہو گئے۔ پھر حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم بیت المعمور سے آگے چل کر سدرۃ المنتہیٰ پر پہنچے، حضرت جبرئیلؑ اس مقام پر ٹھہر گئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ چھوڑنا چاہا۔ آنجنابؐ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے جبرئیلؑ مجھے اکیلا چھوڑتے ہو۔ فرمایا کہ یا حضرتؐ اب آگے جانا آپ کو مبارک ہو۔ آج آپ کو وہ مرتبہ ملا ہے کہ نہ مجھے ملا اور نہ کسی پیغمبر کو ملا۔ یا حضرتؐ میں اگر بال برابر آپ کے ساتھ اوپر چلوں میرے تمام پر تجلیٔ الٰہی سے جل کر راکھ ہو جائیں ؎

اگر یک سرِ مُوئے برتر پَرم
فروغِ تجلّے بسوزد پرم

یہ تو جنابؐ ہی کا حصّہ ہے۔ پھر حضرت جبرئیلؑ تو وہیں رہے مگر جناب محبوبِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم ملاءِ اعلےٰ پر پہنچے۔ سارے انبیاء و مرسلین اور حضرت جبرئیلؑ اور آنحضرتؐ سردار انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم بیت المقدس سے نماز کے بعد باہم مل کر آسمان پر چلے۔ آخر سارے انبیاء چھ آسمانوں تک گئے، آگے کوئی بھی نہ جا سکا۔ ساتویں آسمان پر سدرۃ المنتہیٰ کے قریب جبرئیلؑ بھی رہ گئے مگر حضورِ انورؐ سب سے اعلےٰ مقام پر پہنچے۔ حضورِ معلّٰی فرماتے ہیں کہ سات آسمان طے کرنے کے بعد میں ایک صاف اور سیدھے میدان میں

پہنچایا گیا۔ وہاں میرے خیال میں ایسی آواز آئی کہ جیسے کوئی کچھ لکھتا ہے۔ پھر اُسی وقت یہ ارشادِ عالی ہوا کہ اے مبارک نبیؐ ہم نے تمہاری اُمت پر روزانہ پچاس وقت کی نمازیں فرض کیں۔ پیارے نبیؐ جاؤ تم بھی اِن نمازوں کو پڑھو اور اپنی اُمت کو بھی ہدایت کرو۔ اس وقت حضورؐ سراپا نور جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم محوِ تجلیاتِ الٰہی تھے، پچاس نمازوں کا حکم لے کر چلے آئے مگر چھٹے آسمان پر واپس آتے ہوئے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پوچھا کہ یا حضرت کیا کیا حکم احکام ملے۔ آپؐ نے فرمایا کہ پچاس وقت کی نمازیں ایک دن میں پڑھنے کے لئے ارشاد ہوا ہے۔ عرض کیا کہ یا حضرتؐ جلد واپس چلئے اور معاف فرمایئے۔ ایک دن میں پچاس نمازیں کس طرح ادا ہوں گی۔ بنی اسرائیل سے دو نمازیں ادا نہیں ہوئیں۔ آپ کی اُمت سے پچاس نمازیں کس طرح پڑھی جائیں گی۔ یہ سن کر آپؐ وہیں پہنچے جہاں پہلے نمازیں فرض ہوئی تھیں۔ الغرض پانچ دفعہ کی شفاعت سے پینتالیس نمازیں معاف ہو کر پانچ باقی رہیں اور ساتھ ہی اللہ پاک کی طرف سے ارشاد ہوا کہ اے پیارے نبیؐ نہ ہمارے سخن بدلے جاتے ہیں اور نہ ہم کسی پر ظلم کرنا یا زیادہ مشقت ڈالنا پسند کرتے ہیں، پیارے نبیؐ تم اور تمہاری اُمت پانچ نمازیں پڑھیں۔ ہم پانچ کی وہی پچاس لکھتے رہیں گے مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نہایت شاد و خوش ہو کر واپس آئے، پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا کہ اے حبیبِ خدا کچھ اور کم کراؤ۔ بنی اسرائیل کو میں آزما چکا ہوں۔ اُن سے دو نمازیں ادا نہیں ہوتی

تھیں۔ آپ کی اُمت سے یہ پانچ کیونکر ادا ہوں گی؟ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ موسیٰؑ اب تو مجھے حضوری میں جاتے ہوئے شرم آتی ہے۔ موسیٰؑ پچاس کی پانچ رہیں اور کہاں تک کم ہوں گی۔ یہ سُن کر حضرت موسیٰؑ بھی خاموش ہو گئے اور پانچ نمازوں کا حکمِ الٰہی قائم و محکم ہوگیا۔

نکتہ حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم جنابِ باری میں نمازیں معاف کرانے کے لئے پانچ مرتبہ تشریف لے گئے تھے اور ہر دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیدارِ الٰہی اور موسیٰ علیہ السلام سے ہم کلامی نصیب ہوئی تھی۔ اسی طرح جو لوگ مسجدوں میں پنج وقتہ نماز ادا کرنے کو حاضر ہوتے ہیں انہیں بھی پانچ دفعہ دیدارِ الٰہی اور ہم کلامی کا موقع ملتا ہے۔

حدیث شریف میں وارد ہے کہ جب بندہ نماز کی نیّت باندھتا ہے تو رب العالمین سامنے تشریف لاتا ہے۔ جب کوئی کم نصیب نماز کے اندر اپنی نگاہ دوسری طرف لے جاتا ہے تو وہ مولے فرماتا ہے کہ اے بندے ہم تیرے سامنے ہیں تو ہمیں نہیں دیکھتا۔ کیا کوئی شے ہم سے بھی زیادہ خوبصورت اور عزیز تجھے نظر آگئی جو ہمیں چھوڑ کر اُدھر چلا گیا۔ اِدھر آ۔ ہمیں نہ چھوڑ۔ ہمارا چھوڑنے والا فلاح نہیں پاتا۔

دُرِّ منثور۔ حضور کا ارشاد ہے کہ حق تعالےٰ شانہٗ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے تمہاری اُمّت پر پانچ نمازیں فرض کی ہیں اور میں نے اس کا عہد کر لیا ہے کہ جو شخص ان پانچوں نمازوں کو وقت پر ادا کرنے کا اہتمام کرے اس کو اپنی ذمّہ داری پر جنّت میں داخل کروں گا اور جو شخص ان نمازوں کا اہتمام نہ کرے تو مجھ پر اس کی

کوئی ذمہ داری نہیں۔

حضور اقدس سید البشر فخر رسل صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں بتلائی ہے اور وصال کے وقت آخری وصیت جو فرمائی ہے اس میں نماز کے اہتمام کا حکم فرمایا ہے (کنز العمال) متعدد حدیثوں میں اس کی وصیت مذکور ہے منجملہ ان کے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ آخری وقت میں جب زبانِ مبارک سے پورے لفظ نہیں نکل رہے تھے اس وقت بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز اور غلاموں کے حقوق کی تاکید فرمائی تھی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی یہی نقل کیا گیا کہ آخری کلام حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا نماز کی تاکید اور غلاموں کے بارے میں اللہ سے ڈرنے کا حکم تھا (جامع صغیر)

حکایت ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے نجد کی طرف جہاد کے لیے لشکر بھیجا جو بہت جلد واپس آگیا اور ساتھ ہی بہت سا مالِ غنیمت لے کر آیا۔ لوگوں کو بڑا تعجب ہوا کہ اتنی ذرا سی مدت میں ایسی بڑی کامیابی اور مال و دولت کے ساتھ واپس آگیا۔ حضور نے ارشاد فرمایا کہ میں تمہیں اس سے بھی کم وقت میں اس مال سے بہت زیادہ غنیمت اور دولت کمانے والی بتاؤں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو صبح کی نماز میں جماعت میں شریک ہوں اور آفتاب نکلنے تک اسی جگہ بیٹھے رہیں آفتاب نکلنے کے بعد (جب مکروہ وقت جو تقریباً بیس منٹ رہتا ہے) نکل جائے تو دو رکعت (اشراق کی) نماز پڑھیں یہ لوگ بہت تھوڑے سے وقت میں بہت زیادہ دولت کمانے والے ہیں۔

نزہۃ المجالس۔ حضرت شقیق بلخی مشہور صوفی اور بزرگ ہیں، فرماتے

ہیں کہ ہم نے پانچ چیزیں تلاش کیں اور ان کو پانچ جگہ پایا۔ روزی کی برکت چاشت کی نماز میں ملی اور قبر کی روشنی تہجد کی نماز میں ملی۔ منکر نکیر کے سوال کا جواب طلب کیا تو اس کو قرأت میں پایا اور پل صراط کا سہولت سے پار ہوتا روزے اور صدقے میں پایا اور عرش کا سایہ خلوت میں پایا۔

حضرت ابو درداءؓ فرماتے ہیں کہ جب آندھی چلتی تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فوراً مسجد میں تشریف لے جاتے تھے اور جب تک آندھی بند نہ ہو جاتی مسجد سے نہ نکلتے۔ اسی طرح جب سورج یا چاند کو گرہن ہو جاتا تو حضور فوراً نماز کی طرف متوجہ ہو جاتے۔ حضرت صہیب رضی اللہ عنہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ پہلے انبیاء کا بھی یہی معمول تھا کہ ہر پریشانی کے وقت نماز کی طرف متوجہ ہو جاتے تھے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ سفر میں تھے۔ راستہ میں اطلاع ملی کہ بیٹے کا انتقال ہو گیا۔ اونٹ سے اترے، دو رکعت نماز پڑھی پھر اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ پڑھا اور پھر فرمایا کہ ہم نے وہ کیا جس کا اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے اور قرآن پاک کی آیت وَاسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوۃِ تلاوت کی۔

حکایت ۔ ایک اور قصہ اسی قسم کا نقل کیا گیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ تشریف لے جا رہے تھے۔ راستے میں ان کے بھائی قثم کے انتقال کی خبر ملی، راستہ سے ایک طرف ہٹ کر اونٹ سے اترے، دو رکعت نماز پڑھی اور التحیات میں بہت دیر تک دعائیں پڑھتے رہے۔ اس کے بعد اٹھے اور اونٹ

پر سوار ہوئے اور قرآن پاک کی آیت وَاسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوۃِ وَ اِنَّھَا لَکَبِیْرَۃٌ اِلَّا عَلَی الْخٰشِعِیْنَ تلاوت فرمائی (ترجمہ) اور مدد حاصل کرو صبر کے ساتھ اور بے شک وہ نماز دشوار ضرور ہے مگر جن کے دلوں میں خشوع ہے اُن پر کچھ دشوار نہیں۔

انہی کا ایک اور قصہ ہے کہ ازواجِ مطہرات میں سے کسی کے انتقال کی خبر ملی تو سجدے میں گر گئے کسی نے دریافت کیا کہ یہ کیا بات تھی؟ آپ نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہم کو یہی ارشاد تھا کہ جب کوئی حادثہ دیکھو تو سجدہ میں (یعنی نماز میں) مشغول ہو جاؤ۔ اس سے بڑا حادثہ اور کیا ہو گا کہ ام المومنین کا انتقال ہو گیا (ابو داؤد)

وہب بن منبہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ سے حاجتیں نماز کے ذریعے سے طلب کی جاتی ہیں اور پہلے لوگوں کو جب کوئی حادثہ پیش آتا تھا تو وہ نماز ہی کی طرف متوجہ ہوتے تھے۔ جس شخص پر بھی کوئی حادثہ گزرتا وہ جلدی سے نماز کی طرف رجوع کرتا۔

زواجر مکی۔ حضرت جعفر بن محمد اپنے باپ وہ اپنے دادا حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ نماز اللہ تعالیٰ کی خوشنودی، فرشتوں کی دوستی، پیغمبروں کا طریقہ، معرفت کا نور، ایمان کی اصل، دعا کی اجابت، اعمال کی قبولیت، رزق کی برکت، دشمنوں کا ہتھیار، شیطان کی کراہت، ملک الموت کے درمیان شفاعت، قبر میں قیامت تک چراغ ہے۔ قیامت کے دن سایہ اور تاج ہو کر سر پر اور لباس ہو کر بدن پر اور

نور ہو کر نمازی کے سامنے دوڑے گی، دوزخ میں آڑ، پروردگار کے حضور حجت اور سند ہوگی، اعمال تولنے کے وقت وزنی، پل صراط سے پار اتارنے والی بہشت کی کنجی ہوگی بے شک نماز، تسبیح اور تحمید اور تقدیس اور تمجید اور قرأت اور دعا ان سب چیزوں پر شامل ہے، سب عملوں میں بہتر عمل وہی ہے کہ نماز اس کے وقت پر ادا کرے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالےٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ اللہ تعالےٰ شانہٗ کے یہاں سب سے زیادہ محبوب عمل کون سا ہے؟ ارشاد فرمایا کہ نماز۔ میں نے عرض کیا کہ اس کے بعد کیا ہے؟ ارشاد فرمایا کہ والدین کے ساتھ حسنِ سلوک۔ میں نے عرض کیا اس کے بعد کون سا ہے؟ ارشاد فرمایا جہاد۔

مُلا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں علماء کے اس قول کی دلیل ہے کہ ایمان کے بعد سب سے مقدم نماز ہے۔ اس کی تائید اس حدیثِ صحیح سے بھی ہوتی ہے جس میں ارشاد ہے الصَّلٰوۃُ خَیْرُ مَوْضُوْعٍ یعنی بہترین عمل جو اللہ تعالےٰ نے بندوں کے لئے مقرر فرمایا ہے وہ نماز ہے۔ اس کے علاوہ یہ مضمون کثرت سے صاف اور صحیح حدیثوں میں نقل کیا گیا ہے کہ تمہارے اعمال میں سب سے بہتر عمل نماز ہے چنانچہ جامع صغیر میں حضرت ثوبان، ابن عمرو، سلمہ، ابو امامہ، عبادہ رضی اللہ عنہم پانچ صحابہ سے یہ حدیث نقل کی گئی ہے اور حضرت ابن مسعود و انس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اپنے وقت پر نماز کا پڑھنا افضل ترین عمل نقل کیا گیا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپ نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا بتاؤ اگر کسی شخص کے دروازے پر ایک نہر جاری ہو جس میں وہ پانچ مرتبہ روزانہ غسل کرتا ہو کیا اس کے بدن پر کچھ میل باقی رہے گا۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ کچھ بھی باقی نہیں رہے گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہی حال پانچوں نمازوں کا ہے، اللہ جل شانہٗ ان کی وجہ سے گناہوں کو زائل کر دیتا ہے۔ (ترغیب)

حضرت جابر رضی اللہ تعالٰے عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ پانچوں نمازوں کی مثال ایسی ہے کہ کسی کے دروازے پر ایک نہر ہو جس کا پانی جاری ہو اور بہت گہرا ہو اور وہ شخص اس میں روزانہ پانچ دفعہ غسل کرے (ترغیب)

الترغیب والترہیب میں لکھا ہے کہ اللہ تعالٰے فرماتا ہے کہ نماز اس شخص کی قبول ہوتی ہے جو میری بزرگی اور عظمت کے واسطے پڑھتا ہے اور دنیا کے دکھانے کو دراز نہیں کرتا، اور دن رات گناہوں میں نہیں گزارتا بلکہ میری یاد و ذکر میں کاٹتا ہے، بیوہ عورتوں اور یتیموں مسکینوں مسافروں پر رحم کرتا ہے۔ اس کا نور آفتاب کے نور کے برابر ہوگا، اس کو عزت کا لباس پہناؤں گا، فرشتے اس کی حفاظت کریں گے، اس کو ظلمت اور تاریکی سے نکال کر روشنی اور نور بخشونگا، جہالت سے چھڑا کر علم و حلم عنایت کروں گا۔ جنتوں میں جیسے جنت الفردوس افضل ہے اسی طرح جنتیوں میں وہ شخص افضل ہوگا، نماز نیکی اور ثواب کی راہ دکھاتی ہے، نماز کا اجر نور ہے۔ قیامت کو اپنے صاحب کی شفاعت کرے گی۔

منبہات ابن حجرؒ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ نماز دین کا ستون ہے۔ اور اس میں دس خوبیاں ہیں۔ چہرے کی رونق ہے، دل کا نور ہے۔ بدن کی راحت اور تندرستی کا سبب ہے، قبر کا انس ہے۔ اللہ کی رحمت اترنے کا ذریعہ ہے۔ آسمان کی کنجی ہے۔ اعمال ناموں کی ترازو کا وزن ہے کہ اس سے نیک اعمال کا پلڑا بھاری ہو جاتا ہے، اللہ کی رضا کا سبب ہے، جنت کی قیمت ہے اور دوزخ کی آڑ ہے۔ جس شخص نے اس کو قائم کیا اس نے دین کو قائم رکھا اور جس نے اس کو چھوڑا اپنے دین کو گرا دیا۔

زواجر مکیؒ۔ سورۂ عنکبوت کی تفسیر میں علامیؒ لکھتے ہیں کہ پانچوں وقت کی نماز موحد مومنوں کے لئے شادی اور کتخدائی ہے۔ جیسے شادی میں طرح طرح کے کھانے اور نعمتیں ہیں۔ نماز میں بھی اسی طرح قسم قسم کی عبادتیں اور بندگیاں ہیں۔ جس وقت بندہ دو رکعت نماز پڑھتا ہے اللہ تعالے فرماتا ہے اے بندے تو اپنی عاجزی اور ضعف کے ساتھ طرح طرح کی عبادتیں از روئے قیام و رکوع و سجود و قرأت و تہلیل و تحمید میری درگاہ میں نذر لایا، چونکہ میں جلال و عظمت رکھتا ہوں مجھ کو سزاوار نہیں ہے کہ تجھ کو جنت سے منع کردوں جس میں طرح طرح کی نعمتیں ہیں۔ جس طرح تو نے میری عبادت کی اور میری وحدانیت کو پہچانا ایسے ہی میں نے بھی تجھ کو اپنے کرم اور بخشش سے سرفراز کیا۔ بے شک میں لطیف و رحیم و کریم ہوں، تجھ کو اور تیری نیکیوں کو اپنی رحمت سے قبول کیا اور بے شک جو کافر ہیں وہی میرے عذاب میں گرفتار ہوں گے۔ اور اے میرے بندے تو تو میرے سوا کسی کو معبود نہیں جانتا۔ تیری ہر رکعت کے واسطے جنت میں ایک حور

ہنے جو تیرے ہر سجدے کے لئے تیرے دیدار کی منتظر ہے ۔

درۃ البیان ۔ حضرت دانیال علیہ السلام اپنے زمانہ میں اُمّتِ محمدیہ کی نماز کی تعریف کرتے اور یہ فرماتے تھے کہ اُمّتِ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسی نمازیں پڑھے گی کہ اگر نوح علیہ السلام کی قوم ایسی نماز پڑھ لیتی تو ہرگز طوفان میں غرق نہ ہوتی، اور اگر ہود علیہ السلام کی اُمّت ایسی نماز پڑھتی تو کبھی ہوا کے عذاب میں مبتلا ہو کر غارت نہ ہوتی، اور اگر قومِ ثمودؑ اور حضرت صالح علیہ السلام کی اُمّت اس طرح کی نماز پڑھ لیتی تو کبھی زلزلے اور چیخ کے صدمے سے غارت نہ ہوتی

مجالسِ سنیہ ۔ ایک دفعہ حضرت عیسٰی علیہ السلام دریا کے کنارے کنارے جا رہے تھے، دفعتہً آپ کی نظر ایک سفید نورانی رنگ کے جانور پر پڑی دیکھتے کیا ہیں کہ وہ جانور دریا کی میلی کیچڑ میں لوٹ پوٹ ہو رہا ہے جس سے اس کا بدن میلا ہو گیا ۔ پھر وہ جانور وہاں سے نکل کر دریا میں نہایا جس سے وہ پھر اُجلا ہو گیا ۔ تھوڑی دیر میں اس جانور نے پانچ مرتبہ ایسا ہی کیا ۔ تب حضرت عیسٰی علیہ السلام کو جانور کے اس فعل سے تعجب ہوا ۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آپ کو متعجب دیکھ کر فرمایا کہ یا حضرتؑ یہ جانور جو آپ کو دکھایا ہے یہ اُمّتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نمازیوں کی مثال ہے اور یہ کیچڑ ان کے گناہوں کی مثال ہے اور یہ دریا اُن کی نمازوں کی مثال ہے ۔ یہ کیچڑ میں لوٹنا ان کے گناہ کرنے کی مثال ہے ۔ پس جس طرح یہ جانور کیچڑ میں لوٹا اور نہا کر اُجلا ہو گیا اسی طرح اُمّتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گنہگار ان نمازوں کے سبب

اپنے گناہوں سے پاک وصاف ہوجائیں گے۔

روح البیان۔ عاصم بن یوسفؒ نے حضرت حاتم اصمؒ سے پوچھا کہ آپ نماز کس طرح پڑھتے ہیں۔ حضرت حاتم اصمؒ نے فرمایا کہ جب نماز کا وقت آتا ہے تو بڑی احتیاط سے وضو کرتا ہوں اور نماز کے لیئے جائے نماز پر کھڑا ہوتا ہوں اور کعبہ کو اپنے منہ کے سامنے اور اللہ پاک کو اپنے سر پر حاضر جانتا ہوں جنّت کو داہنی طرف اور دوزخ کو اپنے بائیں طرف اور ملک الموت کو اپنے پیچھے خیال کرتا ہوں۔ پھر اس نماز کو اپنی آخری نماز سمجھتا ہوں اور بڑی تعظیم سے اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہتا ادب سے قرآت پڑھتا ہوں۔ اور بڑے غور و فکر سے قرآن مجید سنتا اور سمجھتا ہوں۔ پھر نہایت تواضع سے رکوع کرتا ہوں اور نہایت ذلت وعاجزی سے سجدہ کرتا ہوں اور نہایت انکسار سے گردن جھکا کر التحیات پڑھتا ہوں۔ پھر پوری امید کے ساتھ سلام پھیرتا ہوں اور خوفِ الٰہی کو اپنے دل میں جگہ دیتا ہوں۔ نماز کے قبول ہونے کی اُمید اور نہ قبول ہونے کا ڈر دل میں رکھ کر کھڑا ہوجاتا ہوں اور آئندہ تمام عمر ایسی ہی نماز پڑھنے کا عہد کرتا ہوں۔ پورے تیس ۳ سال سے اسی طرح کی نماز پڑھ رہا ہوں۔ عاصم بن یوسفؒ یہ سن کر بہت روئے اور کہا کہ اے پاک ذات ہمیں بھی ایسی نماز پڑھنے کی توفیق عنایت فرما۔

لطائف المنن للشعرانی۔ جب کوئی بندہ نماز پڑھے اور وہ نماز قبول ہوجائے تو اس نماز کے نور سے ایک فرشتہ پیدا کیا جائے گا۔ وہ فرشتہ قیامت تک نماز ہی پڑھتا رہے گا اور اس نماز کا ثواب اس نمازی کو ملے گا۔

نکتہ اللہ پاک نے انسان میں پیدائش کے کئی مادّے رکھے ہیں۔

غذا سے خون پیدا ہوا اور خون سے انسان کی جسمانی قوتیں بنیں۔ اور کبھی خون سے نطفہ بنایا، نطفہ سے بچّہ پیدا ہوا۔ اور کبھی خون سے دماغ بنا اور دماغ میں نماز کا خیال پیدا ہوا۔ ایک حدیث شریف میں آیا ہے کہ انسان کی اولاد اِس کی بہتر کمائی ہے۔ دوسری حدیث شریف میں یوں آیا ہے کہ مسلمان کیلئے صدقہ جاریہ جو مرنے کے بعد بھی جاری ہے وہ نیک فرزند ہے جو ہر وقت اپنے ماں باپ کے لئے دعائے خیر کرتا رہے۔ پس جس طرح وہ اولاد جو جسمانی ناپاک نطفہ سے پیدا ہوئی ہے اُس کی عبادت کا ثواب ماں باپ کو ملتا ہے۔ اسی طرح انسان کے رُوحانی نطفہ یعنی نماز کے نور سے جو فرشتہ پیدا ہوا ہے اُس کی عبادت کا ثواب اُس نمازی کو ضرور ملے گا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب حج الوداع میں تشریف لائے تو ایک عورت نے اپنا چھوٹا سا بچّہ گود میں لیا اور حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھا کر عرض کیا کہ اَلِھٰذا حجۃ یا رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم یعنی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا اس بچّے کا بھی حج ہو جائے گا۔ حضورؐ نے فرمایا کہ ہاں اس کا بھی حج ہو جائے گا وَلَکِ اَجرُھا مگر اس کا ثواب تجھ کو ملے گا۔ چونکہ بچّہ معصوم تھا ثواب کی ضرورت نہ رکھتا تھا اس لئے ضرورت مند یعنی ماں کو اس کے پالنے کے صلہ میں بچّہ کی عبادت کا ثواب عطا کیا گیا۔ اسی طرح جو فرشتہ نمازی کے رُوحانی نطفہ سے پیدا ہوا ہے وہ بالکل معصوم ہے اور وہ ثواب کا محتاج نہیں ہے پس اس فرشتہ کی عبادت کا ثواب اس کے رُوحانی ماں باپ یعنی نمازی کو مل جائے گا۔

نمازی کو اپنی نماز میں اسلام کے پانچوں ارکان کلمۂ طیّبہ، نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ کا ثواب ملتا ہے۔

نماز جو کہ تمام اصولِ اسلام میں شامل ہے اس میں توحید اور رسالت کا ثبوت التحیات سے ہے کہ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ اور نماز کا ثبوت اس طرح پر کہ نماز کے معنی گیلی لکڑی کو آگ میں گرم کر کے سیدھی کرنا ہے اسی طرح نمازی بھی اپنی نماز میں خدا کی عظمت سے اور تجلّی بھری تسبیحوں سے اور اس پاک ذات کے پاک کلام کی تلاوت کی گرمی اور حرارت سے اپنے ٹیڑھے اخلاق کو سیدھا کر لیتا ہے۔ اور روزہ کا ثبوت اس طور پر کہ جس طرح روزہ دار کے لئے کھانا اور پینا منع ہے اسی طرح نمازی کے لئے بھی نماز میں کھانا اور پینا منع ہے اور حج کا ثبوت اس طرح پر کہ حج کا مطلب بیت اللہ شریف کے ارادہ کرنے کا ہے یعنی قصد بیت اللہ کا اور نماز میں بھی یہی شرط ہے کہ بیت اللہ شریف کی طرف متوجّہ ہو۔ اور زکوٰۃ کا ثبوت اس طرح پر کہ زکوٰۃ ادا کرنے سے باقی کا مال پاک اور صاف ہو جاتا ہے۔ اسی طرح نمازی جب نماز کے لئے کھڑا ہوتا ہے تو اس کے سارے گناہ اس کے سر پر رکھّے جاتے ہیں۔ پھر جب وہ رکوع میں جاتا ہے تو سارے گناہ گر جاتے ہیں، اور جب نمازی نماز سے فارغ ہوتا ہے تو تمام گناہوں سے پاک اور صاف ہو جاتا ہے۔ سو جس طرح زکوٰۃ سے مال پاک ہو گیا اسی طرح خدا کے سامنے ہاتھ باندھ کر کھڑے ہونے سے نمازی تمام گناہوں سے پاک اور صاف ہو گیا۔

زوا جرمکیؔ۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جس وقت بندہ

نماز کو تیار ہو کر اَللّٰہُ اَکْبَر کہتا ہے ایسا پاک ہو جاتا ہے جیسے اپنی ماں کے پیٹ سے اسی وقت پیدا ہوا جب اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْم کہتا ہے اس کے بدن کے ہر ایک بال کے برابر ثواب ملتا ہے۔ جس وقت اَلْحَمْدُ پڑھتا ہے حج و عمرہ کا ثواب پاتا ہے۔ جب رکوع کرتا ہے اپنے بدن کے برابر سونا چاندی خیرات کرنے کا ثواب پاتا ہے۔ جب سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْم کہتا ہے تو آسمانی کتابوں کے پڑھنے کے برابر ثواب پاتا ہے۔ جس وقت سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ کہتا ہے حق تعالےٰ اس کو رحمت کی نظر سے دیکھتا ہے۔ جس وقت سجدہ کرتا ہے اس کو انسان اور جنات کی تعداد کے برابر نیکیاں ملتی ہیں۔ جب سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی کہتا ہے ہر سورت اور آیت کے برابر خدا کی راہ میں غلام آزاد کرنے کا ثواب پاتا ہے۔ جس وقت اَلتَّحِیَّاتُ پڑھتا ہے تمام صبر کرنے والوں کا اجر و ثواب پاتا ہے۔ جب سلام پھیرتا ہے اس کے لئے جنت کے دروازے کھل جاتے ہیں جس دروازے سے چاہے گا بہشت میں داخل ہوگا۔

تنبیہ (ابواللیث سمرقندیؒ) سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ نمازی کے لئے تین کرامتیں ہیں نمازی جب نماز کے لئے کھڑا ہوتا ہے تو اس کے سر سے لے کر آسمان تک رحمتِ الٰہی کی گھٹا چھا جاتی ہے اور نیکیاں بارش کی طرح برسائی جاتی ہیں۔ دوسرے یہ کہ فرشتے نمازی کے قدموں سے لے کر آسمان تک اس کے چاروں طرف جمع ہوتے ہیں اور اس کی زیارت کرتے ہیں۔ تیسری بات یہ ہے کہ ایک فرشتہ پکارتا ہے اے نمازی اگر تو دیکھ

سے کہ تیرے پاس کون ہے اور تو کس سے باتیں کر رہا ہے تو واللہ قیامت تک نماز کا سلام نہ پھیرے۔ نماز ہی میں مشغول رہے یہاں تک کہ مر جائے اور پھر بھی بس نہ کرے۔

حکایت۔ جناب سید المرسلین رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کفار قریش کے ہاتھوں سخت سے سخت تکلیفیں اٹھائیں مگر ان کے لئے بددعا نہیں فرمائی۔ صرف ایک دفعہ جب کہ سرور دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خانہ کعبہ کے سامنے نماز پڑھتے تھے اور کفار قریش آپ کی نماز میں حارج ہوئے اور انہوں نے اونٹ کی ناپاک اوجھڑی آپ کے اوپر لا رکھی اور آپ کی نماز خراب کر دی تو اس وقت آپ نے ان لوگوں کے لئے جو اس برے فعل کے مرتکب ہوئے تھے ضرور بددعا فرمائی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ نماز آپ کی روحانی غذا تھی۔ آپ ہی کا ارشاد ہے کہ نماز میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔ آپ کی طبیعت اور جبلت کا تقاضا نماز پڑھنا تھا کیونکہ آپ کا اصلی مقام جناب رب العزت ہے اور نماز آپ کے لئے اپنے اصلی مقام کی سیر تھی۔

پس جب کسی شے کو اپنی اصلی جگہ کی طرف جانے اور سیر کرنے سے منع کیا جاتا ہے تو بالضرور وہ منع کرنے والا خطرہ میں پڑتا ہے اور اکثر ہلاک بھی ہو جاتا ہے۔ غور کرو کہ پانی، ہوا، آگ اگر ان میں سے کسی کو ان کے مقام پر جانے سے روکا جائے تو ان کے اندر نہایت سختی اور زور پیدا ہوتا ہے۔ مثلاً بجلی کی کڑک کی وجہ یہ ہے کہ جس وقت زمین کے لطیف بخارات آسمان کی جانب جانا چاہتے ہیں تو زمین کے کثیف بخارات جو زمین اور آسمان کے درمیان جمع

ہیں ان کو روکتے ہیں۔ تب یہ لطیف بخارات اس رکاوٹ کی وجہ سے نہایت سخت ہو جاتے ہیں اور بہت زور کے ساتھ اپنے مقام کی طرف جاتے ہیں۔ اس زور اور شدّت کی وجہ سے یہ کڑک اور ہولناک آواز پیدا ہوتی ہے اور اکثر بجلی زمین پر گر جاتی ہے۔

اسی طرح جب کفار نے حضور پُرنور سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نماز سے روکا اور آپ اُس وقت اپنے اصلی مقام کی طرف رجوع فرما تھے تو فوراً آپ کو غیظ و غضب پیدا ہوا اور بد دعا کی۔ بجلی آپ کے دہن مبارک سے نکل کر باہر آئی کہ اللھم علیک بعتبۃ وشیبۃ وربیعۃ وابی جھل اور فوراً روکنے والوں پر جا گری۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ تھوڑے عرصہ کے بعد وہ سارے کافر بدر میں مارے گئے۔ پس ان کافروں کے لئے بد دعا کرنا سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کمالات کا باعث تھا۔ ورنہ کفارِ قریش نے آپ کو قتل کرنا چاہا، وطن سے جلاوطن کیا، صدہا طرح کی اذیتیں پہنچائیں۔ ان سب کا بدلہ یہ تھا کہ جس دن آپ مکہ معظمہ فتح کرنے آئے تو کفارِ مکہ جو آپ کے قاتل تھے انہوں نے آپ سے پوچھا کہ آج اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے ساتھ کیا سلوک کرو گے۔ آپ نے فرمایا کہ میں تمہارے ساتھ وہ معاملہ کروں گا جو حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کے ساتھ کیا۔ تمہارے سب قصور معاف اور تمہیں کوئی تکلیف نہ دی جائے گی۔ باوجودیکہ اس وقت آپ بے حد جاہ و جلال کے مالک تھے اور اگر چاہتے تو ایک ایک قریشی کافر کو قتل کرا دیتے مگر آپ نے سب کو چھوڑ دیا۔ آپ نے جو غصہ فرمایا ہے تو فقط نماز سے روکنے پر فرمایا۔

مواہب لدنیہ۔ جنگِ اُحد کے ایام میں حضرت حنظلہ بن ابی عامرؓ کی شادی ہوئی تھی۔ جس رات آپ اپنی دلہن کو بیاہ کر لائے تھے آپ کی دلہن نے اُسی رات یہ خواب دیکھا کہ حضرت حنظلہؓ اُس کے پاس لیٹے ہوئے ہیں۔ یکایک ایک سفید نورانی ابر آسمان سے اتر آیا اور حضرت حنظلہؓ اس ابر میں سوار ہو گئے وہ ابر آپ کو لے کر آسمان کی طرف چلا اور آسمان کے دروازے کھل گئے۔ ابر ان کو لے کر اوپر چلا گیا۔ پھر آسمان کے دروازے بند ہو گئے۔ اور حضرت حنظلہؓ واپس نہ آئے۔ اس عورت نے اس خواب کو دیکھتے ہی جان لیا تھا کہ آپ عنقریب شہید ہونے والے ہیں۔ اُسی رات کو حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے منادی ہوئی کہ کفارِ مکہ مدینہ طیبہ پر حملہ کرنے والے ہیں صبح کو انہیں روکا جائے الرحیل الرحیل حضرت حنظلہؓ اس آواز کو سن کر محوِ دیدارِ الٰہی ہوئے۔ اس محویت میں آپ کو غسل کرنا یاد نہ رہا۔ اور اسی حالت میں معرکہ جنگ میں تشریف لے گئے اور اسی دن جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے شہید ہوئے۔ جب لڑائی ختم ہوئی تو ہتّر صحابی اور بھی آپ کے ساتھ شہید ہوئے۔ آنجنابؐ نے حکم دیا کہ شہیدوں کی لاشیں جمع کی جائیں۔ سب کی لاشیں مل گئیں مگر حضرت حنظلہؓ کی لاش نہ ملی۔ آپ کی لاش کا بہت کچھ پتہ لگایا مگر کہیں نظر نہ آئی۔ یکایک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو آسمان کی طرف نگاہ اٹھا کر ملاحظہ فرمایا تو قدرتِ الٰہی کا عجیب مشاہدہ نظر آیا کہ ایک تختہ چاندی کا آسمان و زمین کے درمیان بچھا ہوا ہے اور اس پر حضرت حنظلہؓ کی لاش کو فرشتوں نے لٹا رکھا ہے۔ اور ان کو آبِ رحمت سے غسل دے رہے ہیں

آپ اس وقت خیال فرما رہے تھے کہ خداوندا سارے شہیدوں میں صرف حضرت حنظلہؓ کو فرشتوں نے کیوں غسل دیا، شہید تو اور بھی تھے۔ جب آپؐ نے ان کی بیوی کو بلا کر پوچھا تو اُس نے عرض کیا یا حضرتؐ! حضرت حنظلہؓ کو غسل کی ضرورت تھی مگر جنابؐ کی منادی کی آواز سن کر شوقِ دیدارِ الٰہی میں محو ہو کر سب کچھ بھول گئے تھے۔ تب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک یہی وجہ ہے کہ فرشتے خاص حضرت حنظلہؓ کو غسل دے رہے ہیں۔ اسی دن سے آپ کا لقب غسیلِ ملائکہ ہوا ہے۔

نکتہ جب جہادِ اصغر میں کفار کی شمشیر سے شہید ہونے والوں کا یہ مرتبہ ہے تو نماز میں کہ جہادِ اکبر ہے اللہ اکبر کہہ کہ شمشیرِ ربّ قدیر سے شہید ہونے والوں کا کیا کچھ مرتبہ نہ ہوگا، عاقل را اشارہ کافیست۔

معالم التنزیل۔ حضرت انسؓ ذکر کرتے ہیں کہ ایک جوان انصاری قوم کا تھا کہ وہ نماز تو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے جماعت سے پڑھتا تھا پھر دُنیا بھر کے گناہ کرتا تھا۔ کسی نے یہ بات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہہ دی۔ آپؐ نے فرمایا کچھ ڈر نہیں ہے، ایسے مرضوں کے لئے بڑی دوا نماز ہے۔ وہ آپ سے آپ ہی سب کچھ چھوڑ دیگا، اتنے میں سُن لیا کہ وہ شخص تائب ہو کر راہِ راست پر ہو گیا ہے۔ یہ سن کر سیّدِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ہمیں تو پہلے سے اطمینان تھا، اُس کے آثار پہلے ہی بتا رہے تھے کہ وہ شخص نماز کے طفیل کسی نہ کسی روز کچھ ہو کر رہے گا۔ سو ہو گیا۔

نکتہ ایک دل میں دو مخالف خیال نہیں رہ سکتے۔ اس انصاری

جوان کو نماز سے بھی عشق تھا اور بُری باتوں کا بھی شوق تھا۔ اب نماز کے عشق کی آگ نے بُری باتوں کی خواہش کو جلا بُھنا کر خاک کر دیا۔

حضرات صوفیہ کا فرمان ہے کہ نفس کی خواہشوں کی جگہ دماغ ہے اور معرفت الٰہی اور ایمان کا مخزن دل ہے۔ نماز کا پڑھنا عشقِ الٰہی کی دلیل ہے اور گناہ کرنا نفس کی خواہشوں کی دلیل ہے۔ اب اس نمازی میں دو قسم کی آگ موجود تھی، ایک حرص و ہوا کی آگ، دوسرے عشقِ الٰہی کی آگ۔ پس نماز جو عشقِ الٰہی کی زبردست آگ تھی اُس نے نفسانی خواہش کی کمزور آگ کو جلا کر خاکستر اور فنا کر دیا۔

ارکانِ نماز

رکوع کے جُھکنے میں یہ حکمت ہے کہ جب نمازی کی عرضی پر قسم قسم کی ہدایتیں لکھی گئیں ان ہدایتوں کو نمازی نے سُن کر اللہ پاک کے سامنے کمر جھکا دی اور یہ تسبیح پڑھنے لگا کہ سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْم۔ سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْم۔ سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْم ط یعنی خداوندا تیری ذات پاک بڑی سرکار ہے۔ میں گنہگار ہوں۔ زیاں کار تیرا خانہ زاد غلام ہوں۔ تب اس پاک ذات کی طرف سے ارشاد ہُوا کہ جاؤ ہم نے تمہاری کمر کا بوجھ اور گناہوں کی گٹھڑی کو دُور کیا۔

کنز العمال۔ سلطان الانبیاء حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جس وقت بندہ نماز کے لِئے کھڑا ہوتا ہے تو اُس کے سارے گناہ باندھ کر اس کے سر پر رکھے جاتے ہیں۔ جب یہ رکوع میں جاتا ہے تو سارے گناہ گر جاتے ہیں۔ نمازی جب نماز سے فارغ ہُوا تو گناہوں سے پاک و صاف ہو

جاتا ہے۔ بندہ گنہگار خوش ہوتا ہوا کھڑا ہوتا ہے اور زبان سے کہتا ہے سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ یعنی سُن لیا مولےٰ نے جو کچھ اُس کی جناب میں عرض کیا گیا۔

مجالسِ سنیہ۔ عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ میں نے جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے سنا کہ جب بندہ نماز میں رکوع کے درمیان جاتا ہے تو وہ نمازی اپنے وزن کے برابر سونا خیرات کرنے کا ثواب پاتا ہے اور جب رکوع میں سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْم کہتا ہے تو ساری آسمانی کتابوں کے پڑھنے کا ثواب پاتا ہے۔

وجہ یہ ہے کہ جب انسان اپنے معبود کے سامنے اس کی تعظیم ادا کرنے کے لئے انسانی ہیئت چھوڑ کر رکوع میں چوپائے کی صورت بنا اس پاک ذات نے اسے قبول فرمایا اور عزت بخشی اور اُس کے وزن کے برابر سونا نچھاور کیا۔ پھر اس کا ثواب اس نمازی کے نامۂ اعمال میں لکھا اور ایک سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْم کی تسبیح کو ثواب میں تمام آسمانی کتابوں کی تلاوت کے برابر کر دیا۔ سچ ہے کہ من تواضع اللہ رفعہ اللہ یعنی جو اللہ پاک کے لئے جھکے گا اللہ پاک اس کا مرتبہ بلند کرے گا۔

سجدہ کرنے میں یہ حکمت ہے کہ نمازی کو کچھ عرصہ اللہ پاک کی حضوری میں کھڑے کھڑے ایک خاص حالت طاری ہوئی تھی۔ قُربِ الٰہی کے نور کا اثر دل پر گرا ہوا تھا۔ نور اور سرور دل پر پیدا ہوتا چلا تھا۔ اور یہ گنہگار جس وقت گناہوں کی معافی کے لئے رکوع میں جھکا تھا تو کسی قدر جلال و جمالِ الٰہی کے

ندائے پوچھا تھا۔ اے محمود تم نے یہ جو پڑھا تھا اس کے معنی کیا ہے
خیال کیا کہ جب تک نماز کی حقیقت نہیں سمجھتے تو نماز نہیں پڑھتے
کیا حاصل ہوگا۔ چنانچہ پھر سجدے میں گر گیا۔

جب سجدے سے سر اٹھایا۔ تو سوچا کہ سجدے کی حقیقت کیا ہے
یعنی سجدہ کرنے والا اس پاک ذات کے قدموں میں سجدہ کرتا ہے وہ اس سے
نزدیک ترین ہو جاتا ہے۔

تب میں نے پوچھا کہ سجدے میں سبحان ربی الاعلیٰ پڑھتے ہیں
کا مطلب ہے۔ تو کہا میرا رب پاک ہے اور بلند ہے۔ میں نے پوچھا دلیل کس طرح
اس کی شان عالی بیان کرتے ہیں۔ اس پاک ذات نے مجھے اس خاک سے
پیدا کیا۔

تب ارشاد ہوا کہ اے بندے خاک کے تم سب کو دکھاؤ کہ تم نے
تمہیں کس طرح اس خاک سے پیدا کیا۔ یہ سن کر بندہ فوراً اللہ اکبر کہتا ہوا
خاک سے اٹھا یعنی سجدے سے سر اٹھایا۔ اس پاک ذات کی طرف سے ارشاد
ہوا کہ اے بندہ اس زندگی پر مغرور نہ ہونا تمہیں پھر اس خاک میں ملنا ہوگا۔ جاؤ
دوسرا سجدہ کرو۔ پھر خاک میں مل کر دکھاؤ کہ بندہ مر کر کس طرح خاک میں ملتا ہے۔
یہ سنتے ہی نمازی فوراً اللہ اکبر کہتا ہوا سجدے میں گر گیا اور وہی پہلی تسبیح
ادا کی۔ پھر اس پاک ذات کی طرف سے ارشاد ہوا کہ ہم دوبارہ مارنے کے
بعد پھر زندہ کریں گے۔ بندہ سیدھا اللہ اکبر کہتا ہوا کھڑا ہوا کہ دیکھو اس طرح
خاک سے زندہ ہو کر قیامت میں کھڑے کئے جائیں گے لیکن جو کچھ نمازی کی آنکھوں

نے دیکھا اور دل میں ذوق و شوق پیدا ہوا اس نے اب دوبارہ حضوری میں حاضر ہونے کی عرضی پیش کی، چنانچہ عرضی پیش ہوئی اور بلایا گیا اور وہی پہلی دفعہ یعنی پہلی رکعت نماز کی طرح پیشی ادا کرتا رہا۔

نکتہ یہ مسئلہ ہے کہ سجدہ میں جانے کے وقت پہلے گھٹنے زمین پر ٹیکیں، پھر ہاتھ، پھر منہ، اور بلا عذر اس کے خلاف کرنا سخت مکروہ ہے اور سجدے سے اٹھنے کے وقت پہلے سر اٹھے، پھر ہاتھ، پھر گھٹنے۔ اس میں حکمت یہ ہے کہ سجدے میں جانا ظاہر اور باطن میں موت اور فنا کی صورت ہے قیام کی نسبت سجدہ بالکل پستی اور فنا ہے، پھر گنہگار کا سجدہ کرنا گناہوں کی معافی کے لئے باطنی طور پر فنا ہے۔

جب سجدہ میں جانا موت اور فنا کے ہم شکل ہے تو انسان کی موت کی صورت یہ ہے کہ پہلے گھٹنوں کی جان نکلتی ہے، پھر ہاتھوں کی، پھر سینہ کی، پھر سر اور منہ کی۔ اس لئے سجدے میں جانا موت کے ہم شکل ہوا۔ اور سجدے سے اٹھنا ظاہری طور پر بقا ہے، اور باطنی طور پر گناہ معاف کرا کر اٹھنا وہ بھی ایک طرح کی باطنی بقا ہے تو معلوم ہوا کہ سجدے سے اٹھنا زندگانی کی صورت ہے۔

پس مناسب ہوا کہ سجدے سے اٹھنے والا بھی اسی صورت میں اٹھے جس طرح حضرت آدم علیہ السلام کو زندگی ملی تھی سب سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام کے سر مبارک میں جان داخل ہوئی تھی، پھر ہاتھوں میں، پھر گھٹنوں میں، پس سجدے سے سر اٹھانے والا بھی پہلے سر اٹھائے، پھر ہاتھ، پھر گھٹنے۔

کنز العمال۔ جب آدمی سجدہ کرتا ہے تو شیطان روتا ہوا بھاگتا ہے اور

کہتا ہے کہ افسوس انسان کو سجدے کا حکم ہوا، اُس نے سجدہ کر لیا اور جنت خرید لی مجھے سجدے کا حکم ہوا، میں نے انکار کیا اور جہنم مول لے لی۔

حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش کے بعد سجدہ کی ابتداء فرشتوں سے ہوئی کہ فرشتوں نے حکمِ الٰہی سے حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کیا اور رحمتِ الٰہی کے مستحق ہوئے اور سجدے کی انتہا انسان پر ہوگی یَوْمَ یُکْشَفُ عَنْ سَاقٍ وَّیُدْعَوْنَ اِلَی السُّجُوْدِ کی تفسیر میں لکھا ہے کہ جب ہر ایک قوم یعنی بُت پرست، غیر پرست، آتش پرست، ستارہ پرست، عیسٰی پرست، عزیر پرست وغیرہم تنہا یا اپنے اپنے معبودوں کے ساتھ جہنم میں پہنچ چکے گی مگر صرف خدا پرست لوگ حشر کے میدان میں کھڑے رہ جائیں گے تب اس پاک ذات کی طرف سے ارشاد ہوگا کہ ذَهَبَ کُلُّ اُمَّةٍ بِرَبِّهَا یعنی ہر ایک قوم اپنے اپنے خدا کے ساتھ گئی۔ تم یہاں کس کے انتظار میں کھڑے ہو۔ یہ لوگ عرض کریں گے کہ اے پاک ذات ہم اپنے خدا اور اپنے معبودِ برحق کے انتظار میں کھڑے ہیں ھٰذَا مَکَانُنَا حَتّٰی نَرٰی رَبَّنَا یعنی ہم تمام عمر اسی جگہ کھڑے رہیں گے جب تک کہ اپنے مولیٰ کا دیدار نہ کر لیں۔ تب اس پاک ذات کی طرف سے ارشاد ہوگا کہ تم اپنے رب کی پہچان رکھتے ہو۔ عرض کریں گے کہ ضرور ہم اپنے رب کو جانتے اور خوب پہچانتے ہیں۔ پھر اس پاک ذات کی طرف سے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو حکم ہوگا کہ اے جبرئیل تم ان کے سامنے آؤ۔ اس وقت حضرت جبرئیل علیہ السلام ایک نہایت روشن چہرہ بن کر لوگوں کے سامنے آئیں گے۔ سب کے سب الٹے قدموں ہٹیں گے اور منہ سے نَعُوْذُ بِاللّٰہِ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ

کہتے جائیں گے۔ اس کے بعد پھر خاص تجلیٔ الٰہی نظر آئے گی اور سب کے سب سجدے میں گر جائیں گے۔ اس وقت جو کچھ حالت اور کیفیت ہوگی۔ وہ اللہ پاک خوب جانتا ہے۔ سبحان اللہ ساری عمر غائبانہ سجدے کئے تھے، آج حضوری کا سجدہ نصیب ہوا۔

کتاب الصلوٰۃ (امام احمد بن حنبلؒ) حدیث شریف میں ہے کہ انسان ساٹھ برس تک نماز پڑھتا ہے لیکن پھر بھی اُس کی نماز نہیں ہوتی۔ پوچھا گیا کہ کیونکر نماز نہیں ہوتی۔ فرمایا رکوع پوری طرح سے ادا کرتا ہے اور سجدہ پوری طرح سے ادا نہیں کرتا۔ اگر سجدہ پوری طرح سے ادا کرتا ہے تو رکوع پوری طرح سے ادا نہیں کرتا۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے ایک شخص کو نماز پڑھتے دیکھا جو نہ رکوع پوری طرح سے ادا کرتا ہے اور نہ سجدہ۔ حضرت حذیفہؓ نے اس سے پوچھا کہ تم اس طرح کتنے عرصہ سے نماز پڑھتے ہو، اُس نے عرض کیا کہ چالیس برس سے۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا تو تُو نے نماز نہیں پڑھی۔ اگر تو اس حالت میں مرجاتا تو البتہ تیری موت فطرتِ اسلام پر نہ ہوتی۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اپنے اصحاب میں بیٹھے باتیں کر رہے تھے، ناگہاں باتیں کرتے کرتے رُک گئے۔ لوگوں نے عرض کیا کہ اے ابو عبدالرحمٰن آپ باتیں کرتے کرتے کیوں رُک گئے۔ فرمایا کہ میں دو شخصوں کی حالت پر تعجب کرتا ہوں۔ ایک تو اُن میں سے وہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اُس کی طرف نہیں دیکھے گا۔ دوسرا وہ ہے کہ اللہ تعالےٰ اُس کی نماز نہیں قبول فرمائیگا۔

لوگوں نے عرض کیا کہ وہ کون لوگ ہیں؟ فرمایا وہ شخص جس کی طرف اللہ تعالےٰ نہیں دیکھے گا اکڑ کر اور اترا کر چلنے والا ہے۔ اور وہ شخص جس کی نماز اللہ تعالےٰ نہیں قبول فرمائے گا وہ نمازی ہے جو نماز تو پڑھتا ہے لیکن رکوع و سجود پوری طرح سے نہیں ادا کرتا۔

نکتہ نماز میں قیام کے بعد رکوع، اس کے بعد سجدہ اور پھر دوسری رکعت میں قیام۔ اس میں یہ اشارہ ہے کہ قیام ایک سربلندی ہے اور سجدہ پستی ہے۔ اور صحیح حدیث شریف میں وارد ہے کہ جو کوئی سربلندی اختیار کرے گا یا سر اٹھائے گا واجب ہے اللہ پر کہ وہ پاک ذات اسے پست اور سرنگوں کرے۔

چنانچہ قیام سربلندی تھی اس لئے سرنگوں کیا گیا، رکوع اور سجدہ میں ڈالا گیا۔ اور جو کوئی پستی اختیار کرے گا اللہ تعالےٰ ضرور اسے سربلند کرے گا۔ پس جب نمازی نے پستی اختیار کی اور رکوع میں گیا فوراً اس پاک ذات کی طرف سے سربلندی اور سر اٹھانے کا حکم ہوا۔ اب اس نمازی کو جب یہ راز معلوم ہوا تو وہ اور زیادہ پستی اختیار کر کے سجدے میں گیا۔ پھر تو اس نمازی کا اس پاک ذات کی طرف سے اور اعزاز کیا گیا کہ حضوری اور دربار میں بیٹھنے کی اجازت حاصل ہوئی جس کا نام جلسہ ہے۔ پھر دوسرا سجدہ کیا تو اب دوبارہ سربلندی اور قیام کا حکم ہوا۔ جب دوسری رکعت میں سجدہ کیا تو اس نمازی کا اور زیادہ اعزاز کیا گیا اور زیادہ دیر تک دربارِ عالی شان میں آرام سے بیٹھنا ملا۔ فجر کی نماز میں دو رکعت کے بعد رخصت کیا گیا۔ اور ظہر، عصر اور عشا میں چار کے بعد اور مغرب

میں تین کے بعد۔

اُس سرکار کا یہی مبارک دستور ہے کہ جو بندہ اُس پاک ذات اور سرکار کے لئے اپنے آپ کو جس قدر ذلیل کرے گا اسی قدر رب العالمین اُسے سربلند کرے گا۔

یہ دستور ہے کہ گنہگار اوّل اوّل دست بستہ عدالت میں حاضر ہوتا ہے اس لئے نمازی بھی اسی طرح دست بستہ ہاتھ باندھے کھڑا ہوتا ہے۔ پھر گنہگار گناہوں کے معاف کرانے کے لئے اُس پاک ذات کے سامنے رکوع میں جھک کر ایک ذلیل ہیئت اختیار کرتا ہے۔ بندہ نے اپنے آپ کو ذلیل کیا۔ اُس پاک ذات نے اسے سربلند کیا اور رکوع سے سیدھا کھڑا کیا۔ بندہ اور زیادہ ذلیل ہو کر سجدے میں گرا۔ اس پاک ذات نے اسے اور زیادہ سربلند کر دیا اور سجدے سے اٹھا کر بٹھا دیا۔ اس بندہ نے پھر اپنے آپ کو اُس پاک ذات کے لئے ذلیل کیا اور دوسرا سجدہ کیا۔ اُس پاک ذات نے اس کو پھر بلند کیا۔ پہلی رکعت میں قیام کے ساتھ سربلند فرمایا اور دوسری رکعت کے دوسرے سجدے کے بعد کبھی ایک دفعہ یعنی فجر اور کبھی دو دفعہ یعنی ظہر، عصر، مغرب اور عشا میں بیٹھ جانے کی اجازت ہوئی۔ اور باطنی دولت سے بھرپور اور گناہوں سے درگزر فرما کر وہ بندہ رخصت کیا گیا۔ یہ نمازی وہاں سے رخصت ہو کر سلام علیک کرتا ہوا بخشش کی سند لے کر باہر آیا۔ یہ سلام ظاہر کرتا ہے کہ نمازی کہیں دُور سفر میں گیا ہوا تھا۔ اب باہر سے آیا ہے اس لئے سلام کرتا ہوا آیا ہے۔ سبحان اللہ! نماز معراج المومنین ہے۔

کتاب الصلوٰۃ (ابن قیمؒ) مسروقؒ نے سعید بن جبیرؓ سے کہا اب کوئی آرزو باقی نہیں رہی مگر یہ کہ اپنے چہروں کو خاک آلودہ کریں۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چہرہ کو دانستہ مٹی سے نہیں بچاتے تھے بلکہ جب کبھی ایسا اتفاق ہو جاتا تو کر دیتے۔ یہی وجہ ہے کہ پانی اور کیچڑ میں بھی سجدہ کیا۔ پورا سجدہ تو اسی میں ہے کہ ساتوں اعضاء یعنی دونوں ہاتھوں، دونوں پاؤں، دونوں زانوؤں اور ماتھے سے سجدہ ہو۔ یہ وہ فرض ہے جس کا اللہ اور اس کے رسولؐ نے امر فرمایا ہے اور رسولؐ نے اپنی اُمت کو پہنچایا ہے اور سجدہ کا کمالِ وجوب یا استحباب اسی میں ہے کہ سجدہ گاہ پر ماتھے کو خوب طرح سے بلا حجاب رکھے اور ایسے طور پر زمین پر لگائے کہ زمین پر چہرہ کا بوجھ پڑ جائے، اور نچلے اعضا اوپر کے اعضا سے اونچے ہو جائیں۔ اور کمال سجدہ اس میں ہے کہ ایک ایسی حالت اور ہیئت میں کیا جائے جس میں ہر ایک عضو ذلت اور خشوع سے جس قدر کہ اس میں ممکن ہو بہرہ ور ہو جائے۔ پیٹ، چوتڑوں اور رانوں سے اُٹھائے رکھے۔ دونوں بازو اپنے پہلوؤں سے دُور رکھے اور زمین پر بھی انہیں نہ بچھائے تاکہ ہر ایک عضو اپنے سچے معبود کی عبادت میں ایک مستقل اور علیحدہ خدمت گار ہو۔ یہی وجہ ہے کہ جب شیطان آدمی کو سجدہ کرتے دیکھتا ہے تو ایک کونے میں ہو کر رونے لگتا ہے اور کہتا ہے کہ افسوس میری بُری حالت پر کہ آدمی تو سجدہ بجا لایا اور خدا تعالیٰ کے احکام کی تعمیل کی جس سے وہ مستحقِ جنت ہوا، اور مجھ کم بخت کو سجدہ کا حکم ہوا تو نافرمانی سے دوزخ کا مستحق ہوا۔ یہی وجہ ہے کہ خداوند کریم نے ان بندوں کی بہت تعریف فرمائی ہے جو خداوند کریم کا سچا کلام سُننے کے وقت سجدہ میں جا

پڑھتے ہیں اور جو ایسا نہیں کرتے ان کی مذمت بیان فرمائی۔

نکتہ نماز میں سارے رکن ایک ایک ہیں مگر سجدے دو دو ہونے کی غرض یہ ہے کہ تمام فرشتوں کو حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے کا حکم ہوا۔ حکم ہوتے ہی تمام فرشتے سجدے میں گر گئے مگر ابلیس نے انکار کیا نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ ذٰلِكَ۔ اس پاک ذات نے اس مردود اور ملعون کو ہمیشہ کے لیے راندہ درگاہ کر دیا اور اس کے گلے میں لعنت کا طوق ڈالا۔ جب فرشتوں نے سجدے سے سر اٹھایا اور شیطان کی یہ حالت دیکھی تو فوراً دوبارہ سجدے میں گرے اور عرض کی کہ یا پروردگار! تو نے ہمیں اس لعنت سے بچایا۔ الٰہ العالمین تیرا بے حد بے حساب شکر ہے۔ اس پاک ذات نے وہی دو سجدے ہر رکعت میں مقرر کر دیئے تاکہ بنی آدم فرشتوں کی عبادت کا ثواب حاصل کریں۔ اور ساری عبادت کے ارکان میں فرشتوں کے برابر ہو جائیں۔

معلوم ہوا کہ پہلا سجدہ اللہ پاک کی اطاعت کا ہے۔ اور دوسرا سجدہ لعنت سے بچنے کا قلعہ اور رحمتِ الٰہی کا گنبد ہے۔

مجالس سنیہ شرح اربعین نوویہ۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جو بندہ نماز پڑھنے کے لیے کھڑا ہوتا ہے اور اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہہ کر نیت باندھتا ہے تو اِدھر اس کے منہ سے کلمہ تکبیر نکلا اُدھر وہ نمازی گناہوں سے ایسا پاک صاف ہو گیا۔ کہ گویا وہ آج ہی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہے اور جب نمازی اَعُوْذُ پڑھتا ہے تو اس وقت اس کے ہر ہر بال کے شمار سے نیکیاں ملتی ہیں

اور جب اَلحمد شریف پڑھتا ہے تو گھر بیٹھے حج وعمرہ ادا کرتا ہے۔ اور جب رکوع کرکے سُبحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْم کہتا ہے تو جس قدر کتابیں آسمان سے نازل ہو چکی ہیں اُن سب کے پڑھ لینے کے برابر ثواب ملتا ہے۔ اور جب سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ کہتا ہے تو اللہ تعالےٰ اُس بندے کو رحمت کی نظر سے دیکھتا ہے اور جب سجدہ کرتا ہے تو اس نمازی کو سارے جنّات اور انسانوں کے شمار کے موافق ثواب حاصل ہوتا ہے اور جب سجدہ میں سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی کہتا ہے تو غلام آزاد کرنے کا ثواب پاتا ہے اور جب اَلتحیات پڑھنے بیٹھتا ہے تو اللہ پاک اُس نمازی کو صابرین کا ثواب عنایت فرماتا ہے۔ پھر جب سلام پھیرتا ہے تو اس نمازی کے لئے جنّت کے آٹھوں دروازے کھول دیئے جاتے ہیں جس دروازے سے چاہے جنّت میں چلا جائے۔ سبحان اللہ مِفْتَاحُ الْجَنَّۃِ الصَّلٰوۃُ یعنی جنّت کی کنجی نمازیں ہے۔

کتاب الصلوٰۃ (حافظ ابن قیم) نماز کے اخیر میں التحیات کے کلمات بمنزلہ خطبہ کے ہیں جو حاجت کے پہلے ہوتا ہے کیونکہ جب نمازی اپنی نماز سے فارغ ہو جاتا ہے تو ایسے بیٹھتا ہے جیسے کمال ڈرنے والا مشتاق بیٹھ جاتا ہے اور ایسے امور کو خدا سے چاہتا ہے جس کے لئے ہمیں خدا سے استغنا نہیں۔ سو مانگنے سے پہلے اَلتحیات کے کلمات بطور مقدمہ سوال کے اس کے لئے مشروع کئے گئے پھر اس کے پیچھے ایسی ذات پر صلوٰۃ مشروع کیا جس کی اُمت نے اس کی تفعیل سے یہ نعمت اور سعادت حاصل کی۔ سو مصلّی پہلے خداوند بے مانند کی ذات کی طرف اپنی عبودیت سے متوسّل ہوتا ہے۔ پھر ثنا سے اور شہادت سے اس کیلئے

وحدانیت کی اور اس کے رسول کے لیے رسالت کی پھر اس کے رسولِ مقبولؐ پر صلوٰۃ کہا پھر اسے کہا گیا کہ وہ دعا اپنے لیے پسند کر جو تجھے بہت پسندیدہ ہو۔ سو یہ حق ہے جو تجھ پر واجب ہے اور یہ وہ حق ہے جو تیرے لئے مفید ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر مع ان کی آل کے صلوٰۃ اس لئے مشروع ہوئی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آل کی عزت کرنے اور ان پر درود بھیجنے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کی آل پر ایسے درود بھیجنے کی درخواست کرنے سے جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے ابراہیمؑ اور ان کی آل پر بھیجا ہے ٹھنڈی ہوں۔ سب نبی جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد ہوئے ہیں وہ سب ابراہیم علیہ السلام کی آل شمار کئے جاتے ہیں یہی وجہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مطلب وہی صلوٰۃ اور درود ہوا جو اس درود و رحمت کے مشابہ ہو جو حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان نبیوں پر جو حضرت ابراہیمؑ کے بعد ہوئے نازل ہوا اور آل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مومن ہیں یہی وجہ ہے کہ یہ درود ان سب درودوں سے افضل و اکمل ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بھیجے جاتے ہیں۔

کتاب الصلوٰۃ۔ پھر یہ نماز تسلیم سے ختم کی جاتی ہے اور سلام نماز کے لئے تحلیل ہے جس کے ذریعہ سے نمازی نماز سے ویسے نکلتا ہے جیسے تحلیل حج کے ذریعہ سے نکلتا ہے اور یہ تحلیل امام کی جانب سے ان اشخاص کے لئے سلامتی کی دعا ہے جو اس کے پیچھے ہیں اور یہ سلامتی سب بھلائیوں کی بنیاد اور جڑ ہے۔ مقتدیوں کے لئے بھی یہی مشروع ہوا کہ امام کی سی تحلیل کریں اور اس میں

اس کے لئے اور ان نمازیوں کے لئے سلامتی کی دعا ہے جو اس کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں۔ پھر یہ ہر ایک نمازی کے لئے گو اکیلا ہی کیوں نہ ہو مشروع رہا۔ نماز کے لئے یہ تحلیل نہایت عمدہ ہے جیسے کہ تکبیر سے بہتر نماز کے لئے کوئی عمدہ تحریم نہیں ہے۔ تکبیر تحریمہ میں اس پاک پروردگار کی بڑائی کا اظہار ہوتا ہے جو کل کمالات کا جامع ہے اور اس میں اسے ہر ایک عیب و نقص سے منزّہ سمجھنا اور اسے یگانہ سمجھنا اور یگانگی کے ساتھ اسے مختص کرنا اور اس کی عظمت اور بزرگی کرنا شامل ہے۔ پس تکبیر بالاجمال نماز کے سب افعال و اقوال و ہیئات پر حاوی ہے اور ساری نماز ابتداء سے آخر تک اللہ اکبر کے مضمون کی تفصیل ہے پس اس تحریم سے افضل کوئی تحریم نہیں ہے جو اخلاص اور توحید پر متضمن ہے اور یہ تحلیل اپنے مومن بھائیوں کی طرف احسان کرنے پر حاوی ہے، سو نماز اخلاص سے شروع ہوئی اور احسان پر ختم ہوئی۔

ذواجر مکّی۔ ابن حبّان صحیح میں روایت کرتے ہیں کہ جس وقت بندہ نماز کے واسطے کھڑا ہوتا ہے تو اس کے گناہ اس کے کندھے پر رکھے جاتے ہیں، جب وہ رکوع یا سجدہ کرتا ہے تو وہ سب گناہ نیچے گر پڑتے ہیں اور کوئی گناہ باقی نہیں رہتا الا ما شاء اللہ۔ نماز کی فضیلت میں بے شمار حدیثیں آئی ہیں چنانچہ جناب علی مرتضےٰ کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اصحابؓ مہاجرین بیٹھے تھے، میں بھی موجود تھا۔ یکایک یہودیوں کے ایک گروہ نے کہا کہ اے محمدؐ ہم تمہارے پاس کئی باتیں دریافت کرنے کو آئے ہیں جن کو نبی مرسل اور فرشتہ مقرب کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

کہو وہ کیا ہیں۔ یہود بولے کہ اللہ تعالیٰ نے تم پر اور تمہاری امت پر رات دن میں پانچ وقت کی نماز جو فرض کی ہے اس کی مصلحت اور عمدگی ظاہر کرو۔ آپ نے فرمایا کہ پہلے آسمان میں ایک حلقہ ہے، اس حلقے سے جب آفتاب ڈھلتا ہے تو تمام فرشتے خدا کی تسبیح کرتے ہیں، یہ ظہر کا وقت ہے، اس وقت خدا نے نماز کا حکم کیا کیونکہ اس وقت سب آسمانوں کے دروازے کھل جاتے ہیں اور دعا مقبول ہوتی ہے۔ عصر وہ وقت ہے کہ اس وقت شیطان نے حضرت آدم علیہ السلام کو فریب دے کر گیہوں کھلایا حق تعالیٰ نے مجھ پر اور میری امت پر اس وقت کی نماز فرض کی کہ شیطان فریب نہ دے سکے مغرب وہ وقت ہے کہ اس وقت اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ قبول کی۔ اس وقت کی نماز بھی خدا نے فرض کی کہ سب گناہ معاف ہو جائیں۔ عشاء وہ وقت ہے کہ مجھ سے پہلے پیغمبروں پر بھی فرض تھی۔ صبح وہ وقت ہے کہ جب آفتاب طلوع ہوتا ہے اس وقت کافر غیر خدا کو سجدہ کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہم کو کافروں سے پہلے سجدہ کرنے کا حکم کیا۔ یہودیوں نے کہا یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے سچ فرمایا۔ ہم کلمہ شہادت پڑھتے ہیں۔ نَحْنُ نَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ اور ایمان لائے۔

رکعات نماز

مجالس سنیہ۔ اللہ پاک نے فرشتوں کو نور سے پیدا کیا، پھر انہیں اڑنے کے لیے پر عنایت فرمائے کسی کو دو پر دیئے، کسی کو تین پر اور کسی کو چار پر عنایت ہوئے۔ پھر ان فرشتوں سے رسالت اور پیغمبری کا کام لیا۔ جو کچھ اللہ پاک نے ان فرشتوں کو حکم فرمایا فوراً اڑے اور زمین سے آسمان تک آن کی آن میں پہنچ کر احکام خداوندی کو پورا

کر کے پھر حضوری میں حاضر ہو گئے۔ حضرت آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا کیا۔ مٹی میں پرواز کا مادّہ نہ تھا۔ پھر حضرت آدم علیہ السلام کو ظاہری پَر دنیا میں مصلحتِ عالم کے خلاف تھا۔ مگر چونکہ جنّت الفردوس میں پہنچانا منظور تھا اس لیئے رُوحانی پرواز کے لئے نماز کے روحانی پَر عنایت فرمائے اور جتنے پَر ان فرشتوں کے تھے جو رسالت اور پیغمبری کا کام کرتے تھے وہ سب کے سب آدمی کو دیئے گئے۔

کسی گروہِ ملائکہ کے دو دو پَر تھے۔ لہٰذا اُمّتِ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو صبح کی نماز کے دو پَر عطا فرمائے اور یہ ایسے پَر عنایت ہوئے کہ جب انسان ان دو پَروں سے صبح کی نماز میں رُوحانی پرواز کرتا ہے تو اس وقت فرشتے اپنا اُڑنا بھول جاتے ہیں۔ اور انسان کی پرواز کو دیکھتے اور حیرت کرتے ہیں۔ چنانچہ اللہ پاک ارشاد فرماتا ہے کہ صبح کی نماز میں قرآن شریف پڑھو کہ فرشتے حاضر ہو کر سنتے ہیں۔ اور کسی گروہِ ملائکہ کو تین تین پَر عنایت ہوئے ہیں۔ دو پَروں سے اُڑتے ہیں اور تیسرا پَر مولی سے شرما کر منہ پر ڈال لیتے ہیں۔ حق تعالےٰ نے اسی طرح کے تین پَر مغرب کی تین رکعتوں کے عنایت فرمائے، اور کسی گروہِ ملائکہ کو چار چار پَر عنایت کیئے۔ اسی طرح ظہر، عصر اور عشا کی چار چار رکعتیں عنایت ہوئیں۔ جس طرح ملائک پَروں سے اُڑ کر زمین سے آسمان تک پہنچ جاتے ہیں اسی طرح یہ مسلمان نماز کے پَروں سے عالمِ بالا تک پہنچتے ہیں۔

حکایت ۔ سلطان العارفین حضرت بایزید بسطامیؒ ایک رات نماز پڑھتے پڑھتے نماز کے رُوحانی پَروں سے آسمانوں پر پہنچے۔ ملائک آپ کی زیارت کیلئے

آئے اور فرشتوں نے جمع ہو کر اللہ پاک کی تسبیح ادا کی۔ اس تسبیح کی آواز سے نور کے شعلے نکلتے تھے۔ فرشتوں کے جواب میں حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ نے اللہ پاک کی تسبیح پڑھی۔ آپ کی تسبیح کا نور فرشتوں کی تسبیح پر غالب آیا اور سارا آسمان جگمگ جگمگ کر اٹھا اس وقت فرشتوں نے بشر کے کمالات کا اقرار کیا۔ سبحان اللہ اس حکیم مطلق نے انسان کو نماز کے وہ پر عطا کئے ہیں کہ ان پروں سے جہاں تک پہنچتا ہے فرشتے وہاں تک ہرگز نہیں پہنچ سکتے۔

نکتہ ۔ نماز شبِ معراج میں فرض ہوئی۔ نماز کا لقب معراج المؤمنین ہے۔ شبِ معراج میں سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سات آسمانوں کی سیر فرمائی، آٹھوں جنتوں کو دیکھا، عرش و کرسی کی سیر کی، یہ سب مل کر سترہ ہوئیں۔ حضورؐ کو جسمانی معراج ہو کر سترہ مقامات کی سیر نصیب ہوئی۔ نمازی پنجگانہ نماز میں سترہ رکعتیں پڑھ کر انہیں سترہ مقامات کی سیر کرتا ہے اور اسی جگہ پہنچ جاتا ہے۔

انسان میں پانچ ظاہری حواس ہیں۔ ان پانچوں حواس کے شکریہ میں یہ نمازیں فرض ہوئیں۔ ہر ایک حس کے مقابلہ میں ایک نماز۔ پانچ حواس کے مقابلہ میں پانچ نمازیں فرض اور مقرر ہوئیں۔

انسان کی زندگی میں پانچ حالتیں ہیں۔ (۱) بیٹھنا (۲) کھڑے ہونا (۳) لیٹنا (۴) سونا اور (۵) جاگنا۔ ان پانچوں حالتوں میں اللہ تعالےٰ کی بے شمار نعمتیں ہیں۔ ہر ایک نعمت کا الگ الگ شکر کرنا نہایت مشکل ہے۔ اس لیے اللہ پاک نے پانچوں حالتوں کی تمام نعمتوں کا شکریہ ان پانچ نمازوں میں رکھا اور یہ پانچ نمازیں فرض کر دیں۔ جس مسلمان نے یہ نمازیں پڑھیں اس نے اپنی ہر ایک حالت کا اور

اللہ پاک کی ہر ایک نعمت کا شکریہ ادا کر دیا۔

شریعت میں پانچ غسل پاک کرنے والے ہیں (۱) جنابت کا غسل (۲) حیض کا غسل (۳) نفاس کا غسل (۴) اسلام لانے کا غسل جب کہ جنابت کی حالت میں مسلمان ہوا ہو اور (۵) میّت کا غسل۔ ظاہری ناپاکیوں سے پاک کرنے والے پانچ غسل مقرر ہوئے مگر سب سے بڑی ناپاکی گناہوں کی ہوتی ہے۔ لہذا یہ پانچ نمازیں جو درحقیقت گناہوں کی ناپاکی دُور کرنے کے لئے پانچ غسل ہیں مقرر کی گئیں تاکہ نماز پڑھنے والے سب قسم کے گناہوں سے پاک ہو جائیں۔

دنیا کی زندگی ختم ہونے کے بعد مسلمان پر پانچ مصیبتیں آتی ہیں (۱) موت۔ (۲) قبر (۳) حشر کا میدان (۴) پُل صراط اور (۵) جنّت کا دروازہ بند ہونا۔ خداوند کریم نے ان مصیبتوں کے دور کرنے کے لئے یہ پانچ نمازیں فرض فرمائیں۔

حدیث شریف میں وارد ہے کہ جس نے پنجگانہ نماز کی محافظت کی اسے رب العزت پانچ باتیں عطا کرے گا (۱) موت کی سختی سے بچائے گا (۲) قبر کے عذاب سے محفوظ رکھے گا (۳) حشر کے دن نہایت امن سے رہے گا (۴) پلصراط پر سے بجلی کی طرح گزر جائے گا۔ اور (۵) جنّت میں بلاحساب داخل ہو گا۔

فقیہ ابی اللیث سمرقندی۔ حضرت کعب احبارؓ جو یہود کے عالموں میں بہت بڑے عالم تھے اسلام سے مشرف ہونے کے بعد بیان کرتے تھے کہ اللہ تعالےٰ نے حضرت موسٰی علیہ السلام سے فرمایا کہ اے موسٰیؑ فجر کی دو رکعتیں ہیں جنہیں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کی امّت صبح کے وقت ادا کرے گی اور اُن کے دن اور رات کے تمام گناہ بخش دیئے جائیں گے اور وہ ہمارے امن کے

قلعہ میں داخل ہوں گے۔ اے موسیٰؑ پھر چار رکعتیں ظہر کی ہیں۔ جب آپؐ اور آپؐ کی اُمّت انہیں پڑھے گی تو انہیں ہر ہر رکعت کا ثواب جُداگانہ ملے گا۔ پہلی رکعت کا بدلہ گناہوں کی مغفرت، دوسری رکعت کا بدلہ قیامت میں ان کے نیک عملوں کا بھاری ہونا۔ تیسری رکعت کا بدلہ فرشتوں کا ان کے لئے مغفرت اور رحمت الٰہی طلب کرنا، چوتھی رکعت کا عوض اُن کے لئے آسمان کے دروازے کھل جانا۔ اور حورانِ جنّت کا ان کی طرف دیکھنا۔ اے موسیٰؑ! چار رکعتیں عصر کی ہیں جب آپؐ اور آپؐ کی اُمّت انہیں پڑھے گی تو زمین اور آسمان میں کوئی فرشتہ باقی نہ رہیگا جو ان کے لئے مغفرت نہ مانگے، پھر جس کے لئے فرشتے مغفرت مانگیں ہم اُسے عذاب نہیں کریں گے۔ اے موسیٰؑ تین رکعتیں مغرب کی ہیں۔ جب آپؐ اور آپؐ کی اُمّت انہیں ادا کرے گی تو اس نماز کے وقت آسمانوں کے دروازے کھولے جائیں گے۔ پھر جو حاجت پیش کریں گے وہ ہم پوری کریں گے۔ اے موسیٰؑ پھر چار رکعتیں عشا کی ہیں۔ جب آپؐ اور آپؐ کی اُمّت انہیں اُدا کرے گی تو یہ نماز ان کے لئے دنیا بھر کی دولت اور بادشاہت سے بہتر ہوگی۔ اس نماز کے پڑھنے سے وہ ایسے پاک ہوں گے جیسے آج کا پیدا ہوا معصوم بچّہ پاک ہوتا ہے۔

نماز کے اندر سات فرض ہونے کی وجہ یہ ہے کہ انسان کا جسم سات چیزوں سے بنا ہے (۱) مغز (۲) رگیں (۳) گوشت (۴) پٹھے (۵) ہڈیاں (۶) خون اور (۷) جلد۔ یہ سب سات ہوئے، ان ساتوں اجزاء کے شکریہ میں نماز میں سات فرض رکھے گئے۔ ہر ایک چیز کے شکریہ میں ایک فرض۔

نمازی نماز پڑھ کر ان سات فرضوں کو ادا کر کے اپنے آپ کو جہنّم سے سالم

بچا لیتا ہے اور قرآن مجید اس کی گواہی دیتا ہے۔ وَيَتَجَنَّبُهَا الْأَشْقَى الَّذِي يَصْلَى النَّارَ الْكُبْرَىٰ ط ثُمَّ لَا يَمُوتُ فِيهَا وَلَا يَحْيَىٰ ط قَدْ أَفْلَحَ مَنْ تَزَكَّىٰ وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهِ فَصَلَّىٰ ط یعنی قرآن مجید کے سننے سے وہ کم بخت اور بدبخت شخص بھاگے گا جس کے نصیب میں جہنم لگا ہوا ہے، وہاں جا کر نہ اس کو موت آئے گی اور نہ راحت پائے گا، ہاں وہ مسلمان جو ایمان لائے اور نماز پڑھے وہ ضرور دوزخ سے بچ کر جنت میں جائے گا۔ نماز کے اندر سات فرض ہیں۔ تکبیر تحریمہ، قیام، قرأت، رکوع، سجدہ، اخیر کا قعدہ اور سلام۔ نمازی کے جسم کے سات اجزا ہیں۔ گویا نماز پڑھ کر ہر فرض کے بدلے ایک عضو آزاد ہو گیا۔

نماز کے اندر سات فرض ہونے کی وجہ یہ ہے کہ نماز مجموعہ ہے چودہ طبق کے فرشتوں کی عبادت کا۔ ایک جماعت فرشتوں کی رات دن، صبح و شام، تکبیر و تہلیل کہنے میں مشغول ہے۔ دوسری جماعت فرشتوں کی قرآن شریف کی تلاوت میں مصروف ہے۔ تیسری جماعت فرشتوں کی ساری عمر سے ہاتھ باندھے ہوئے اللہ پاک کے سامنے کھڑی ہے اور وہ ہمیشہ اسی طرح کھڑی رہے گی۔ چوتھی جماعت فرشتوں کی رکوع میں سر جھکائے ہوئے کھڑی ہے۔ پانچویں جماعت فرشتوں کی سجدے میں پڑی ہے۔ چھٹی جماعت فرشتوں کی گھٹنوں کے بل التحیات کی صورت میں بیٹھی ہے۔ اللہ پاک کی طرف سے ان فرشتوں کی جماعتوں میں سے جس کسی کو کہیں جانے کا حکم ہوا وہ فرشتہ فوراً اپنی جگہ سے اٹھا اور حکم الٰہی بجا لا کر جلدی واپس آیا۔

یہ طریقے فرشتوں کی عبادت کے ہیں، اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کی عبادت کے وہ سارے طریقے بندوں کے لیے نمازمیں جمع کر دیئے تاکہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امّت کا ہر نمازی عورت ہو یا مرد، لونڈی ہو یا غلام پنجگانہ نماز پڑھ کر سارے جہان کے فرشتوں کی عبادت کا ثواب حاصل کرے۔

اوقاتِ نماز

زواجر مکی۔ امام رافعیؒ شرح مسند میں لکھتے ہیں کہ نمازِ فجر حضرت آدم علیہ السلام اور ظہر حضرت داؤد علیہ السلام اور عصر حضرت سلیمان علیہ السلام اور مغرب حضرت یعقوب علیہ السلام اور عشاء حضرت یونس علیہ السلام ادا کرتے تھے۔ خدا نے ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کی اُمّت پر یہ سب نمازیں فرض کیں کہ تمام نیکیاں اور ثواب اور اجر اور بزرگی اور تعظیم زیادہ ہو، جو کوئی ان نمازوں کو اچھی طرح تعدیلِ ارکان سے پڑھے گا وہ خدا کی امان اور حفظ میں رہے گا اور حق تعالیٰ اس کو پیغمبروں کے ساتھ جنّت میں داخل کرے گا۔

نمازِ فجر

انسان کے پاس رات بھر وہ فرشتے رہتے ہیں جو عین عصر کی نماز میں آتے تھے۔ وہ رات بھر رہ کر عین صبح کی نماز کے وقت واپس جاتے ہیں۔ آسمان پر پہنچنے کے بعد اللہ پاک اُن سے سوال کرتا ہے کہ فرشتو بتاؤ جب تم گئے تھے بندے کیا کرتے تھے اور جب تم آئے ہو تو بندے کیا کرتے تھے۔ فرشتے عرض کرتے ہیں کہ جب ہم گئے تو انہیں نماز پڑھتے دیکھا اور جب آئے تب نماز میں مشغول چھوڑا۔ پھر اللہ پاک ارشاد فرماتا ہے کہ اے فرشتو! انہیں نمازیوں کو تم نے مفسد اور خونریز کہا تھا۔ اے فرشتو میں تمہیں گواہ کرتا ہوں کہ میں

نے ان نمازیوں کو بخشا۔ پس فرشتوں کے قول کی تردید کے لئے صبح کے وقت نماز مقرر ہوئی۔

بخاری شریف۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ لوگو قیامت میں تم اپنے رب کی زیارت سے مشرف کئے جاؤ گے لیکن دیدارِ الٰہی کے حاصل کرنے کا مجرب عمل تم سے ہو سکے تو وہ صبح کی نماز ہے۔ اسے کبھی نہ چھوڑنا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جنت میں رات ہوگی نہ دن، نہ سورج نظر آئے گا نہ سردی ہوگی، ایسا نورانی وقت ہوگا جیسے دنیا میں صبح کا وقت۔ پس صبح کے وقت کو دیدارِ الٰہی کے وقت سے بہت مشابہت ہے، اس لئے اس وقت کی نماز خصوصاً دیدارِ الٰہی کی دوا ہوئی۔

نکتہ۔ جب حضرت آدم علیہ السلام جنت سے دنیا میں آئے تو رات کی صورت دیکھ کر ڈرے، ساری رات خوف سے روتے رہے جب صبح ہوئی تو آپ کی وحشت رفع ہوئی۔ آپ نے اس کے شکریہ میں دو رکعتیں پڑھیں۔ حق تعالیٰ نے اس امت پر وہی نماز فرض کر دی۔ تاکہ امت کالی قبر کے اندھیرے سے نجات پائے۔

نمازِ ظہر

دنیا میں سورج روشن ترین کرہ ہے۔ مشرک لوگ اس کی پرستش کرتے ہیں۔ سورج کے طلوع ہونے سے اس کی پرستش شروع ہوتی ہے اور سورج بھی دوپہر تک روشن ہوتا اور چڑھتا چلا آتا ہے مگر دوپہر کے بعد ڈھلنے لگتا ہے۔ اس کا ڈھلنا اس کے باطل ہونے کی علامت ہے، جب سورج ڈھل گیا تو اللہ پاک نے حکم دیا کہ مسلمانو! صبح سے دوپہر تک مشرکین

نے اپنے باطل معبود یعنی آفتاب کو پوجا۔ اے ہمارے پوجنے والو یعنی مسلمانو! تم کہاں سوتے ہو، تمہارا خدا جو ہمیشہ سے ہمیشہ تک ایک ہی حال پر قائم و دائم رہنے والا ہے اس کی عبادت کرو، ظہر کی نماز پڑھو۔ کفار پر آفتاب پرستی سے غضب نازل ہوا، تم پر ظہر کی نماز کی وجہ سے رحمت نازل ہوگی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام حکمِ الٰہی سے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو ذبح کرنے کے لیے مکہ معظّمہ سے منیٰ تک گئے۔ دوپہر کے قریب آپ نے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو باندھ کر ذبح کرنے کے لیے لٹایا۔ اس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کو چار غم دامن گیر تھے۔ ایک غم حکمِ الٰہی کا پورے طور سے ادا کرنا، دوسرا غم حضرت اسماعیل علیہ السلام بچہ کہ کیا تھوڑی عمر میں ذبح ہونا منظور کر لیا۔ تیسرا غم یہ تھا کہ والدۂ اسماعیلؑ کو کیا جواب دوں گا اور چوتھا غم یہ تھا کہ اب ہاجرہ تنہا جنگل میں رہ کر کس طرح عمر بسر کریں گی۔

مگر اللہ پاک نے سارے غم دور کر دیئے۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کو بچایا اور قربانی کے لیے دُنبہ بھیجا، اس عرصہ میں سورج ڈھل گیا اور ظہر کا وقت گیا تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان چار غموں کے دُور ہونے کے شکریہ میں چار رکعتیں ادا کیں۔ اللہ تعالےٰ نے آپ کی اس وقت کی عبادت پسند فرمائی۔ اسی وقت اسی طرح کی چار رکعتیں امّت محمدیہ پر فرض فرمائیں تاکہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ کی امّت کے نمازیوں کو حضرت ابراہیم علیہ السلام سے نسبت اور آپ کی اطاعت اور پیروی کا تعلق پیدا ہو کر اس امّت کا حشر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ ہو۔

نمازِ عصر

حضرت یونس علیہ السلام کو اللہ پاک نے چار اندھیروں میں قید کیا۔ اوّل دریا کا اندھیرا، دوسرے مچھلی کے پیٹ کا اندھیرا، تیسرے اس مچھلی کو ایک اور مچھلی نے نگل لیا تھا۔ لہٰذا اس کے پیٹ کا اندھیرا۔ چوتھے رات کا اندھیرا۔ جب حضرت یونس علیہ السلام نے ان اندھیروں سے گھبرا کر مچھلی کے پیٹ میں حق تعالٰے کی جناب میں سجدہ کیا اور سجدے میں لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَكَ اِنِّی كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ پڑھا اسی وقت مچھلی کو حکم ہوا کہ فوراً یونس علیہ السلام کو زمین پر نکال۔ حکمِ الٰہی سنتے ہی مچھلی نے آپ کو دریا کے کنارے ڈال دیا۔ اس وقت عصر کا وقت تھا۔

حضرت یونس علیہ السلام نے ان چار اندھیروں سے نجات پانے کے شکریہ میں چار رکعت پڑھیں۔ اللہ پاک کو یہ نماز پسند آئی۔ وہ چار رکعتیں اسی وقت میں اپنے حبیب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت پر فرض کر دیں۔ حضرت یونسؑ نے ان چار اندھیروں سے نجات پائی۔ اسی طرح عصر کی نماز پڑھنے والے بُری موت اور بُرے خاتمہ کے اندھیرے سے نجات پائیں گے۔

نکتہ حق تعالٰے نے قبر کا سوال ہر مسلمان، منافق، کافر سب کے لئے مقرر کیا اور وہ بڑا مشکل وقت اور نہایت عاجزی و بےکسی کا موقع ہے۔ جب اللہ پاک کو یہ مشکل اپنے بندوں پر آسان فرمانی منظور ہوگی تو یہ عصر کی نماز ان پر فرض فرمائی۔ اور قبر میں، خواہ رات ہو یا دن، جب مُردہ سوال جواب کے لئے زندہ کیا جاتا ہے تو اسے یہی نظر آتا ہے کہ گویا عصر کا وقت ہے اور سورج چھپ چلا۔ افسوس کہ میں نے عصر کی نماز نہیں پڑھی۔ پس اللہ پاک نے عصر کی نماز اس

حکمت کے لیئے فرض کی ہے کہ بندہ مومن قبر کے سوال کے وقت نماز کو یاد کرے اور جس نے نماز کو یاد کیا بے شک وہ جنّتی ہے۔

کعب احبارؓ روایت کرتے ہیں کہ ایک وقت اللہ پاک نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا کہ اے موسیٰؑ جب عصر کے وقت نبی آخر الزمانؐ اور آپؐ کی اُمّت چار رکعتیں ادا کرے گی تو چودہ طبق کے فرشتے ان کے لیئے مغفرت کی دُعا کریں گے۔ کوئی ایک فرشتہ بھی دعا کرنے سے باقی نہ رہے گا۔ اور جس کے لیئے فرشتے دعا کریں ہم اسے عذاب نہیں کریں گے۔

(کتاب الصلوٰۃ (ابن قیم جوزی) روایت کی ہے امام بخاریؒ نے اپنی صحیح میں حدیث بریدہ سے' اس نے کہا فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے وقت ادا کرو نماز عصر کو' پس تحقیق جو شخص چھوڑ دے نماز عصر کو پس تحقیق حبط کیئے جاتے ہیں عمل اس کے' اور تخصیص عصر کی ذکر کے واسطے شرافت عصر کی ہے دوسری نمازوں سے' اور اسی واسطے ہوئی ہے نماز وسطیٰ (یعنی جس کی تائید میں کلام اللہ میں آیا ہے حفاظت کرو نمازوں کی اور نماز وسطیٰ کی) ساتھ نص صحیح صریح رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اور اسی واسطے خاص کیا اس نماز کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ساتھ ذکر کے دوسری حدیث میں۔ اور وہ قول آنحضرتؐ کا ہے جس کی نماز عصر کی فوت ہو جائے گویا کہ اکیلا کیا گیا ہے اُس کو اہل اور مال سے گویا کہ چھینا گیا ہے اس کا کنبہ اور مال۔ پس ہو گیا بلا اہل اور مال کے اور یہ تمثیل ہے واسطے حبط ہونے اس کے اعمال کے۔

نمازِ مغرب مغرب کے وقت حضرت آدم علیہ السلام کا سجدہ اور توبہ قبول

ہوئی۔ حضرت آدم علیہ السلام نے اس وقت شکریہ کی نماز پڑھی۔ حق تعالیٰ نے یہی وقت امّتِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لِئے نماز کا مقرّر فرمایا۔ جو شخص مغرب کی نماز پڑھے گا وہ سارے دن کے گناہوں سے پاک ہو جائے گا اور جس طرح حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ قبول ہوئی اسی طرح اس کی بھی دُعا قبول ہو گی۔

بعض جاہلوں نے حضرت عیسٰی علیہ السلام کے معجزات دیکھ کر آپ کو (نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ ذَالِکَ) خدا اور خدا کا بیٹا کہا اور آپ کی والدہ ماجدہ کو (اَسْتَغْفِرُ اللّٰہ) خدا کی بیوی بنایا۔ جب یہ قول حضرت عیسٰی علیہ السلام نے سنا تو جناب باری میں عذر کے طور پر عرض کیا کہ الٰہی تو جانتا ہے کہ میں نے اپنی قوم سے یہ کہا ہے میں تو اللہ پاک کا بندہ اور اس کا رسول ہوں اور یہ مجھے خدا اور خدا کا بیٹا کہتے ہیں۔ خداوندا اس میں میرا کیا قصور ہے میں سخت بیزار ہوں۔ اللہ پاک کی طرف سے حکم ہوا کہ اے عیسٰی تم اس جرم سے پاک ہو اور تمہارے ذمہ کچھ بھی وبال نہیں۔

یہ حکم سن کر حضرت عیسٰی علیہ السلام نے مغرب کے وقت دو رکعتیں شکریہ میں پڑھیں کیونکہ اللہ پاک نے آپ کو دو الزاموں سے بری کیا تھا۔ یعنی خدا اور خدا کا بیٹا، اور آپ کی والدہ ماجدہ حضرت مریمؑ نے ایک رکعت پڑھی کیونکہ بی بی مریمؑ پر اللہ پاک کی بیوی ہونے کا الزام تھا۔ جب اللہ پاک نے حضرت مریمؑ کی بریّت منظور کر لی تو آپ نے ایک رکعت پڑھی۔

اللہ پاک نے یہ تینوں رکعتیں جو دراصل اپنی پیاری مخلوق کا بریّت نامہ تھا۔ جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امّت کو عنایت کیں۔ مغرب کی نماز پڑھنے والوں کی ہر ایک گناہ سے توبہ اور معذرت قبول ہو گی۔

حضرت یعقوب علیہ السلام چالیس سال یا اسّی سال تک حضرت یوسف علیہ السلام کے فراق میں غمگین رہے۔ مگر جب اللہ پاک نے فضل فرمایا اور قاصد حضرت یوسف علیہ السلام کا کرتہ لایا اور حضرت یعقوب علیہ السلام کے چہرہ مبارک پر ڈالا تو اللہ پاک نے اس کی برکت سے حضرت یعقوب علیہ السلام کی بینائی روشن کی اور آپ کا سارا غم غلط ہوا اور تمام رنج راحت سے بدل گیا۔ اس وقت حضرت یعقوب علیہ السلام نے اس کے شکریہ میں تین رکعتیں پڑھیں۔ ایک آنکھوں کی روشنی واپس آنے کا شکریہ دوسری رکعت حضرت یوسف علیہ السلام کے زندہ ہونے کا شکریہ اور تیسری رکعت حضرت یوسف علیہ السلام کے دینِ اسلام پر قائم رہنے کا شکریہ۔ چنانچہ حق تعالےٰ نے وہ نماز حضرت یعقوب علیہ السلام پر فرض فرمائی اور امّت مرحومہ پر بھی فرض کی

کعب احبارؓ سے روایت ہے کہ جب کوئی مسلمان مغرب کی نماز پڑھتا ہے تو آسمان کے دروازے کھل جاتے ہیں اور جو دعا کرتا ہے وہ قبول ہوتی ہے اور جو حاجت طلب کرتا ہے وہ ملتی ہے پس جس طرح حضرت یعقوب علیہ السلام کی مراد مغرب کے وقت پوری ہوئی اسی طرح جو شخص مغرب کی نماز پڑھے گا اللہ پاک اس کی مرادیں پوری کرے گا۔

تفسیر کبیر اللہ پاک نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا تھا کہ اے موسیٰ ساری دنیا زہرِ ہلاہل اور زہر قاتل ہے۔ فقط ہمارے نام ہی میں شفا ہے اس لیئے لازم ہوا کہ شام ہوتے ہی نماز پڑھی جائے کہ اس کے پاک نام کی برکت سے ساری رات اذیتوں سے محفوظ ہو جائے۔

نمازِ عشاء درِّ منثور۔ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ ایک بڑے مشہور صحابی ہیں

وہ فرماتے ہیں کہ جب عشاء کی نماز ہو لیتی ہے تو تمام آدمی تین جماعتوں میں منقسم ہو جاتے ہیں۔ ایک وہ جماعت ہے جس کے لیئے رات نعمت ہے اور کمائی کا ذریعہ ہے۔ یہ وہ حضرات ہیں جو رات کی فرصت کو غنیمت سمجھتے ہیں اور جب لوگ اپنے اپنے آرام اور استراحت میں مشغول ہو جاتے ہیں تو یہ لوگ نماز میں مشغول ہو جاتے ہیں۔ ان کی رات ان کے لیئے اجر و ثواب بن جاتی ہے۔ دوسری وہ جماعت ہے جس کے لیئے رات وبال ہے، عذاب ہے۔ یہ وہ جماعت ہے جو رات کی تنہائی اور فرصت کو غنیمت سمجھتی ہے اور گناہوں میں مشغول ہو جاتی ہے ان کی رات ان پر وبال ہو جاتی ہے۔ تیسری وہ جماعت ہے جو عشا کی نماز پڑھ کر سو جاتی ہے۔ اس کے لیئے نہ وبال ہے نہ کمائی، نہ کچھ گیا نہ آیا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جو شخص رات کے اندھیروں میں نماز کے لیئے مسجد کی طرف جائے گا قیامت میں حق تعالے اسے پورا نور عنایت فرما کر سامنے بلائے گا۔

عشاء کے وقت کا اندھیرا، قبر اور قیامت کے اندھیرے کی مثال ہے اس لیئے ایسے اندھیرے کے وقت میں عشاء کی نماز فرض ہوئی تاکہ اس عبادت اور نماز عشاء کا نور قبر اور قیامت کے اندھیرے کو دور کر دے پس جو شخص عشاء کی نماز پڑھے گا اللہ پاک اسے قبر میں کامل نور عطا فرمائے گا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام سارے دن چار غموں میں مبتلا رہے (۱) اپنی جان کا غم کہ دریا سے سلامتی کے ساتھ پار اتر جانا (۲) تمام بنی اسرائیل کا پار ہونا (۳) پھر فرعون کے ہاتھ سے نجات پانا اور (۴) فرعون اور لشکر فرعون کا غارت ہونا عشا کے

وقت اللہ بلند و برتر نے حضرت موسٰی علیہ السلام کو ان چار غموں سے نجات بخشی۔ حضرت موسٰی علیہ السلام بھی پار اُتر گئے۔ بنی اسرائیل بھی پار اترے۔ فرعون کے ہاتھ سے نجات پائی اور فرعون اور اس کا لشکر غارت کیا گیا۔

عشاء کے وقت حضرت موسٰی علیہ السلام نے ان چار غموں کے دُور ہونے کے شکریہ میں چار رکعتیں پڑھیں۔ اللہ پاک نے وہی چاروں رکعتیں حضور پُرنور کی اُمّت کے لئے فرض کر دیں۔ اللہ پاک نے آپ کی اُمّت سے عشاء کی چار رکعتیں پڑھوا کر اس اُمّت کو بھی چار غموں سے نجات بخشی۔ (۱) بُرے خاتمہ کے غم سے (۲) قبر کے عذاب کے غم سے (۳) قیامت کے غم سے اور (۴) دوزخ کے عذاب کے غم سے۔

نکتہ ۔ اصلی معراج شریف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے لئے مخصوص ہے مگر اس معراج شریف کی نقلی یادگار یعنی نماز سب مسلمانوں کا حصہ ہے۔ حضورؐ کو معراج عین عشاء کے وقت ہوئی۔ اس لئے مناسب ہوا کہ وہی وقت نقلی معراج کے لئے مقرّر کیا جائے۔ حضور پُرنور عشاء کے وقت آسمان پر تشریف لے گئے۔ وہاں اللہ پاک سے ملاقات فرمائی! آپؐ کی اُمّت آسمانوں کے بجائے مسجدوں میں حاضر ہو کر اپنے رب کی زیارت سے مشرّف ہوئی اور اَلصَّلٰوۃُ مِعْرَاجُ الْمُؤْمِنِیْنَ پوری طرح صادق آگیا۔

جماعت کی فضیلت

ایک حدیث میں آیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ میں نے حق تعالٰے شانہ کی بہترین صورت میں زیارت کی۔ مجھ سے ارشاد ہوا کہ محمد! ملاء اعلٰے والے یعنی

فرشتے کس چیز میں جھگڑ رہے ہیں۔ میں نے عرض کیا مجھے تو علم نہیں۔ حق تعالےٰ شانہٗ نے اپنا دستِ مبارک میرے سینے پر رکھ دیا جس کی ٹھنڈک سینے کے اندر تک محسوس ہوئی اور اس کی برکت سے تمام عالم مجھ پر منکشف ہو گیا۔ پھر مجھ سے ارشاد فرمایا اب بتاؤ فرشتے کس چیز میں جھگڑ رہے ہیں۔ میں نے عرض کیا درجہ بلند کرنے والی چیزوں میں۔ اور ان چیزوں میں جو گناہوں کا کفارہ ہو جاتی ہیں، اور جماعت کی نماز کی طرف جو قدم اٹھتے ہیں ان کے ثواب میں اور سردی کے وقت وضو کو اچھی طرح کرنے کے فضائل میں اور ایک نماز کے بعد سے دوسری نماز تک انتظار میں بیٹھے رہنے کی فضیلت میں۔ جو شخص ان کا اہتمام کرے گا بہترین حالت میں زندگی گزارے گا اور بہترین حالت میں مرے گا۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ آدمی کی وہ نماز جو جماعت سے پڑھی گئی ہو اس نماز سے جو گھر میں یا بازار میں پڑھ لی ہو پچیس درجہ مضاعف ہوتی ہے۔ اور بات یہ ہے کہ جب آدمی وضو کرتا ہے اور وضو کو کمال درجہ تک پہنچا دیتا ہے پھر مسجد کی طرف صرف نماز کے ارادہ سے چلتا ہے کوئی اور ارادہ اس کے ساتھ شامل نہیں ہوتا تو جو قدم بھی رکھتا ہے اس کی وجہ سے ایک نیکی بڑھ جاتی ہے اور ایک خطا معاف ہو جاتی ہے۔ اور پھر جب نماز پڑھ کر اسی جگہ بیٹھا رہتا ہے تو جب تک باوضو بیٹھا رہے گا فرشتے اس کے لئے مغفرت اور رحمت کی دعا کرتے رہتے ہیں۔ اور جب تک آدمی نماز کے انتظار میں رہتا ہے وہ نماز کا ثواب پاتا رہتا ہے۔ (ترغیب)

بنو سلمہ، مدینہ طیبہ میں ایک قبیلہ تھا۔ ان کے مکانات مسجد سے دور تھے

انہوں نے ارادہ کیا کہ مسجد کے قریب ہی کہیں منتقل ہو جائیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا وہیں رہو تمہارے مسجد تک آنے کا ہر ہر قدم لکھا جاتا ہے ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص گھر سے وضو کر کے نماز کو جائے وہ ایسا ہے جیسا کہ گھر سے احرام باندھ کر حج کو جائے۔ اس کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک اور فضیلت کی طرف اشارہ فرماتے ہیں، کہ جب نماز پڑھ چکے تو اس کے بعد جب تک مصلّے پر رہے فرشتے مغفرت اور رحمت کی دُعا کرتے رہتے ہیں۔

محمد بن سماعہؒ ایک بزرگ عالم تھے جو امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کے شاگرد تھے۔ ایک سو تین برس کی عمر میں انتقال ہوا۔ اس وقت دو سو رکعات نفل روزانہ پڑھتے تھے۔ کہتے ہیں کہ مسلسل چالیس برس تک میری ایک مرتبہ کے سوا تکبیر اولیٰ فوت نہیں ہوئی۔ صرف ایک مرتبہ جس دن میری والدہ کا انتقال ہوا ہے اس کی مشغولی کی وجہ سے تکبیر اولیٰ فوت ہو گئی تھی۔ یہ بھی کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میری جماعت کی نماز فوت ہو گئی تھی تو میں نے اس وجہ سے کہ جماعت کی نماز کا ثواب پچیس درجے زیادہ ہے اس نماز کو پچیس دفعہ پڑھا تاکہ وہ وعدہ پورا ہو جائے۔ تو خواب میں دیکھا کہ ایک شخص کہتا ہے کہ محمد پچیس دفعہ نماز تو پڑھ لی مگر ملائکہ کی آمین کا کیا ہو گا۔ (فوائد بہیہ) ملائکہ کی آمین کی مطلب یہ ہے کہ بہت سی احادیث میں یہ ارشاد نبوی آیا ہے کہ جب امام سورۂ فاتحہ کے بعد آمین کہتا ہے تو ملائکہ بھی آمین کہتے ہیں۔ جس شخص کی آمین ملائکہ کی آمین کے ساتھ ہو جاتی ہے اس کے پچھلے سب گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ خواب میں اس حدیث کی طرف

اشارہ ہے۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ جو شخص یہ چاہے کہ کل قیامت کے دن اللہ جل شانہٗ کی بارگاہ میں مسلمان بن کر حاضر ہو وہ ان نمازوں کو ایسی جگہ ادا کرنے کا اہتمام کرے جہاں اذان ہوتی ہے (یعنی مسجد میں) اس لئے کہ حق تعالیٰ شانہٗ نے تمہارے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے ایسی سنّتیں جاری فرمائی ہیں جو سراسر ہدایت ہیں۔ انہیں میں سے یہ جماعت کی نمازیں بھی ہیں۔ اگر تم لوگ اپنے گھروں میں نماز پڑھنے لگے جیسا کہ فلاں شخص پڑھتا ہے تو تم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنّت کے چھوڑنے والے ہوگے اور یہ سمجھ لو کہ اگر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنّت چھوڑ دوگے تو گمراہ ہو جاؤ گے اور جو شخص اچھی طرح وضو کرے اس کے بعد مسجد کی طرف جائے تو ہر ہر قدم پر ایک ایک نیکی لکھی جائے گی اور ایک ایک خطا معاف ہوگی اور ہم تو اپنا یہ حال دیکھتے تھے کہ جو شخص کھلم کھلا منافق ہوتا وہ تو جماعت سے رہ جاتا تھا یا کوئی سخت بیمار ہونے کی صورت میں، ورنہ جو شخص دو آدمیوں کے سہارے سے گھسٹتا ہوا جا سکتا تھا وہ بھی صف میں کھڑا کر دیا جاتا تھا۔

چنانچہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض الوفات میں بھی یہی صورت پیش آئی کہ مرض کی شدّت کی وجہ سے بار بار غشی ہوتی تھی اور کئی دفعہ وضو کا پانی طلب فرماتے تھے۔ آخر ایک مرتبہ وضو فرمایا اور حضرت عباسؓ اور اور ایک دوسرے صحابی کے سہارے سے مسجد میں تشریف لے گئے کہ زمین پر پاؤں بھی اچھی طرح جمتا نہ تھا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے تعمیلِ ارشاد

بس نماز پڑھانی شروع کردی تھی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم جاکر نماز میں شریک ہوگئے۔ (صحیحین)

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے سنا کہ اللہ کی عبادت اس طرح کر گویا کہ وہ بالکل سامنے ہے اور تو اس کو دیکھ رہا ہے اور اپنے آپ کو مُردوں کی فہرست میں شمار کیا کر اور مظلوم کی بد دعا سے اپنے کو بچا اور جو تو اتنی بھی طاقت رکھتا ہو کہ زمین پر گھسٹ کر عشاء اور صبح کی جماعت میں شریک ہوسکے تو دریغ نہ کر۔

ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ منافقوں پر عشاء اور صبح کی نماز بہت بھاری ہوتی ہے اگر ان کو یہ معلوم ہو جاتا کہ جماعت میں کتنا ثواب ہے تو زمین پر گھسٹ کر جاتے اور ان نمازوں کو جماعت سے ادا کرتے۔ (ترغیب)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص چالیس دن اخلاص کے ساتھ ایسی طرح نماز پڑھے کہ تکبیر اولیٰ فوت نہ ہو تو اس کو دو پروانے ملتے ہیں ایک پروانہ جہنم سے چھٹکارے کا اور دوسرا نفاق سے بری ہونے کا (ترغ

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص اچھی طرح وضو کرے پھر مسجد میں نماز کے لئے جائے اور وہاں پہنچ کر معلوم ہو کہ جماعت ہو چکی تو بھی اس کو جماعت کی نماز کا ثواب ہوگا اور اس ثواب کی وجہ سے ان لوگوں کے ثواب میں کچھ کمی نہیں ہوگی جنہوں نے جماعت سے نماز پڑھی ہے۔

(ابوداؤد)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک ارشاد ہے کہ دو آدمیوں کی جماعت کی

نماز کہ ایک امام ہو ایک مقتدی، اللہ کے نزدیک چار آدمیوں کی علیحدہ علیحدہ نماز سے زیادہ پسندیدہ ہے اسی طرح چار آدمیوں کی جماعت کی نماز آٹھ آدمیوں کی متفرق نمازوں سے بڑھی ہوئی ہے۔ ایک دوسری حدیث میں ہے کہ اسی طرح جتنی بڑی جماعت میں نماز پڑھی جائے گی وہ اللہ کو زیادہ محبوب ہے مختصر جماعت سے (جامع الصغیر)

ابن خزیمہ۔ حضرت سہلؓ فرماتے ہیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو لوگ اندھیرے میں مسجدوں میں بکثرت جاتے رہتے ہیں ان کو قیامت کے دن کے پورے پورے نور کی خوشخبری سنا دے۔

جامع الصغیر۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ تین چیزیں ایسی ہیں کہ اگر لوگوں کو ان کا ثواب معلوم ہو جائے تو لڑائیوں سے ان کو حاصل کیا جائے ایک اذان کہنا، دوسری جماعت کی نمازوں کے لئے دوپہر کے وقت جانا، تیسری پہلی صف میں نماز پڑھنا۔

ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ قیامت کے دن جب ہر شخص پریشان حال ہوگا اور آفتاب نہایت تیزی پر ہوگا سات آدمی ایسے ہوں گے جو اللہ کی رحمت کے سایہ میں ہوں گے۔ ان میں سے ایک وہ شخص بھی ہوگا جس کا دل مسجد میں اٹکا رہے کہ جب کسی ضرورت سے باہر آئے تو پھر مسجد
ہی نے کی خواہش ہو۔ ایک حدیث میں وارد ہے کہ جو شخص مسجد سے
اللہ جل شانہٗ اس سے الفت فرماتے ہیں (جامع الصغیر)
دم نے بھی قیام جماعت کے فوائد اور مصالح کو اپنے اپنے نقطۂ نظر

سے تحریر فرمایا ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ کی ایک تقریر کا ترجمہ و مطلب ان کی مشہور کتاب حجۃ اللہ البالغہ سے نقل کیا جاتا ہے۔

رسم و رواج کے مہلکات سے بچنے کے لئے اس سے زیادہ مفید کوئی چیز نہیں کہ عبادات میں سے کسی عبادت کو اس طرح عام کر دیا جائے کہ وہ علی الاعلان ادا کی جائے اور ہر شخص کے سامنے خواہ سمجھ دار ہو یا ناسمجھ ادا کی جا سکے۔ اس کے ادا کرنے میں شہری اور غیر شہری برابر ہیں۔ اسی کو مسابقت اور تفاخر کا ذریعہ بنایا جائے۔ اور وہ عبادت اس قدر عام ہو اور ضروریاتِ زندگی میں اس طرح داخل ہو جائے کہ اس سے علیحدگی ناممکن اور دشوار بن جائے تاکہ اللہ کی عبادت کے لئے مؤید ہو جائے اور وہ رسم و رواج جو موجب مضرت و نقصان تھا وہی حق کی طرف کھینچنے والا بن جائے۔ اب چونکہ عبادات میں کوئی عبادت بھی نماز سے زیادہ مہتم بالشان اور دلیل و حجت کے اعتبار سے بڑھی ہوئی نہیں اس لئے ضروری ہوا کہ آپس میں اس کے رواج کو خوب شائع کیا جائے اور اس کے لئے خاص طور پر اجتماع کیا جائے اور اس کو اتفاق سے ادا کیا جائے۔

نیز ہر مذہب اور دین میں کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جو مقتدا ہوتے ہیں کہ ان کا اتباع کیا جاتا ہے اور کچھ لوگ دوسرے درجے میں ایسے ہوتے ہیں جو کسی معمولی سی ترغیب و تنبیہ کے محتاج ہوتے ہیں، اور کچھ لوگ تیسرے درجے میں بہت ناکارہ اور ضعیف الاعتقاد ایسے بھی ہوتے ہیں جن کو اگر مجمع میں عبادت کا مکلف نہ کیا جائے تو وہ سستی اور کاہلی کی وجہ سے عبادت

بھی چھوڑ دیتے ہیں۔ اس وجہ سے مصلحت کا مقتضا یہی ہے کہ سب لوگ اجتماعی طور پر عبادت کو ادا کریں تاکہ جو لوگ عبادت کو ترک کرنے والے ہیں وہ عبادت کرنے والوں سے ممتاز نظر آئیں اور رغبت کرنے والوں اور بے رغبتی کرنے والوں میں کھلا تفاوت ہو جائے۔ ناواقف لوگ علماء کے اتباع سے واقف بن جائیں اور جاہل لوگوں کو عبادت کا طریقہ معلوم ہو جائے اور اللہ کی عبادت ان لوگوں میں اس پگھلی ہوئی چاندی کی طرح ہو جائے جو کسی ماہر کے سامنے رکھی جائے تو جائز، ناجائز اور کھرے کھوٹے میں کھلا فرق ہو جائے۔ جائز کی تقویت کی جائے اور ناجائز کو رد کیا جائے۔

اس کے علاوہ مسلمانوں کے ایسے اجتماع میں جس میں اللہ کی طرف رغبت کرنے والے، اس کی رحمت کے طلب کرنے والے اور اس سے ڈرنے والے موجود ہوں اور سب کے سب اللہ ہی کی طرف ہمہ تن متوجّہ ہوں برکتوں کے نازل ہونے اور رحمت کے متوجّہ ہونے کی عجیب خاصیت رکھی ہے۔

نیز امّتِ محمّدیہ کے قیام کا مقصد ہی یہ ہے کہ اللہ کا بول بالا ہو اور دینِ اسلام کو تمام دینوں پر غلبہ ہو اور یہ اس وقت تک ممکن نہیں جب تک کہ یہ طریقہ رائج نہ ہو کہ سب کے سب عوام و خواص، شہر کے رہنے والے اور گاؤں کے رہنے والے چھوٹے بڑے ایک جگہ جمع ہو کر اس چیز کو جو اسلام کا سب سے بڑا شعار ہے اور سب سے بالاتر عبادت ہے ادا نہ کریں۔ ان وجوہ سے شریعت جمعہ اور جماعت کے اہتمام کی طرف متوجّہ ہوئی، ان کے اظہار و اعلان کی ترغیبیں اور ان کے چھوڑنے پر وعیدیں نازل ہوئیں۔ اور چونکہ اظہار و اجتماع ایک صرف

محلہ اور قبیلہ کا ہے اور ایک تمام شہر کا۔ اور محلہ کا اجتماع ہر وقت سہل ہے اور تمام شہر کا اجتماع ہر وقت مشکل ہے کیونکہ اس میں تنگی ہے۔ اس لئے محلہ کا اجتماع ہر نماز کے وقت قرار دیا اور جماعت کی نماز اس کے لئے مشروع ہوئی اور تمام شہر کا اجتماع آٹھویں دن قرار دیا اور اس کے لئے جمعہ کی نماز تجویز ہو گئی۔

حکایت۔ وہب منبہؒ فرماتے ہیں کہ کعب احبارؓ مسجد میں ساری صفوں کے پیچھے کھڑے رہتے۔ جب ان سے اس کا سبب دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ میں نے توریت میں پڑھا ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امّت میں ایسے مرد خدا بھی ہوں گے کہ جب ان میں سے کوئی سجدہ کرے گا اور ابھی سجدے سے سر نہ اٹھائے گا کہ حکم الٰہی ہو گا "جو اس کے پیچھے کھڑے ہیں سب کے گناہ بخش دو" میں بھی اسی نیّت سے سب سے پیچھے کھڑا ہوتا ہوں کہ شاید ان میں کوئی ایسا مرد ہو کہ اس کے سجدہ کے طفیل میرا کام بھی بن جائے (سلک السلوک)

شواہد النبوت: حضرت عباس رضی اللہ عنہ بہ حالت نابینا ہونے کے ایک لڑکا اپنے ساتھ رکھا کرتے تھے جو نماز کے وقت آپ کی لکڑی پکڑ کر مسجد میں لاتا اور آپ کو قبلہ کی طرف سیدھا کھڑا کر دیتا۔ ایک دن وہ لڑکا نہ آیا آپ نے نماز کے وقت اس لڑکے کو پکارا مگر وہ حاضر نہ تھا۔ آپ نے نماز کے شوق میں بے چین ہو کر جناب الٰہی میں دعا کی کہ خداوندا یہ نابینا ہونا مجھے قیامت میں رسوا نہ کرے۔ مجھے قیامت کی رسوائی سے بچا لے۔ فوراً آپ کی آنکھیں روشن ہو گئیں۔ پھر اپنے آپ مسجد میں چلے گئے اور ہمیشہ ایسا ہی ہوا کرتا کہ جب نماز کا

وقت ہوتا آپ کی آنکھیں روشن ہو جاتیں اور جب نماز سے فارغ ہو کر اپنے گھر میں جاتے پھر نابینا ہو جاتے۔

فوائد الفواد (ملفوظاتِ خواجہ نظام الدین اولیاءؒ) پابوسی کی سعادت حاصل ہوئی تو نماز باجماعت کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ اس بارے میں بہت غلو کر کے فرمایا کہ اگر دو شخص ہوں تو بھی نماز باجماعت ادا کرنی چاہیئے۔ گر دو آدمیوں سے جماعت تو نہیں ہوتی لیکن جماعت کا ثواب مل جاتا ہے۔ ان دونوں آدمیوں کو ایک قطار میں کھڑے ہونا چاہیئے۔

بعد ازاں فرمایا کہ ایک مرتبہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ادا کرنی چاہی، مگر وہاں سوائے عبداللہ بن عباسؓ کے اور کوئی موجود نہ تھا۔ ان کا ہاتھ پکڑ کر اپنے برابر کھڑا کر لیا۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تکبیر تحریمہ میں مشغول ہوئے تو عبداللہ بن عباسؓ پیچھے ہٹے۔ آنحضرتؐ نے نماز توڑ کر ان کا ہاتھ پکڑ کر پھر اپنے ساتھ برابر کھڑا کیا۔ جب پھر نماز شروع کی تو پھر عبداللہ بن عباسؓ پیچھے ہٹ آئے۔ بعد ازاں سرورِ کائنات حبیبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ پیچھے کیوں ہٹتے ہو۔ عرض کی مجھ میں کیا طاقت، کہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر کھڑا ہوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کا حسنِ ادب بہت پسند آیا۔ آپ کے حق میں دعا فرمائی۔ اللھم فقھہ فی الدین۔ (پروردگار! دین میں اسے فقیہہ بنا)۔ بعد ازاں خواجہؒ صاحب نے فرمایا کہ صحابہ میں امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ کے بعد آپ ہی فقیہہ تھے۔

کتاب الصلوٰۃ (ابن قیمؒ) مسلمؒ نے اپنی صحیح میں عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت

کی ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ جسے خوش آتا ہے یہ امر کہ وہ کل کو خدا سے مسلمان ہو کر ملے تو چاہیئے کہ ان نمازوں پر محافظت کرے جب ان کے لیئے اذان کہی جائے کیونکہ تحقیق یہ نمازیں سنن ہدیٰ میں سے ہیں اور تحقیق خداتعالےٰ نے مشروع کیا ہے واسطے تمہارے نبی کے سنن ہدیٰ یعنی ہدایت کے طریقوں کو اور تحقیق تم اگر اپنے گھروں میں نماز پڑھ لوگے جیسے نماز پڑھ لیتا ہے پیچھے رہنے والا اپنے گھر میں تو البتہ چھوڑ دوگے اپنے نبیؐ کا طریقہ، اور اگر تم اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ چھوڑ دوگے تو گمراہ ہو جاؤ گے۔ اور جو شخص کہ پاک صاف ہو کر وضو کر کے ان مسجدوں میں سے کسی مسجد کی طرف چلنے کا قصد کرتا ہے تو خداتعالےٰ اس کے ہر ایک قدم کے عوض نیکی لکھ دیتا ہے اور بلند کر دیتا ہے اس کے ایک درجہ اور گراتا ہے اس سے بسبب اس کے ایک گناہ۔ اور تحقیق ہم نے زمانہ نبویؐ میں دیکھا ہے کہ نہیں پیچھے رہتا تھا اس سے مگر منافق جس کا نفاق معلوم ہے اور تحقیق ایسا شخص بھی جماعت میں حاضر ہوتا تھا جو کہ بسبب ضعف کے دو شخصوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھ کر چلتا تھا یہاں تک کہ صف میں کھڑا کیا جاتا تھا۔

کتاب الصلوٰۃ (امام احمد بن حنبلؒ) حدیث شریف میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے مؤذن کی اذان سنی اور بغیر کسی عذر کے مسجد نہیں آیا تو اس کی نماز نہیں ہوگی۔

حضرت عبداللہ بن ام کلثومؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ میں بڈھا ہوں، آنکھوں کی بصارت جاتی رہی ہے، گھر بہت دور ہے

اور مسجد تک آنے میں راستہ میں کھجوروں کے جھنڈ ہیں اور نالا ہے کیا حضور اقدس مجھے گھر ہی میں نماز پڑھنے کی اجازت عطا فرماتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم تک اذان کی آواز پہنچتی ہے۔ حضرت عبداللہ بن ام کلثومؓ نے عرض کیا جی ہاں۔ فرمایا تو تم کو مسجد ہی میں آنا چاہیئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے شخص کو جو نابینا تھے ضعیف تھے۔ مسجد سے فاصلہ پر رہتے تھے راستہ میں درختوں کے جھنڈ تھے۔ نالا تھا، پھر بھی نماز سے بچھڑنے کی اجازت عطا نہیں فرمائی۔ لہٰذا اگر کسی کا نماز سے بچھڑنے کا عذر قابلِ قبول ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسے شخص کو ضرور اجازت عطا فرماتے۔

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ نے ہر نبی کے لئے ایک طریقہ مقرر کیا، چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقوں میں سے نماز پنجگانہ باجماعت ہے۔

کتاب الصلوٰۃ (ابن قیم جوزی) ابو داؤدؒ نے اپنی سنن میں اور امام احمدؒ نے اپنی مسند میں ابی درداءؓ کی حدیث سے روایت کیا ہے کہ کہا اس نے، فرمایا ہے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ہر ایک بستی جس میں اذان اقامتِ نماز کی متروک کی جائے اس پر شیطان غالب ہو جاتا ہے۔ تو لازم پکڑ جماعت کو کیونکہ بھیڑیا اس بھیڑ کو کھاتا ہے جو ریوڑ سے دور رہ جاتی ہے۔

ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مثال اس شخص کی جو امام کے ساتھ شروع الحمد پڑھنے میں آکر نماز میں شامل ہو جائے یہ ہے کہ جیسے کوئی شخص دار کفر فتح کرنے میں شروع سے شامل رہا،

اور مثال اس شخص کی کہ جو الحمد کے اخیر میں امام کے ساتھ آکر نماز میں ملا ایسی جیسے کوئی شخص دارِ کفر فتح کرنے کے بعد غنیمت تقسیم ہونے میں شامل ہو کر مال غنیمت سے حصہ لے لے یعنی نماز کے شروع میں آکر شامل ہونا جہادِ اکبر اور اجرِ عظیم ہے اور اخیر میں آکر ملنا مفت کا ثواب ہے۔

ترکِ جماعت پر عتاب

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص اذان کی آواز سنے اور کسی عذر کے بغیر نماز کو نہ جائے (یعنی وہیں پڑھ لے) تو وہ نماز قبول نہیں ہوتی صحابہؓ نے عرض کیا کہ عذر سے کیا مراد ہے؟ ارشاد ہوا کہ مرض ہو یا کوئی خوف

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث میں یہ بھی نقل کیا گیا کہ اس شخص نے اللہ کی نافرمانی کی اور رسولؐ کی نافرمانی کی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا یہ بھی ارشاد ہے کہ جو شخص اذان کی آواز سنے اور جماعت سے نماز نہ پڑھے نہ اس نے بھلائی کا ارادہ کیا نہ اس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کیا گیا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جو شخص اذان کی آواز سنے اور جماعت میں حاضر نہ ہو بہتر ہے کہ اس کے کان پگھلے ہوئے سیسے سے بھر دیئے جائیں۔

مجمع الزوائد۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اس شخص کا فعل سراسر ظلم ہے اور کفر ہے اور نفاق ہے جو اللہ کے منادی (یعنی مؤذن) کی آواز سنے اور نماز کو نہ جائے۔

صحیح مسلم۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ میرا

چاہتا ہے کہ چند جوانوں سے کہوں کہ بہت سا ایندھن اکٹھا کر کے لائیں۔ پھر میں ان لوگوں کے پاس جاؤں جو بلا عذر اپنے گھروں میں نماز پڑھ لیتے ہیں اور جا کر ان کے گھروں کو جلا دوں۔

ابو داؤد۔ حضرت ابی درداءؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس گاؤں یا جنگل میں تین آدمی ہوں اور باجماعت نماز نہ ہوتی ہو تو ان پر شیطان مسلط ہو جاتا ہے اس لئے جماعت کو ضروری سمجھو۔ بھیڑیا اکیلی بکری کو کھا جاتا ہے اور آدمیوں کا بھیڑیا شیطان ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے کسی نے پوچھا کہ ایک شخص دن بھر روزہ رکھتا ہے اور رات بھر نفلیں پڑھتا ہے مگر جمعہ اور جماعت میں شریک نہیں ہوتا اس کے متعلق کیا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا کہ یہ شخص جہنمی ہے۔

ایک حدیث میں وارد ہے کہ تین شخصوں پر حق تعالےٰ شانہٗ لعنت بھیجتا ہے اوّل اس شخص پر جس سے نمازی کسی معقول وجہ سے ناراض ہوں اور وہ امامت کرے۔ دوسرے اس عورت پر جس کا خاوند اس سے ناراض ہو۔ تیسرے اس شخص پر جو اذان کی آواز سنے اور جماعت میں شریک نہ ہو۔

حضرت کعب احبارؓ فرماتے ہیں کہ قسم ہے اس پاک ذات کی جس نے تورات حضرت موسیٰ علیہ السلام پر اور انجیل حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اور زبور حضرت داؤد علیہ السلام پر نازل فرمائی۔ . . . .

اور قرآن شریف سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل فرمایا کہ یہ آیتیں

فرض نمازوں کو جماعت سے ایسی جگہ پڑھنے کے بارے میں جہاں اذان ہوتی ہو نازل ہوئی ہیں۔ (ترجمہ آیات) :- جس دن حق تعالیٰ شانہٗ ساق کی تجلی فرمائیں گے (جو ایک خاص قسم کی تجلی ہوگی) اور لوگ اس دن سجدہ کے لئے بلائے جائیں گے تو یہ لوگ سجدہ نہیں کر سکیں گے۔ ان کی آنکھیں شرم کے مارے جھکی ہوئی ہوں گی۔ اور ان پر ذلت چھائی ہوئی ہوگی، اس لئے کہ یہ لوگ دُنیا میں سجدہ کی طرف بلائے جاتے تھے اور صحیح سالم تندرست تھے (پھ بھی سجدہ نہیں کرتے تھے)

نکتہ :- ساق کی تجلّی ایک خاص قسم کی تجلّی ہے۔ جو میدانِ حشر میں ہوگی اس تجلی کو دیکھ کر سب مسلمان سجدے میں گر جائیں گے۔ مگر بعض لوگ ایسے ہوں گے جن کی کمر تختہ ہو جائے گی۔ اور سجدہ پر قدرت نہ ہوگی۔ یہ کون لوگ ہوں گے اس کے بارے میں مختلف تفسیریں وارد ہوئی ہیں۔ ایک تفسیر یہ ہے جو کعب احبارؓ سے منقول ہے اور اسی کے موافق حضرت ابن عباسؓ وغیرہ سے بھی منقول ہے کہ یہ وہ لوگ ہوں گے جو دنیا میں جماعت کے لئے بلائے جاتے تھے اور جماعت کی نماز نہیں پڑھتے تھے۔ دوسری تفسیر بخاری میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ یہ لوگ وہ ہوں گے جو دُنیا میں ریا اور دکھلاوے کے لئے نماز پڑھتے تھے۔ تیسری تفسیر یہ ہے کہ یہ لوگ کافر ہیں جو دُنیا میں سرے سے نماز ہی نہیں پڑھتے تھے۔ چوتھی تفسیر یہ ہے کہ اس سے مراد منافق ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

ترکِ نماز پر وعید اور عتاب

حدیث کی کتابوں میں نماز نہ پڑھنے پر بہت سخت سخت عذاب ذکر کئے گئے ہیں۔ یہاں صرف چند حدیثیں بیان کی جاتی ہیں۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ نماز چھوڑنا آدمی کو کفر سے ملا دیتا ہے۔

ایک جگہ ارشاد ہے کہ بندہ کو اور کفر کو ملانے والی چیز صرف نماز چھوڑنا ہے۔

ایک جگہ ارشاد ہے کہ ایمان اور کفر کے درمیان نماز چھوڑنے کا فرق ہے۔

حضرت عبادہ بن الصامت ؓ کہتے ہیں کہ مجھے میرے محبوب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے سات نصیحتیں کیں جن میں سے چار یہ ہیں۔ اوّل یہ کہ اللہ کا شریک کسی کو نہ بناؤ، چاہے تمہارے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے جائیں یا تم جلا دیئے جاؤ یا سولی چڑھا دیئے جاؤ۔ دوسرے یہ کہ جان کر نماز نہ چھوڑو جو شخص جان بوجھ کر نماز چھوڑ دے وہ مذہب سے نکل جاتا ہے۔ تیسری یہ کہ اللہ کی نافرمانی نہ کرو کہ اس سے حق تعالیٰ ناراض ہو جاتا ہے۔ چوتھی یہ کہ شراب نہ پیو کہ وہ ساری خطاؤں کی جڑ ہے (ترغیب۔ درِ منثور۔ مشکوٰۃ وغیرہ)

ایک دوسری حدیث میں حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ بھی اسی قسم کا مضمون بیان فرماتے ہیں کہ مجھے میرے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وصیت فرمائی کہ اللہ کا شریک کسی کو نہ کرنا خواہ تیرے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے جائیں یا آگ

ہیں جلا دیئے جاؤ۔ دوسری نماز جان کر نہ چھوڑنا۔ جو شخص جان بوجھ کر نماز چھوڑتا ہے اس سے اللہ تعالےٰ شانہٗ بری الذمہ ہے۔ تیسری شراب نہ پینا کہ ہر برائی کی کنجی ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس شخص کی ایک نماز بھی فوت ہوگئی وہ ایسا ہے کہ گویا اس کے گھر کے لوگ اور مال و دولت سب چھین لیا گیا ہو۔

نیز ارشاد ہے کہ جو شخص دو نمازوں کو بلا کسی عذر کے ایک وقت میں پڑھے وہ کبیرہ گناہوں کے دروازوں میں سے ایک دروازے پر پہنچ گیا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تین چیزوں میں تاخیر نہ کر۔ ایک نماز جب اس کا وقت ہو جائے دوسری جنازہ جب تیار ہو جائے۔ تیسری بے نکاحی عورت جب اس کے جوڑ کا خاوند مل جائے۔

ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز کا ذکر فرمایا اور یہ ارشاد فرمایا کہ جو شخص نماز کا اہتمام کرے تو نماز اس کے لئے قیامت کے دن نور ہوگی اور حساب پیش ہونے کے وقت حجت ہوگی اور نجات کا سبب ہوگی اور جو شخص نماز کا اہتمام نہ کرے اس کے لئے قیامت کے دن نہ نور ہوگا اور نہ اس کے پاس کوئی حجت ہوگی اور نہ نجات کا کوئی ذریعہ۔ اس کا حشر فرعون، ہامان اور اُبی بن خلف کے ساتھ ہوگا۔ (درِ منثور۔ زواجر، مشکوٰۃ وغیرہ)

زواجر مکی۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص نماز کا اہتمام کرتا ہے

حق تعالیٰ شانہٗ پانچ طرح سے اس کا اکرام و اعزاز فرماتے ہیں۔ ایک یہ کہ اس پر سے رزق کی تنگی ہٹا دی جاتی ہے۔ دوسرے یہ کہ عذابِ قبر ہٹا دیا جاتا ہے۔ تیسرے یہ کہ قیامت کو اس کے اعمال نامے دائیں ہاتھ میں دیئے جائیں گے (جن کا حال سورۂ الحاقہ میں مفصل مذکور ہے) اور چوتھے یہ کہ پل صراط پر سے بجلی کی طرح گزر جائیں گے۔ پانچویں یہ کہ حساب سے محفوظ رہیں گے۔ اور جو شخص نماز میں سستی کرتا ہے اس کو پندرہ طریقے سے عذاب ہوتا ہے۔ پانچ طرح دنیا میں اور تین طرح موت کے وقت اور تین طرح قبر سے نکلنے کے بعد۔ دنیا کے پانچ تو یہ ہیں۔ اول یہ کہ اس کی زندگی میں برکت نہیں رہتی۔ دوسرے یہ کہ صلحاء کا نور اس کے چہرے سے ہٹا دیا جاتا ہے، تیسرے یہ کہ اس کے نیک کاموں کا اجر ہٹا دیا جاتا ہے۔ چوتھے اس کی دعائیں قبول نہیں ہوتیں۔ پانچویں یہ کہ نیک بندوں کی دعاؤں میں اس کا استحقاق نہیں رہتا۔ اور موت کے وقت تین عذاب یہ ہیں۔ اول ذلت سے مرتا ہے۔ دوسرے یہ کہ بھوکا مرتا ہے تیسرے پیاس کی شدت میں موت آتی ہے، اگر سمندر بھی پی لے تو پیاس نہیں بجھتی۔ قبر کے تین عذاب یہ ہیں اول اس پر قبر اتنی تنگ ہو جاتی ہے کہ پسلیاں ایک دوسرے میں گھس جاتی ہیں، دوسرے قبر میں آگ جلا دی جاتی ہے۔ تیسرے قبر میں ایک سانپ اس پر ایسی شکل کا مسلط ہوتا ہے جس کی آنکھیں آگ کی ہوتی ہیں اور ناخن لوہے کے اتنے لانبے کہ ایک دن پورا چل کر ان کے آخری سرے تک پہنچا جائے۔ وہ میت کو زخمی کرتا ہے۔ اس کی آواز بجلی کی کڑک کی طرح ہوتی ہے۔ ——— وہ

کہتا ہے کہ مجھے تیرے رب نے تجھ پر مسلّط کیا ہے کہ تجھے صبح کی نماز ضائع کرنے
کی وجہ سے آفتاب نکلنے تک مارے جاؤں۔ اور ظہر کی نماز ضائع کرنے کی وجہ
سے عصر تک مارے جاؤں اور پھر عصر کی نماز ضائع کرنے کی وجہ سے غروب
تک اور مغرب کی نماز کی وجہ سے عشاء تک اور عشاء کی نماز کی وجہ سے صبح
تک مارے جاؤں۔ جب وہ ایک دفعہ اس کو مارتا ہے تو اس کی وجہ سے وہ
مردہ ستّر ہاتھ زمین میں دھنس جاتا ہے۔ اسی طرح قیامت تک اس کو عذاب ہوتا
رہے گا۔ اور قبر سے نکلنے کے بعد کے تین عذاب یہ ہیں۔ ایک حساب سختی
سے کیا جائے گا، دوسرے حق تعالیٰ شانہٗ کا اس پر غصّہ ہوگا، تیسرے جہنّم
میں داخل کر دیا جائے گا۔ یہ کل میزان چودہ ہوئی، ممکن ہے کہ پندرھواں بھول سے
رہ گیا ہو۔ اور ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ اس کے چہرے پر تین سطریں لکھی
ہوئی ہوتی ہیں۔ پہلی سطر، او اللہ کے حق کو ضائع کرنے والے۔ دوسری سطر، او
اللہ کے غصّہ کے ساتھ مخصوص، تیسری سطر جیسا کہ تو نے دُنیا میں اللہ کے حق
کو ضائع کیا آج تو اللہ کی رحمت سے مایوس ہے۔

بخاری شریف کی ایک حدیث میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم
کا معمول تھا کہ صبح کی نماز کے بعد صحابہؓ سے دریافت فرماتے کہ کسی نے کوئی خواب
دیکھا ہے؟ اگر کوئی دیکھتا تو بیان کر دیتا، حضورؐ اس کی تعبیر ارشاد فرما دیتے۔ ایک
مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حسبِ معمول دریافت فرمایا۔ اس کے بعد ارشاد
فرمایا کہ میں نے ایک خواب دیکھا ہے کہ دو شخص آئے اور مجھے اپنے ساتھ
لے گئے۔ اس کے بعد بہت لمبا خواب ذکر فرمایا جس میں جنّت، دوزخ اور

اس میں مختلف قسم کے عذاب لوگوں کو ہوتے ہوئے دیکھے منجملہ ان کے ایک شخص کو دیکھا کہ اس کا سر پتھر سے کچلا جا رہا ہے اور اس زور سے پتھر مارا جاتا ہے کہ وہ پتھر لڑھکتا ہوا دُور جا پڑتا ہے۔ اتنے میں اس کو اٹھایا جاتا ہے، وہ سر پھر ویسا ہی ہو جاتا ہے تو دوبارہ اس کو زور سے مارا جاتا ہے گویا اسی طرح اس کے ساتھ برتاؤ کیا جا رہا ہے۔ حضورؐ نے جب اپنے دونوں ساتھیوں سے دریافت فرمایا کہ یہ کون شخص ہے تو انہوں نے بتایا کہ اس شخص نے قرآن مجید پڑھا تھا اور اس کو چھوڑ دیا تھا اور فرض نماز چھوڑ کر سو جاتا تھا۔ ایک دوسری حدیث میں اسی قسم کا ایک اور قصہ ہے جس میں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک جماعت کے ساتھ یہ برتاؤ دیکھا تو حضرت جبرائیلؑ سے دریافت کیا۔ انہوں نے فرمایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو نماز میں سُستی کرتے تھے (ترغیب)

حضرت انس رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حق تعالےٰ شانہٗ کا یہ ارشاد نقل کرتے ہیں کہ میں کسی جگہ عذاب بھیجنے کا ارادہ کرتا ہوں مگر وہاں ایسے لوگوں کو دیکھتا ہوں جو مسجدوں کو آباد کرتے ہیں، اللہ کے واسطے آپس میں محبت رکھتے ہیں، اخیر راتوں میں استغفار کرتے ہیں تو عذاب کو موقوف کر دیتا ہوں (درِ منثور)

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ نے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کو ایک خط لکھا جس میں یہ لکھا کہ اکثر اوقات مسجد میں گزارا کرو، میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ مسجد متقی کا گھر ہے اور اللہ جلّ شانہٗ نے اس بات کا عہد فرما لیا ہے کہ جو شخص اکثر مسجد میں رہتا ہے اس پر رحمت کروں گا، اس کو راحت دوں گا

اور قیامت میں پل صراط کا راستہ آسان کردوں گا اور اپنی رضا نصیب کرونگا

ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ جو شخص مسجد سے الفت رکھے حق تعالیٰ شانہٗ اس سے الفت رکھتے ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ جب مردہ قبر میں رکھ دیا جاتا ہے تو جو لوگ قبر تک ساتھ گئے تھے وہ ابھی تک واپس نہیں ہوتے کہ فرشتے اس کے امتحان کے لئے آتے ہیں اس وقت اگر وہ مومن ہے تو نماز اس کے سر کے قریب ہوتی ہے اور زکوٰۃ دائیں جانب اور روزہ بائیں جانب، اور باقی جتنے بھلائی کے کام تھے وہ پاؤں کی جانب ہو جاتے ہیں اور ہر طرف سے اس کا احاطہ کر لیتے ہیں کہ اس کے قریب تک کوئی نہیں پہنچ سکتا۔ فرشتے دور ہی سے کھڑے ہو کر سوال کرتے ہیں۔ (در منثور)

ایک صحابیؓ ارشاد فرماتے ہیں کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر والوں پر خرچ کی کچھ تنگی ہوتی تو آپؐ ان کو نماز کا حکم فرماتے اور یہ آیت تلاوت فرماتے۔

وَاْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا لَا نَسْئَلُكَ رِزْقًا نَحْنُ
نَرْزُقُكَ وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوٰى ۝

(ترجمہ) اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم کیجئے اور خود بھی اس کا اہتمام کرتے رہیئے، ہم آپ سے روزی پیدا کرانا نہیں چاہتے روزی تو ہم دیں گے اور بہترین انجام تو پرہیزگاری ہے۔

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کہتی ہیں میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ قیامت کے دن سارے آدمی ایک جگہ جمع ہوں گے اور فرشتہ جو بھی آواز دے گا سب کو سنائی دے گی۔ اس وقت اعلان ہوگا کہاں ہیں وہ لوگ جو راحت اور تکلیف میں ہر حال میں اللہ کی حمد کرتے تھے۔ یہ سن کر ایک جماعت اُٹھے گی اور حساب کتاب کے بغیر جنّت میں داخل ہو جائے گی۔ پھر اعلان ہوگا کہاں ہیں وہ لوگ جو راتوں کو عبادت میں مشغول رہتے تھے اور ان کے پہلو بستروں سے دُور رہتے تھے، پھر ایک جماعت اُٹھے گی اور حساب کتاب کے بغیر جنّت میں داخل ہو جائے گی۔ پھر اعلان ہوگا کہاں ہیں وہ لوگ جن کو تجارت اور خرید و فروخت اللہ کے ذکر سے غافل نہیں کرتی تھی، پھر ایک جماعت اُٹھے گی اور بغیر حساب کے جنّت میں داخل ہو جائے گی۔ ایک اور حدیث میں بھی یہی قصہ آیا ہے۔ اس میں یہ بھی ہے کہ اعلان ہوگا آج محشر والے دیکھیں گے کہ کریم لوگ کون ہیں اور اعلان ہوگا کہاں ہیں وہ لوگ جن کو تجارتی مشاغل اللہ کے ذکر اور نماز سے نہیں روکتے تھے۔ (در منثور)

شیخ نصر سمرقندیؒ نے تنبیہ الغافلین میں بھی یہ حدیث لکھی ہے۔ اس کے بعد لکھا ہے کہ جب یہ حضرات بغیر حساب کتاب کے چھوٹ چکیں گے تو جہنم سے ایک لمبی گردن (عنق) ظاہر ہوگی جو لوگوں کو پھاندتی ہوئی چلی آئیگی۔ اس میں دو چمکدار آنکھیں ہوں گی اور نہایت فصیح زبان ہوگی۔ وہ کہے گی کہ میں ہر اس شخص پہ مسلط ہوں جو متکبر بدمزاج ہو اور مجمع میں سے ایسے لوگوں کو اس طرح چن لے گی جیسا کہ جانور دانہ چگتا ہے۔ ان سب کو چن کر جہنم میں

پٹکدیگا

پھینک دے گی۔ اس کے بعد پھر دوبارہ نکلے گی اور کہے گی کہ اب میں ہر اس شخص پر مسلّط ہوں جس نے اللہ کو اور اس کے رسول کو ایذا دی۔ ان لوگوں کو بھی جماعت سے چُن کر لے جائے گی۔ اس کے بعد سہ بارہ نکلے گی اور اس مرتبہ تصویر والوں کو چُن کر لے جائے گی۔ اس کے بعد جب یہ تینوں قسم کے آدمی مجمع سے چھٹ جائیں گے تو حساب کتاب شروع ہوگا۔

تنبیہ الغافلین میں ایک حدیث لکھی ہے کہ نماز اللہ کی رضا کا سبب ہے۔ فرشتوں کی محبوب چیز ہے۔ انبیاء کی سنّت ہے۔ اس سے معرفت کا نور پیدا ہوتا ہے، دُعا قبول ہوتی ہے، رزق میں برکت ہوتی ہے۔ یہ ایمان کی جڑ ہے۔ بدن کی راحت ہے، دشمن کے لئے ہتھیار ہے، نمازی کے لئے سفارشی ہے، قبر میں چراغ ہے اور اس کی وحشت میں دل بہلانے والی ہے منکر نکیر کے سوال کا جواب ہے اور قیامت کی دھوپ میں سایہ ہے۔ اور اندھیرے میں روشنی ہے، جہنّم کی آگ کے لئے آڑ ہے، اعمال کی ترازو کا بوجھ ہے۔ پل صراط پر جلدی سے گزارنے والی ہے، جنّت کی کنجی ہے۔

حافظ ابن حجرؒ نے منبّہات میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ جو شخص نماز کی محافظت کرے، اوقات کی پابندی کے ساتھ اس کا اہتمام کرے، حق تعالےٰ شانہٗ نو چیزوں کے ساتھ اس کا اکرام فرماتے ہیں۔ اوّل یہ کہ اس کو خود محبوب رکھتے ہیں۔ دوسرے تندرستی عطا فرماتے ہیں۔ تیسرے فرشتے اس کی حفاظت فرماتے ہیں۔ چوتھے اس کے گھر میں برکت عطا فرماتے ہیں۔ پانچویں اس کے چہرے پر صلحاء کے انوار ظاہر ہوتے ہیں۔

چھٹے اس کا دل نرم فرماتے ہیں۔ ساتویں وہ پل صراط پر بجلی کی طرح گزر جائے گا۔ آٹھویں جہنم سے نجات فرما دیتے ہیں۔ نویں جنت میں ایسے لوگوں کی ہمسائیگی نصیب ہوگی جن کے بارے میں لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ وارد ہے یعنی نہ ان کو کوئی خوف ہوگا نہ وہ غمگین ہوں گے۔

سفیریؒ نے کہا ہے کہ صبح کی نماز چھوڑنے والے کو ملائکہ "او فاجر" سے پکارتے تھے اور ظہر کی نماز چھوڑنے والے کو "او خاسر" سے اور عصر کی نماز چھوڑنے والے کو "عاصی" سے اور مغرب کی چھوڑنے والے کو "کافر" سے اور عشاء کی نماز چھوڑنے والے کو "او مضیع" (اللہ کا حق ضائع کرنے والے) سے پکارتے ہیں (غایۃ المواعظ)

علامہ شعرانیؒ فرماتے ہیں کہ یہ بات سمجھ لینی چاہیئے کہ مصیبت ہر اس آبادی سے ہٹا دی جاتی ہے کہ جہاں کے لوگ نمازی ہوں جیسا کہ ہر اس آبادی پر نازل ہوتی ہے جہاں کے لوگ نمازی نہ ہوں۔ ایسی جگہوں میں زلزلوں کا آنا، بجلیوں کا گرنا، مکانوں کا دھنس جانا کچھ بھی مستبعد نہیں۔ اور کوئی یہ خیال نہ کرے کہ میں تو نمازی ہوں مجھے دوسروں سے کیا غرض۔ اس لئے کہ جب بلا نازل ہوتی ہے تو عام ہوا کرتی ہے (حدیث شریف میں مذکور ہے کسی نے سوال کیا کہ ہم لوگ ایسی صورت میں ہلاک ہو سکتے ہیں کہ ہم میں صلحاء موجود ہوں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہاں جب خباثت کا غلبہ ہو جائے) اس لئے ان کے ذمہ یہ بھی ضروری ہے کہ اپنی وسعت کے مطابق دوسروں کو بری باتوں سے روکیں اور اچھی باتوں کی ہدایت کریں (لواقح الانوار)

ابواللیث سمرقندیؒ نے قرۃ العیون میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد نقل کیا ہے جو شخص ایک فرض نماز بھی جان بوجھ کر چھوڑ دے اس کا نام جہنم کے دروازے پر لکھ دیا جاتا ہے اور اس کو اس میں جانا ضروری ہے

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا گیا ہے کہ ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا یہ کہو کہ اے اللہ ہم میں سے کسی کو شقی محروم نہ کر۔ پھر فرمایا جانتے ہو شقی محروم کون ہے؟ صحابہؓ کے استفسار پر ارشاد فرمایا کہ شقی محروم نماز کا چھوڑنے والا ہے اور اس کا کوئی حصہ اسلام میں نہیں ایک حدیث میں ہے کہ دیدہ دانستہ بلا عذر نماز چھوڑنے والے کی طرف حق تعالیٰ شانہ قیامت میں التفات ہی نہ فرمائیں گے اور اس کو عذابِ الیم دیا جائے گا

ایک حدیث سے نقل کیا ہے کہ دس آدمیوں کو خاص طور سے عذاب ہوگا۔ من جملہ ان کے نماز کا چھوڑنے والا بھی ہے کہ اس کے ہاتھ بندھے ہوئے ہوں گے اور فرشتے منہ اور پشت پر ضرب لگا رہے ہوں گے۔ جنت کہے گی کہ میرا تیرا کوئی تعلق نہیں نہ میں تیرے لئے نہ تو میرے لئے۔ دوزخ کہے گی آجا میرے پاس آجا تو میرے لئے ہے میں تیرے لئے۔ یہ بھی نقل کیا ہے کہ جہنم میں ایک وادی ہے جس کا نام لملم ہے۔ اس میں سانپ ہیں جو اونٹ کی گردن کے برابر موٹے ہیں اور ان کی لمبائی ایک مہینے کی مسافت کے برابر ہے۔ اس میں نماز چھوڑنے والوں کو عذاب دیا جائے گا۔ ایک دوسری حدیث میں ہے کہ ایک میدان ہے جس کا نام حب الحزن ہے وہ بچھوؤں کا گھر ہے اور ہر بچھو خچر کے برابر ہوتا ہے۔ وہ بھی نماز چھوڑنے والوں کو ڈسنے کیلئے ہر

ابن حجرؒ نے زواجر میں لکھا ہے کہ ایک عورت کا انتقال ہو گیا تھا۔ اس کا بھائی دفن میں شریک تھا۔ اتّفاق سے دفن کرتے ہوئے ایک تھیلی قبر میں گر گئی۔ اس وقت خیال نہیں آیا، بعد میں یاد آئی تو بہت رنج ہوا۔ چپکے سے قبر کھول کر نکالنے کا ارادہ کیا۔ قبر کو کھولا تو وہ آگ کے شعلوں سے بھر رہی تھی۔ روتا ہوا ماں کے پاس آیا اور حال بیان کیا اور پوچھا کہ یہ کیا بات ہے؟ ماں نے بتایا کہ وہ نماز میں سستی کرتی تھی اور قضا کر دیتی تھی۔ اعاذنا اللہ منہا۔

روح البیان میں ہے کہ مُردے نہایت عجز و زاری کے ساتھ عرض کرتے ہیں کہ خداوندا ہم کو دو رکعت نماز پڑھنے کی اجازت ملے مگر انہیں اجازت نہیں ملتی۔ تب وہ زندوں پر تعجب کرتے ہیں کہ زندوں کو کیا ہو گیا اور ان پر کیسی ظلمت چھا گئی کہ اپنی پیاری عمر کی قدر نہیں کرتے اور نمازیں نہیں پڑھتے۔ معتبر کتب میں مذکور ہے کہ بعض روسیاہ اور گنہگار روسیاہی کی حالت میں اس دنیا سے اپنی قبروں میں جائیں گے۔ اور جب اپنی قبروں سے اٹھیں گے تو ان کے چہرے چاند کے مثل چمکتے ہوں گے۔ تب ان سے کہا جائے گا کہ یہ تو گنہگار رُوسیاہ مرے تھے ایسے نورانی کس طرح ہوئے۔ اس وقت فرشتے جواب دیں گے کہ تم سچ کہتے ہو مگر ان گنہگاروں نے اپنے پیچھے نیک اولاد چھوڑی تھی، سو اس اولاد نے ان کی بخشش کی دعائیں کیں اور نمازیں پڑھیں اور ایصالِ ثواب سے بھی یاد کیا، اس وجہ سے یہ نُور اور یہ روشنی پائی۔

فوائدِ سعدیہ میں ہے کہ جو شخص آداب میں سستی اور کاہلی کرے وہ سنّتِ پاک کی برکتوں سے محروم رہتا ہے اور جو سنّتِ پاک میں سستی کرے

وہ خدا کی معرفت سے محروم رہتا ہے۔ توحید ایمان کا باعث ہے پس جس کو شریعت نہیں اس کو ایمان بھی نہیں اور توحید بھی نہیں۔ اور شریعت ادب کا باعث ہے پس جس کو ادب نہیں اس کے لئے شریعت بھی نہیں، ایمان بھی نہیں اور توحید بھی نہیں ہے یعنی باادب باایمان اور بے ادب بے ایمان ہے۔

زبدۃ الواعظین میں ہے قیامت کے روز ایک ایسی جماعت ہوگی کہ جن کے منہ چاند کی طرح روشن ہوں گے اور ان کے بال بچے موتیوں سے لبریز ہوں گے اور وہ نور کے منبر پر اس حال میں بیٹھے رہیں گے کہ لوگ حساب میں ہوں گے۔ تب اہلِ جنت کہیں گے کہ تم کوئی فرشتے ہو یا انبیاء ہو وہ جواب دیں گے کہ ہم نہ تو فرشتے ہیں اور نہ انبیاء ہیں بلکہ ہم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے اُمتی ہیں۔ پھر فرشتے کہیں گے کہ یہ مرتبہ کیونکر پایا۔ وہ کہیں گے کہ ہم نے پنج وقتہ نماز، اس کے آداب اور سنتوں کے ساتھ باجماعت پڑھی ہے، اور دوسری بات یہ ہے کہ جب حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک آتا تھا تو آپ کی محبت اور عشق کے باعث ہماری آنکھوں سے آنسوؤں کا تار بندھ جاتا تھا۔ یعنی دل میں عشقِ نبیؐ اور الفتِ نبیؐ کا جوش و خروش پیدا ہو جاتا تھا۔ پھر ہم خلوصِ دل سے دُعا اور صلوٰۃ پڑھتے تھے اور ہر حال میں اللہ تبارک و تعالےٰ کا شکر بجالاتے تھے۔

روح البیان۔ جو شخص دُنیا میں ریاست اور سلطنت میں مشغول رہ کر نماز سے غافل رہا ہوگا اور قیامت کے دن اللہ تعالےٰ کے سامنے نماز چھوڑنے

عذر کرے گا کہ الٰہی تو نے مجھے بادشاہت دی تھی۔ اس کی مصروفیت کے باعث نماز سے غافل رہا۔ تو اس وقت اللہ پاک کا حکم ہو گا کہ حضرتِ داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام کو حاضر کرو۔ جب یہ دونوں حضرات حاضر ہوں گے تو اللہ پاک فرمائے گا کہ دیکھ یہ بھی تو دونوں بادشاہ تھے، ان کی بادشاہت نے انہیں نماز سے کیوں نہ روکا۔ وہ رب العزت فرمائے گا کہ نہیں کسی کی بادشاہت نماز سے نہیں روکتی، بلکہ تو خود غافل تھا۔ اے فرشتو! اسے لے جاؤ اور جہنم میں جھونک دو۔

اگر کوئی اپنی بیماری کا عذر کرے گا کہ الٰہی مجھے بیماری نے فرصت نہ دی اور نماز کی طاقت نہ تھی اس لئے مجھ سے نماز رہ گئی تو ارشادِ عالی ہو گا کہ حضرت ایوب صابر کو بلاؤ۔ جب حضرت ایوب علیہ السلام حاضر ہوں گے تو رب العزت کی طرف سے حکم ہو گا کہ اے بیمار تو زیادہ بیمار تھا یا یہ ہمارا ایوبؑ بندہ، دیکھ برسوں تک کیڑے پڑے رہے مگر ایک سانس یادِ الٰہی سے غافل نہ رہا۔ اگر دراصل بیماری یادِ الٰہی سے روکتی تو ایوب علیہ السلام کو بھی روک دیتی نہیں نہیں، بلکہ تو نے خود اپنی ذاتی غفلت سے روک دی اور ترک کی، اے فرشتو! اسے بھی دوزخ میں ڈال دو۔

اگر کوئی اولاد کا عذر کرے گا کہ الٰہی مجھے کثرتِ اولاد اور ان کی پرورش کی فکر اور مصیبت نے خصوصاً ان کی محبت نے نماز سے باز رکھا تو فرمانِ والا شان ہو گا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کو لاؤ۔ پھر حضرت یعقوب علیہ السلام تشریف لائیں گے۔ ارشاد ہو گا کہ تیری اولاد زیادہ تھی یا حضرت یعقوب علیہ السلام کی؟

تو زیادہ اولاد کے غم میں تھا یا یہ، جو فراقِ یوسف علیہ السلام میں برسوں روئے حتیٰ کہ آنکھیں جاتی رہیں۔ اور کمر جھک گئی، بوڑھے ہو گئے مگر نماز سے ایکدم غافل نہ رہے۔ اسے ملائکہ! لے جاؤ اسے جہنّم میں ڈال دو۔

اگر کوئی عورت اپنے خاوند کے ظلم و ستم یا مرد اپنے آقا کے جور و جفا کا عذر کرے گا کہ الٰہی مجھے فلاں خاوند یا حاکم و مالک کے خوف سے نماز کی مہل نہ ملی تو حکم ہوگا کہ بی بی آسیہ یعنی فرعون کی بیوی کو بلاؤ جب وہ حاضر ہوں گی تو ارشاد ربّ العباد ہوگا کہ تیرا خاوند یا حاکم زیادہ ظالم اور نماز سے روک والا تھا یا اس بی بی کا خاوند فرعون زیادہ ظالم تھا۔ عرض کرے گا کہ یا اللہ فرعون زیادہ ظالم تھا۔ تب اللہ پاک فرمائے گا دیکھو ایسے جابر و ظالم کی عورت تھیں پھر بھی وہ کیسی عبادت گذار تھیں۔ اگر کسی خاوند یا مالک کا ظل کسی کو نماز سے روکتا تو آسیہؓ کو ضرور روکتا۔ اسے بے نماز! خاوند یا حاکم کا عذر غلط ہے، تو خود اپنے اللہ پاک کی عبادت سے غافل تھا اس لیے تو نماز نہیں پڑھی۔ اے فرشتو! اسے بھی جہنّم میں جھونک دو۔

کتاب الصلوٰۃ (امام حنبلؒ) حدیث شریف میں ہے کہ جس شخص نے نماز ترک کر دی اس کا اسلام میں کچھ حصّہ نہیں۔ جو شخص کہ نماز کو ہلکا سمجھتا ہے اس سے بے پرواہی کرتا ہے وہ اسلام کو بھی خفیف سمجھتا ہے اور اس کی کرتا ہے۔ پس جس قدر ان کو نماز میں ذوق ہوگا اسی قدر ان کو اسلام میں انہما ہوگا اور جس قدر ان کو نماز سے رغبت ہوگی اسی قدر ان کو اسلام سے رغ ہوگی۔

اے بندۂ خدا! اپنے نفس کو جان اور اس بات سے پرہیز کر کہ تو اللہ تعالیٰ سے ایسی حالت میں ملے کہ تیرے نزدیک اسلام کی کوئی قدر نہ ہو۔ پس جس قدر تیرے قلب میں نماز کی عزت ہوگی اسی قدر تیرے قلب میں اسلام کی عزت ہوگی۔

کتاب الصلوٰۃ (ابن قیم جوزی) امام احمدؒ نے فرمایا ہے اور تحقیق حدیث شریف میں آیا ہے کہ اسلام میں اس شخص کے لئے حصہ نہیں ہے جو نماز کو چھوڑ دے۔ اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اطراف ممالک میں لکھا کرتے تھے کہ تحقیق تمہارے اہم امروں میں سے میرے نزدیک نماز ہے، پس جو شخص اس کی حفاظت کرے گا اپنے دین کی حفاظت کرے گا اور جس نے اسے ضائع کر دیا وہ اس کے ماسوا کو بطریق اولے ضائع کر دینے والا ہے، اور اس شخص کے لئے اسلام میں حصہ نہیں ہے جو نماز کو ترک کر دے۔ جو نماز کی خفت اور اہانت کرتا ہے پس [illegible] اسلام کی خفت اور اہانت کرتا ہے۔ در تحقیق نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث آئی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ نماز دین کا ستون ہے کیا تو نہیں جانتا کہ جب خیمہ کا ستون گر جاتا ہے تو خیمہ ہی گر جاتا ہے اور میخیں اور طنابیں کچھ فائدہ نہیں دیتیں اور جب خیمہ کا ستون قائم ہو تو طنابوں اور میخوں سے فائدہ نکل سکتا ہے۔ ایسے ہی نماز اسلام کے لئے ہے۔ اور حدیث میں آیا ہے کہ پہلے پہل قیامت میں بندے سے اس کے عملوں سے نماز کی بابت ہی سوال کیا جائے گا پس اگر اس کی نماز قبول کی گئی تو اس کے باقی عمل بھی مقبول ہو گئے اور اگر اس کی نماز نامنظور ہو گئی تو اس کے باقی اعمال بھی نامنظور و مردود

ہو گئے۔ پس ہماری نماز ہمارے دین کا آخر ہے اور یہ ہمارے اعمال سے قیامت کے دن پہلے پہل پوچھی جائے گی۔ اور نماز اسلام کے فرضوں سے پہلا فرض ہے اور یہ آخر امر ہے جو دین سے مفقود ہو۔ گویا یہ اسلام کا اوّل و آخر ہے پس جب اسلام کا اوّل و آخر چلا گیا تو سب کا سب چلا گیا۔

خشوع و خضوع

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ قیامت میں سب سے پہلے نماز کا حساب کیا جائے گا۔ اگر وہ اچھی اور پوری نکل آئی تو باقی اعمال بھی پورے اُتریں گے اور اگر وہ خراب ہو گئی تو باقی اعمال بھی خراب نکلیں گے۔ حضرت عمر رضی اللہ نے اپنی خلافت کے زمانے میں ایک اعلان سب جگہ کے حکّام کے پاس بھیجا تھا کہ میرے نزدیک سب سے زیادہ مہتم بالشّان چیز نماز ہے جو شخص اس کی حفاظت اور اس کا اہتمام کرے گا وہ دین کے اور اجزاء کا بھی اہتمام کر سکتا ہے، اور جو اس کو ضائع کر دے گا وہ دین کے اور اجزاء کو بھی زیادہ برباد کر دے گا۔ (در منثور)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ سے سنا کہ جو شخص قیامت کے دن پانچوں نمازیں ایسی لے کر حاضر ہو کہ ا کے اوقات کی بھی حفاظت کرتا رہا ہو اور وضو کا بھی اہتمام کرتا رہا ہو اور ا نمازوں کو خشوع و خضوع سے پڑھتا رہا ہو، حق تعالےٰ شانہٗ نے عہد فرما ہے کہ اس کو عذاب نہیں کیا جائے گا اور جو ایسی نمازیں نہ لے کر حاضر ہوا کے لئے کوئی وعدہ نہیں چاہے اپنی رحمت سے معاف فرمائیں چاہے

عذاب دیں۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہؓ کے پاس تشریف لائے اور ارشاد فرمایا تمہیں معلوم بھی ہے اللہ جل شانہٗ نے کیا فرما دیا۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ اللہ اور اس کے رسولؐ ہی جانتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اہتمام کی وجہ سے تین مرتبہ یہی دریافت فرمایا اور صحابہ کرامؓ یہی جواب دیتے رہے۔ اس کے بعد ارشاد ہوا کہ حق تعالیٰ شانہٗ اپنی عزت اور اپنی بڑائی کی قسم کھا کر فرماتے ہیں کہ جو شخص ان نمازوں کو اوقات کی پابندی کے ساتھ پڑھتا رہے گا اس کو جنت میں داخل کروں گا اور جو پابندی نہ کرے گا تو میرا دل چاہے گا رحمت سے بخش دوں گا ورنہ عذاب دوں گا۔

ابن ماجہ۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ قیامت میں آدمی کے اعمال میں سب سے پہلے فرض نماز کا حساب کیا جائے گا۔ اگر نماز اچھی نکل آئی تو وہ شخص کامیاب ہوگا اور بامراد۔ اور اگر نماز بے کار ثابت ہوئی تو وہ نامراد خسارہ میں ہوگا۔ اور اگر نماز میں کچھ کمی پائی گئی تو ارشادِ خداوندی ہوگا کہ دیکھو اس بندہ کے پاس کچھ نفلیں بھی ہیں جن سے فرضوں کو پورا کر دیا جائے، اگر نکل آئے تو ان سے فرضوں کی تکمیل کر دی جائے گی۔ اس کے بعد پھر اسی طرح باقی اعمال روزہ، زکوٰۃ وغیرہ کا حساب ہوگا۔

ایک دوسری حدیث میں یہ مضمون زیادہ وضاحت سے آیا ہے۔ ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عبادات میں سب سے پہلے نماز کو فرض فرمایا ہے اور سب سے پہلے اعمال میں سے نماز ہی پیش کی جاتی ہے اور سب سے

سب پہلے قیامت میں نماز ہی کا حساب ہوگا۔ اگر فرض نمازوں میں کچھ کمی رہ گئی تو اس کو نفلوں سے پورا کیا جائے گا اور پھر اس کے بعد اسی طرح روزوں کا حساب کیا جائے گا اور فرض روزوں میں جو کمی ہوگی وہ نفل روزوں سے پوری کر دی جائے گی۔ اور پھر زکوٰۃ کا حساب اسی طریقے سے ہوگا۔ ان سب چیزوں میں نوافل کو ملا کر بھی اگر نیکیوں کا پلہ بھاری ہوگیا تو وہ شخص خوشی خوشی جنت میں داخل ہو جائے گا ورنہ جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا، اخلاص والوں کے لیے خوش حالی ہو کہ وہ ہدایت کے چراغ ہیں۔ ان کی وجہ سے سخت فتنے دُور ہو جاتے ہیں۔

نماز کے بارے میں اللہ جل شانہٗ کا ارشاد ہے۔

✓ فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ ۝ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ ۝
الَّذِيْنَ هُمْ يُرَآءُوْنَ ۝

ترجمہ: بڑی خرابی ہے ان لوگوں کے لیے جو اپنی نماز سے بے خبر ہیں، جو ایسے ہیں کہ دکھلاوا کرتے ہیں۔

دوسری جگہ منافقین کے بارے میں ارشادِ خداوندی ہے:

✓ وَاِذَا قَامُوْٓا اِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰى يُرَآءُوْنَ النَّاسَ
وَلَا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا قَلِيْلًا۔

(ترجمہ) اور جب نماز کو کھڑے ہوتے ہیں تو بہت کاہلی سے کھڑے ہوتے ہیں، صرف لوگوں کو دکھلاتے ہیں اور اللہ تعالےٰ کا ذکر نہیں کرتے مگر

بہت تھوڑا سا۔

ایک جگہ ارشاد ہے۔

وَمَا مَنَعَهُمْ اَنْ تُقْبَلَ مِنْهُمْ نَفَقٰتُهُمْ اِلَّآ اَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَبِرَسُوْلِهٖ وَلَا يَاْتُوْنَ الصَّلٰوةَ اِلَّا وَهُمْ كُسَالٰى وَلَا يُنْفِقُوْنَ اِلَّا وَهُمْ كٰرِهُوْنَ ط

(ترجمہ) اور ان کی خیر خیرات مقبول ہونے سے اور کوئی چیز بجز اس کے مانع نہیں ہے کہ انہوں نے اللہ کے ساتھ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کیا اور نماز نہیں پڑھتے مگر کاہلی سے اور نیک کام میں خرچ نہیں کرتے مگر گرانی سے۔

اس کے بالمقابل اچھی طرح خشوع وخضوع کے ساتھ نماز پڑھنے والوں کے بارے میں ارشاد ہے۔

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ۙ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلٰوتِهِمْ خٰشِعُوْنَ ...... وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَوٰتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْوٰرِثُوْنَ ۙ الَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ ط هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝

(ترجمہ) بے شک کامیابی اور فلاح کو پہنچ گئے وہ مومن جو اپنی نماز میں خشوع کرنے والے ہیں ...... اور جو اپنی نمازوں کا اہتمام کرنے والے ہیں یہی لوگ جنت کے وارث ہیں جو فردوس کے وارث بنیں گے اور ہمیشہ ہمیشہ اس میں رہیں گے۔

دوسری جگہ نماز کے بارے میں ارشادِ الٰہی ہے۔

وَاِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخٰشِعِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ وَاَنَّهُمْ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ۝

(ترجمہ) بے شک نماز دشوار ہے مگر جن کے دلوں میں خشوع ہے ان پر کچھ دشوار نہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو اس کا خیال رکھتے ہیں کہ بلاشبہ وہ اپنے رب سے قیامت میں ملنے والے ہیں اور مرنے کے بعد اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔

رسالہ غوثیہ حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مجھے حق تعالٰی نے فرمایا کہ اے غوث الاعظمؓ اس شخص کی کوئی معراج نہیں جس کی نماز نہ ہو اور جو شخص نماز سے محروم ہے وہ معراج سے بھی محروم ہے کیونکہ نماز بھی بحکم الصلوٰۃ معراج المومنین ایک قسم کی معراج ہے جس سے محرومی گویا معراج سے محرومی ہے۔ عام لوگوں کی معراج تو یہ ہے کہ غیبت وغیرہ بے ہودہ کاموں اور حدث اور ظاہری پلیدی کو چھوڑ دیں اور خاصوں کی یہ کہ خطراتِ نفسانی و شیطانی اور باطنی پلیدی بلکہ دوئی کو چھوڑ کر متصف باتحاد ہو جائیں، اور خاص الخاصوں کی معراج خودی اور دوئی اور ہستی اور شعور اور ترکِ وحی اور ہسّ سے نکل آنا، غرضکہ نماز ایک ایسی جامع عبادت ہے کہ اس میں قرآن تسبیح اور درود، دعا، مراقبہ حضوری وغیرہ ہر ایک قسم کی عبادت موجود ہے۔ اسی واسطے اس کے حق میں فرمایا گیا المصلّی یناجی ربہٗ (نمازی اپنے پروردگار سے مناجات

ع ر ک ا صبح

کرتا ہے، نماز کی بھی تین قسمیں ہیں۔

۱۔ نماز عام۔

۲۔ نماز خاص۔

۳۔ نماز خاص الخاص

نماز عام یہ ہے کہ حق تعالےٰ کی عبادت اس طرح کرے گویا وہ اس کے جمیع حالات ظاہری و باطنی کو دیکھ رہا ہے۔

نماز خاص یہ ہے کہ حق تعالےٰ کی عبادت اس طرح کرے گویا یہ حق تعالےٰ کو اپنے سامنے دیکھ رہا ہے یعنی ایسا مستغرق اور محو ہو جائے کہ باطنی مشاہدہ حاصل ہو۔

نماز خاص الخاص یہ ہے کہ جو حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کے نصیب تھی کہ نماز کے وقت اپنے شعور وغیرہ سے بالکل بے خبر رہتے تھے۔ انہیں کا یہ قول ہے کہ لما عبد ربا حتی اراہ یعنی میں پروردگار کی عبادت نہیں کرتا جب تک کہ اس کو دیکھ نہ لوں۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص نمازوں کو اپنے وقت پر پڑھے، وضو بھی اچھی طرح کرے، خشوع وخضوع سے بھی پڑھے، کھڑا بھی پورے وقار سے ہو۔ پھر اسی طرح رکوع سجدہ بھی اچھی طرح اطمینان سے کرے، غرض ہر چیز کو اچھی طرح ادا کرے تو وہ نماز نہایت روشن چمکدار بن کر جاتی ہے۔ اور نمازی کو دعا دیتی ہے کہ اللہ تعالےٰ شانہٗ تیری بھی ایسی ہی حفاظت کرے جیسی تو نے میری حفاظت کی، اور جو شخص نماز کو بری طرح پڑھے،

وقت کو بھی ٹال دے، وضو بھی اچھی طرح نہ کرے، رکوع سجدہ بھی اچھی طرح نہ کرے تو وہ نماز بُری صورت سے سیاہ رنگ میں بددعا دیتی ہوئی جاتی ہے کہ اللہ تعالے تجھے بھی ایسا ہی برباد کرے جیسا تو نے مجھے ضائع کیا۔ اس کے بعد وہ نماز پُرانے کپڑے کی طرح لپیٹ کر نمازی کے مُنہ پر مار دی جاتی ہے۔ (طبرانی)

ترغیب۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس نماز میں رکوع اچھی طرح نہ کیا جائے کہ کمر پوری جھک جائے اس کی مثال اس عورت کی سی ہے جو حاملہ ہو اور جب بچہ ہونے کا وقت قریب آ جائے تو اسقاط کر دے۔

ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ بہت سے روزہ دار ایسے ہیں جن کو روزہ سے بھوکا اور پیاسا رہنے کے سوا کوئی حاصل نہیں اور بہت سے شب بیدار ایسے ہیں جن کو جاگنے کے علاوہ کوئی چیز نہیں ملتی۔

ابن خزیمہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ بدترین چوری کرنے والا شخص وہ ہے جو نماز میں سے بھی چوری کرے۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں سے کس طرح چوری کرے گا۔ ارشاد فرمایا کہ اس کا رکوع اور سجدہ اچھی طرح نہ کرے۔

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی اور یہ ارشاد فرمایا کہ اس وقت علم دُنیا سے اٹھ جانے کا وقت ہے۔ حضرت زیادہ صحابی نے عرض کیا

یارسول اللہ علم ہم سے کس طرح اٹھ جائے گا۔ ہم لوگ قرآن شریف پڑھتے ہیں اور اپنی اولاد کو پڑھاتے ہیں اور یہ سلسلہ چلتا رہے گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تو تجھے بڑا سمجھدار خیال کرتا تھا۔ یہ یہود و نصاریٰ بھی توراۃ انجیل پڑھتے پڑھاتے ہیں پھر ان کے کس کام آیا؟ ابو درداءؓ کے شاگرد کہتے ہیں کہ میں نے دوسرے صحابی حضرت عبادہؓ سے جا کر یہ قصہ سنایا۔ انہوں نے فرمایا کہ ابو درداءؓ سچ کہتے ہیں اور میں بتاؤں کہ سب سے پہلے کیا چیز دنیا سے اٹھے گی۔ سب سے پہلے نماز کا خشوع اٹھ جائے گا کہ بھری مسجد میں ایک شخص بھی خشوع سے نماز پڑھنے والا نہ ہوگا۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے رازدار کہلاتے ہیں وہ بھی فرماتے ہیں کہ سب سے پہلے نماز کا خشوع اُٹھایا جائے گا (دُر منثور)

ایک حدیث میں آیا ہے کہ حق تعالیٰ اس نماز کی طرف توجہ ہی نہیں فرماتا جس میں رکوع سجدہ اچھی طرح نہ کیا جائے۔ ایک حدیث میں ارشادِ نبویؐ ہے کہ آدمی ساٹھ برس تک نماز پڑھتا ہے مگر ایک نماز بھی قبول نہیں ہوتی کہ کبھی رکوع اچھی طرح کرتا ہے تو سجدہ پورا نہیں کرتا۔ سجدہ کرتا ہے تو رکوع پورا نہیں کرتا۔

ترمذی شریف۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی والدہ اُمِّ رومان فرماتی ہیں کہ میں ایک مرتبہ نماز پڑھ رہی تھی۔ نماز میں اِدھر اُدھر جُھکنے لگی۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے دیکھ لیا تو مجھے اس زور سے ڈانٹا کہ میں (ڈر کی وجہ سے) نماز توڑنے کے قریب ہوگئی پھر ارشاد فرمایا کہ میں نے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جب کوئی شخص نماز کو کھڑا ہو تو اپنے تمام بدن کو بالکل سکون سے رکھے۔ یہود کی طرح ہلے نہیں۔ بدن کے تمام اعضاء کا نماز میں بالکل سکون سے رہنا نماز کے پورا ہونے کا جزو ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کسی نے دریافت کیا کہ خشوع کیا چیز ہے؟ فرمایا کہ خشوع دل میں ہوتا ہے (یعنی دل سے نماز میں متوجہ رہنا) اور یہ بھی اس میں داخل ہے کہ کسی طرف توجہ نہ کرے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ خشوع کرنے والے وہ ہیں جو اللہ سے ڈرنے والے ہیں اور نماز میں سکون سے رہنے والے ہیں۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ نفاق کے خشوع سے اللہ ہی سے پناہ مانگو۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ حضور نفاق کا خشوع کیا چیز ہے؟ ارشاد فرمایا کہ ظاہر میں تو سکون ہو اور دل میں نفاق ہو۔

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ بھی اسی قسم کا ایک واقعہ نقل فرماتے ہیں جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا کہ نفاق کا خشوع یہ ہے کہ ظاہر بدن تو خشوع والا معلوم ہو اور دل میں خشوع نہ ہو۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ ایک شخص کو دیکھا کہ داڑھی پر ہاتھ پھیر رہا ہے۔ ارشاد فرمایا کہ اگر اس کے دل میں خشوع ہوتا تو بدن کے سارے اعضا میں سکون ہوتا۔

بہت سے صحابہ اور تابعین سے نقل کیا گیا ہے کہ خشوع سکون کا

نام ہے یعنی نماز نہایت سکون سے پڑھی جائے۔ متعدد احادیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ نماز ایسی طرح پڑھا کرو گویا یہ آخری نماز ہے۔ ایسی طرح پڑھا کرو جیسا وہ شخص پڑھتا ہے جس کو یہ گمان ہو کہ اس وقت کے بعد مجھے دوسری نماز کی نوبت ہی نہ آئے گی (جامع الصغیر)

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے حق تعالیٰ شانہٗ کے ارشاد اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْہٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ (بے شک نماز روکتی ہے بے حیائی سے اور ناشائستہ حرکتوں سے) کے متعلق دریافت کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص کی نماز ایسی نہ ہو اور اس کو بے حیائی اور ناشائستہ حرکتوں سے نہ روکے وہ نماز ہی نہیں (درمنثور)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نماز میں گناہوں سے روک ہے اور گناہوں سے ہٹانا ہے۔ حضرت ابوالعالیہ فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ شانہٗ کے ارشاد اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْہٰی کا مطلب یہ ہے کہ نماز میں تین چیزیں ہوتی ہیں۔ اخلاص، اللہ کا خوف اور اللہ کا ذکر۔ جس نماز میں یہ چیزیں نہیں وہ نماز ہی نہیں۔ اخلاص نیک کاموں کا حکم کرتا ہے، اور اللہ کا خوف بری باتوں سے روکتا ہے اور اللہ کا ذکر قرآن پاک ہے جو مستقل طور پر اچھی باتوں کا حکم کرتا ہے اور بری باتوں سے روکتا ہے

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ جو نماز بری باتوں اور نامناسب حرکتوں سے نہ روکے وہ نماز بجائے اللہ کے قرب کے اللہ سے دوری پیدا کرتی ہے۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے
ہیں کہ جس شخص کی نماز اس کو بری باتوں سے نہ روکے وہ نماز ہی نہیں، اس نما
کی وجہ سے اللہ سے دوری پیدا ہوتی ہے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشا
نقل کرتے ہیں کہ جو شخص نماز کی اطاعت نہ کرے اس کی نماز ہی کیا اور نما
کی اطاعت یہ ہے کہ بے حیائی اور بری باتوں سے رکے۔

دُرِ منثور۔ حضرت ابوہریرہؓ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ایک شخص
حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ فلاں شخص
رات کو نماز پڑھتا رہتا ہے اور صبح ہونے چوری کرتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ
نے فرمایا کہ اس کی نماز اس کو اس فعل سے عنقریب ہی روک دے گی۔

نکتہ۔ اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْہٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَ
یعنی نماز نامناسب باتوں سے روکتی ہے۔ عوام الناس کو کھانے، پینے
بولنے، ہنسنے اور نماز کے خلاف اِدھر اُدھر دیکھنے اور حرکت کرنے سے
اور خاص لوگوں کو سوائے اللہ پاک کے دوسرے کی طرف آنکھ اٹھانے
خیال لے جانے سے روکتی ہے اور اولیاء اللہ اور مقرب لوگوں کو ان کے جسم
اور جان کے باہمی تعلق اور اتحاد سے روکتی ہے۔

اولیاء اللہ اور مقربین کو نماز میں مشاہدہ دیدارِ الٰہی میسر ہو جاتا ہے
اولیاء اللہ اور مقربین کی روح کو جسم سے زیادہ پیاری شے نماز میں نظر آ
ہے اس لئے ان کی روح نماز میں بے تعلق ہو جاتی ہے۔

تہذیب الکمال فی اسماء الرجال۔ حضرت سفیان ثوریؒ ایک دن کعبہ کے پاس نماز میں مشغول تھے۔ جب آپ سجدہ میں گئے تو کسی دشمن نے آپ کے ایک پاؤں کی دو انگلیاں اور دوسرے پاؤں کی پانچ انگلیاں کاٹ ڈالیں مگر اللہ اکبر! آپ کو نماز میں مشاہدۂ دیدارِ الٰہی اور شرابِ وحدت کا کچھ ایسا نشہ چڑھا ہوا تھا کہ انگلیاں کٹ گئیں مگر آپ کو اس کی مطلق خبر نہ ہوئی۔

نکتہ۔ نماز میں شرابِ وحدت کے نشہ میں یہ بے خبری کا عالم کہ انگلیاں تک کٹ جائیں اور مطلق خبر نہ ہو۔ اس کا سبب یہ ہوتا ہے کہ یہ سب کچھ حُبِّ وطن کا اثر ہے کیونکہ روح کا وطن عرشِ معلی کے اوپر ہے اگرچہ دُنیا میں روح جسم پر بادشاہت کرتی ہے لیکن یہ اپنے وطن یعنی عالمِ ارواح کی جدائی میں نہایت بے چین رہتی ہے کیونکہ اس روح کا عالمِ اجسام یعنی دُنیا میں آنے سے پہلے ملاء اعلےٰ میں یہی کام تھا کہ شرابِ وحدت کے نشہ میں ہمیشہ سرشار و مست رہنا۔ اب نماز میں روح کو اس کی اصل غذا یعنی شرابِ وحدت کا جام ملا اور ملتے ہی مست و بیخود ہو گئی۔

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ افضل نماز وہ ہے جس میں لمبی لمبی رکعتیں ہوں۔ مجاہدؒ کہتے ہیں کہ حق تعالےٰ شانہٗ کے ارشاد وَقُوْمُوْا لِلّٰہِ قَانِتِیْنَ (اور نماز میں کھڑے رہو اللہ کے سامنے مؤدب) میں رکوع بھی داخل ہے اور خشوع بھی اور لمبی رکعت ہونا بھی اور آنکھوں کو پست کرنا، بازوؤں کو جھکانا (یعنی اکڑ کے کھڑا نہ ہونا) اور اللہ سے ڈرنا بھی شامل ہے (کہ لفظ قنوت

ہیں جس کا اس آیت میں حکم دیا گیا ہے یہ سب چیزیں داخل ہیں، حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ میں سے جب کوئی شخص نماز کو کھڑا ہوتا تھا تو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا تھا اس بات سے کہ اِدھر اُدھر دیکھے یا سجدہ میں جاتے ہوئے کنکریوں کو الٹ پلٹ کرے (عرب میں صفوں کی جگہ کنکریاں بچھائی جاتی ہیں) یا اور کسی لغو چیز میں مشغول ہو یا دل میں کسی دُنیاوی چیز کا خیال لائے، ہاں بھول کے خیال آگیا ہو تو دوسری بات ہے۔ (ترغیب)

قُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ کی تفسیر میں مختلف ارشادات وارد ہوئے ہیں حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ قٰنِتِيْنَ کے معنی خٰشِعِيْنَ کے ہیں یعنی خشوع سے نماز پڑھنے والے، اسی کے موافق مجاہدؒ یہ نقل کرتے ہیں جو اوپر ذکر کیا گیا کہ یہ سب چیزیں خشوع میں داخل ہیں یعنی لمبی رکعات کا ہونا اور خشوع و خضوع سے پڑھنا، نگاہ کو نیچی رکھنا۔ اللہ تعالےٰ سے ڈرنا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ابتداء میں حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم رات کو جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو اپنے کو رسّی سے باندھ لیا کرتے کہ نیند کے غلبہ سے گر نہ جائیں۔ اس پر طٰهٰ ۝ مَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰٓى نازل ہوئی۔ اور یہ مضمون تو کئی حدیثوں میں آیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اتنی طویل رکعت کیا کرتے تھے کہ کھڑے کھڑے پاؤں پر ورم آجاتا تھا۔ اگرچہ ہم لوگوں پر شفقت کی وجہ سے حضورؐ نے یہ ارشاد فرما دیا کہ جس قدر تحمّل اور نباہ ہو سکے اتنی محنت کرنی چاہیئے۔ چنانچہ ایک صحابی عورت نے بھی اسی طرح رسّی میں اپنے آپ کو باندھنا شروع کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم

نے منع فرمادیا۔ مگر اتنی بات ضرور ہے کہ تحمل کے بعد نماز جتنی لمبی ہوگی اتنی ہی بہتر اور افضل ہوگی۔ آخر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اتنی لمبی نماز پڑھنا کہ پائے مبارک پر ورم آجاتا تھا کوئی تو بات رکھتا ہے۔ صحابہ کرامؓ عرض بھی کرتے کہ سورۂ فتح میں اللہ تعالےٰ نے آپ کی مغفرت کا وعدہ فرمالیا ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے کہ پھر میں شکرگزار بندہ کیوں نہ بنوں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھتے تھے تو آپ کے سینۂ مبارک سے رونے کی آواز (سانس رکنے کی وجہ سے) ایسی مسلسل آتی تھی جیسے چکی کی آواز ہوتی ہے ایک دوسری حدیث میں آیا ہے کہ ایسی آواز ہوتی تھی جیسے کہ ہنڈیا کے پکنے کی آواز ہوتی ہے (ترغیب)

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بدر کی لڑائی میں میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ ایک درخت کے نیچے کھڑے نماز پڑھ رہے تھے اور رو رہے تھے۔ کہ اسی حالت میں صبح فرمادی۔ متعدد احادیث میں ارشاد ہے کہ حق تعالےٰ شانہٗ چند آدمیوں سے بے حد خوش ہیں منجملہ ان کے وہ شخص ہے جو سردی کی رات میں نرم بستر پر لحاف میں لپٹا ہوا محوِ استراحت ہو اور پھر تہجد کے لئے اٹھے اور نماز میں مشغول ہوجائے۔ باوجود عالم الغیب ہونے کے فرشتوں سے فخر کے طور پر دریافت فرماتے ہیں کہ اس بندہ کو کس بات نے مجبور کیا کہ اس طرح کھڑا ہوگیا۔ فرشتے عرض کرتے ہیں کہ آپ کے لطف و عطایا کی امید نے اور آپ کے عتاب کے خوف نے۔ ارشاد ہوتا ہے کہ اچھا جس چیز کی اس نے مجھ سے امید رکھی وہ میں نے عطا کی اور جس

چیز کا اس کو خوف ہے اس سے امن بخشتا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ کسی بندہ کو اللہ کی طرف سے کوئی عطا اس سے بہتر نہیں دی گئی کہ اس کو دو رکعت نماز کی توفیق ہو جائے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کی بیوی فرماتی ہیں کہ عمر بن عبدالعزیز سے زیادہ وضو اور نماز میں مشغول ہونے والے تو اور بھی ہوں گے مگر ان سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا میں نے نہیں دیکھا۔ عشاء کی نماز کے بعد مصلے پر بیٹھ جاتے اور دعا کے واسطے ہاتھ اٹھاتے اور روتے رہتے حتیٰ کہ اس میں نیند کا غلبہ ہوتا تو آنکھ لگ جاتی، پھر جب آنکھ کھلتی تو اسی طرح روتے رہتے اور دعا میں مشغول رہتے۔ کہتے ہیں کہ خلافت کے بعد سے جنابت کے غسل کی نوبت نہیں آئی۔ ان کی بیوی عبدالملک بادشاہ کی بیٹی تھیں۔ باپ نے بہت سے زیورات جواہر دیئے تھے اور ایک ایسا ہیرا دیا تھا جس کی نظیر نہیں تھی۔ آپ نے بیوی سے فرمایا کہ دو باتوں میں سے ایک اختیار کر، یا تو وہ زیور سارا اللہ واسطے دے کہ میں اس کو بیت المال میں داخل کر دوں، یا مجھ سے جدائی اختیار کرلے مجھے یہ چیز ناگوار ہے کہ میں اور وہ مال ایک گھر میں جمع رہیں۔ بیوی نے عرض کیا کہ وہ مال کیا چیز ہے میں اس سے کئی چند زیادہ پر بھی آپ کو نہیں چھوڑ سکتی یہ کہہ کر سب بیت المال میں داخل کر دیا۔

حضرت امام احمد بن حنبل جو فقہ کے مشہور امام ہیں دن بھر مسائل میں مشغول رہنے کے باوجود رات دن میں تین سو رکعات نفل پڑھتے تھے

حضرت سعید بن جبیرؒ ایک رکعت میں پورا قرآن شریف پڑھ لیتے تھے۔ محمد بن منکدرؒ حفاظ حدیث میں ہیں۔ ایک رات تہجد میں اتنی کثرت سے روئے کہ حد نہ رہی۔ کسی نے دریافت کیا تو فرمایا تلاوت میں یہ آیت آگئی تھی وَبَدَا لَهُم مِّنَ اللّٰهِ مَا لَمْ يَكُونُوا يَحْتَسِبُونَ (الخ سورہ زمر) اوپر کی آیت میں اس کا ذکر ہے کہ اگر ظلم کرنے والے کے پاس دنیا کی ساری چیزیں ہوں اور اتنی ہی ان کے ساتھ اور بھی ہوں تو وہ قیامت کے دن سخت عذاب سے چھوٹنے کے لئے فدیہ کے طور پر دینے لگیں۔ اس کے بعد ارشاد ہے وَبَدَا لَهُمْ الآیہ اور اللہ کی طرف سے ان کے لئے عذاب کا وہ معاملہ پیش آئے گا جس کا ان کو گمان بھی نہ تھا اور اس وقت ان کو اپنی تمام بداعمالیاں ظاہر ہو جائیں گی۔ محمد بن منکدر وفات کے وقت بھی بہت گھبرا رہے تھے اور فرماتے تھے کہ اسی آیت سے ڈر رہا ہوں۔

حضرت مجدد الف ثانی نور اللہ مرقدہٗ نے اپنے مکتوبات میں نماز کے اہتمام پر بہت زور دیا ہے اور بہت سے گرامی ناموں میں مختلف مضامین پر بحث فرمائی ہے۔ ایک گرامی نامہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ سجدہ میں ہاتھوں کی انگلیوں کو ملانے کا اور رکوع میں انگلیوں کو علیحدہ علیحدہ کرنے کا اہتمام بھی ضروری ہے۔ شریعت نے انگلیوں کو ملانے کا کھولنے کا حکم بے فائدہ نہیں فرمایا ہے یعنی ایسے معمولی آداب کی رعایت بھی ضروری ہے۔ اسی سلسلے میں تحریر فرماتے ہیں کہ نماز میں کھڑے ہونے کی حالت میں سجدہ کی جگہ نگاہ کا جمانے

رکھنا اور رکوع کی حالت میں پاؤں پر نگاہ رکھنا، اور سجدہ میں جاکر ناک پر نگاہ رکھنا نماز میں خشوع کو پیدا کرتا ہے اور اس سے نماز میں دل جمعی نصیب ہوتی ہے جب ایسے معمولی آداب بھی اتنے اہم فائدے رکھتے ہیں تو بڑے آداب اور سنتوں کی رعایت تم سمجھ لو کہ کس قدر فائدہ بخشے گی۔

صوفیہ کہتے ہیں کہ نماز میں بارہ ہزار چیزیں ہیں جن کو حق تعالے شانہ نے بارہ چیزوں میں منضم فرمایا ہے۔ ان بارہ کی رعایت ضروری ہے تاکہ نماز مکمل ہو جائے اور اس کا پورا فائدہ حاصل ہو۔ یہ بارہ چیزیں حسب ذیل ہیں۔

اوّل علم۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ علم کے ساتھ تھوڑا سا عمل بھی جہل کی حالت کے بہت سے عمل سے افضل ہے۔ دوسرے وضو۔ تیسرے لباس۔ چوتھے وقت۔ پانچویں قبلہ کی طرف رخ کرنا۔ چھٹے نیت۔ ساتویں تکبیر تحریمہ۔ آٹھویں نماز میں کھڑا ہونا۔ نویں قرآن شریف پڑھنا۔ دسویں رکوع۔ گیارہویں سجدہ۔ بارھویں التحیات میں بیٹھنا۔ اور ان سب کی تکمیل اخلاص کے ساتھ ہے۔ پھر ان بارہ کے تین تین جزو ہیں۔

اول علم کے تین جزو یہ ہیں کہ فرضوں اور سنتوں کو علیحدہ علیحدہ معلوم کرے دوسرے یہ معلوم کرے کہ وضو اور نماز میں کتنی چیزیں فرض ہیں کتنی سنت ہیں تیسرے یہ معلوم کرے کہ شیطان کس کس کر سے نماز میں رخنہ ڈالتا ہے اس کے بعد وضو کے بھی تین جزو ہیں۔

اوّل یہ کہ دل کو کینہ اور حسد سے پاک کرے جیسا کہ ظاہری اعضاء

پاک کر رہا ہے ۔ دوسرے ظاہری اعضاء کو گناہوں سے پاک رکھے، تیسرے وضو کرنے میں نہ اسراف کرے نہ کوتاہی کرے ۔ پھر لباس کے بھی تین جزو ہیں ۔

اوّل یہ کہ حلال کمائی سے ہو ۔ دوسرے یہ کہ پاک ہو، تیسرے سنّت کے موافق ہو کہ ٹخنے وغیرہ ڈھکے ہوئے نہ ہوں، تکبّر اور بڑائی کے طور پر نہ پہنا ہو ۔ پھر وقت میں بھی تین چیزوں کی رعایت ضروری ہے ۔

اوّل یہ کہ دھوپ، ستاروں وغیرہ کی بھی خبر گیری رکھے تاکہ اوقات صحیح معلوم ہو سکیں ۔ دوسرے اذان کی خبر رکھے ۔ تیسرے دل میں ہر وقت نماز کے وقت کا خیال رکھے، کبھی ایسا نہ ہو کہ وقت گزر جائے اور پتہ نہ چلے ۔ پھر قبلہ کی طرف مُنہ کرنے میں بھی تین چیزوں کی رعایت رکھے ۔

اوّل یہ کہ ظاہری بدن سے اُس طرف متوجّہ ہو ۔ دوسرے یہ کہ دل سے اللہ کی طرف توجّہ رکھے کہ دل کا کعبہ وہی ہے ۔ تیسرے مالک کے سامنے جس طرح ہمہ تن متوجّہ ہونا چاہیئے اس طرح متوجّہ ہو ۔ پھر نیّت بھی تین چیزوں کی محتاج ہے ۔

اوّل یہ کہ کون سی نماز پڑھ رہا ہے ۔ دوسرے یہ کہ اللہ کے سامنے کھڑا ہے اور وہ دیکھتا ہے ۔ تیسرے یہ کہ وہ دل کی حالت کو بھی دیکھتا ہے ۔ پھر تکبیر تحریمہ کے وقت بھی تین چیزوں کی رعایت کرنی ہے ۔

اوّل یہ کہ لفظ صحیح ہو ۔ دوسرے ہاتھوں کو کانوں تک اٹھائے (گویا اشارہ ہے کہ اللہ کے ماسوا سب چیزوں کو پیچھے پھینک دیا) تیسرے یہ کہ

اللہ اکبر کہتے ہوئے اللہ کی بزرگی اور عظمت دل میں بھی موجود ہو۔ پھر قیام یعنی کھڑے ہونے میں بھی تین چیزیں ہیں۔

اوّل یہ کہ نگاہ سجدے کی جگہ رہے۔ دوسرے دل سے اللہ کے سامنے کھڑے ہونے کا خیال کرے۔ تیسرے کسی دوسری طرف متوجہ نہ ہو۔ پھر قرأت میں بھی تین چیزوں کی رعایت کرے۔

اوّل صحیح ترتیل سے پڑھے۔ دوسرے اس کے معنی پر غور کرے۔ تیسرے جو پڑھے اس پر عمل کرے۔ پھر رکوع میں بھی تین چیزیں ہیں۔

اوّل یہ کہ رکوع میں کمر کو بالکل سیدھا رکھے نہ نیچا کرے نہ اونچا (علماء نے لکھا ہے کہ سر اور کمر اور سرین تینوں چیزیں برابر رہیں) دوسرے ہاتھوں کی انگلیاں کھول کر چوڑی کر کے گھٹنوں پر رکھے، تیسرے تسبیحات کو عظمت اور وقار سے پڑھے۔ پھر سجدہ میں بھی تین چیزوں کی رعایت کرے۔

اوّل یہ کہ دونوں ہاتھ سجدہ میں کانوں کے برابر رہیں۔ دوسرے ہاتھوں کی کہنیاں کھڑی رہیں، تیسرے تسبیحات کو عظمت سے پڑھے۔ پھر بیٹھنے میں بھی تین چیزوں کی رعایت کرے۔

اوّل یہ کہ دایاں پاؤں کھڑا کرے اور بائیں پر بیٹھے۔ دوسرے یہ کہ عظمت کے ساتھ معنی کی رعایت کر کے تشہد پڑھے کہ اس میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام ہے، مومنین کے لئے دعا ہے۔ پھر فرشتوں پر اور دائیں بائیں جانب جو لوگ ہیں ان پر سلام کی نیت کرے۔ پھر اخلاص کے بھی تین جزو ہیں۔

اوّل یہ کہ اس نماز سے صرف اللہ کی خوشنودی مقصود ہو، دوسرے یہ سمجھے کہ اللہ ہی کی توفیق سے یہ نماز ادا ہوئی۔ تیسرے اس پر ثواب کی اُمید رکھے۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ جب وضو فرماتے تو چہرے کا رنگ متغیر ہو جاتا۔ کسی نے پوچھا یہ کیا بات ہے؟ تو ارشاد فرمایا کہ ایک بڑے جبّار بادشاہ کے حضور میں کھڑے ہونے کا وقت آگیا ہے۔

حضرت زین العابدین رضی اللہ عنہ روزانہ ایک ہزار رکعت پڑھتے تھے، تہجّد کبھی سفر یا حضر میں ناغہ نہیں ہُوا۔ جب وضو کرتے تو چہرہ زرد ہو جاتا تھا۔ اور جب نماز کو کھڑے ہوتے تو بدن پر لرزہ آجاتا۔ کسی نے دریافت کیا تو فرمایا کیا تمہیں خبر نہیں کہ کس کے سامنے کھڑا ہوتا ہوں۔ ایک مرتبہ نماز پڑھ رہے تھے کہ گھر میں آگ لگ گئی۔ یہ نماز میں مشغول رہے۔ لوگوں نے عرض کیا تو فرمایا کہ دُنیا کی آگ سے آخرت کی آگ نے غافل رکھا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کے متعلّق نقل کیا گیا ہے کہ جب نماز کا وقت آتا تو چہرے کا رنگ بدل جاتا، بدن پر کپکپی آجاتی۔ کسی نے پوچھا تو ارشاد فرمایا کہ اس امانت کے ادا کرنے کا وقت ہے جس کو آسمان زمین نہ اُٹھا سکے۔ پہاڑ اس کے اٹھانے سے عاجز ہو گئے، میں نہیں سمجھتا کہ اس کو پورا کر سکوں یا نہیں۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ جب اذان کی آواز سنتے تو اس قدر روتے کہ چادر تر ہو جاتی، رگیں پھُول جاتیں، آنکھیں سرخ ہو جاتیں۔ کسی نے عرض کیا کہ ہم تو اذان سنتے ہیں مگر کچھ بھی اثر نہیں ہوتا، آپ اس قدر گھبراتے ہیں۔ ارشاد فرمایا کہ لوگوں کو یہ معلوم ہو جائے کہ مؤذن کیا کہتا ہے تو راحت و آرام

سے محروم ہو جائیں اور نیند اُڑ جائے۔ اس کے بعد اذان کے ہر ہر جملہ کی تنبیہ
کو مفصّل ذکر فرمایا۔

نُزہۃ البساتین۔ ایک شخص نقل کرتے ہیں کہ میں نے ذوالنون مصریؒ کے پیچھے عصر کی نماز پڑھی۔ جب انہوں نے اللہ اکبر کہا تو لفظ اللہ کہتے وقت ان پر جلالِ الٰہی کا ایسا غلبہ تھا گویا ان کے بدن میں روح نہیں رہی، بالکل مبہوت سے ہو گئے اور جب "اکبر" زبان سے کہا تو میرا دل ان کی اس تکبیر کی ہیبت سے ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔

حضرت اویس قرنیؒ مشہور بزرگ اور افضل ترین تابعی ہیں، بعض مرتبہ رکوع کرتے اور تمام رات اسی حالت میں گزار دیتے، کبھی سجدہ میں یہی حالت ہوتی کہ تمام رات ایک ہی سجدہ میں گزار دیتے۔ (نزہۃ البساتین)

عصامؒ نے حضرت حاتم زاہد بلخیؒ سے پوچھا کہ آپ نماز کس طرح پڑھتے ہیں؟ فرمایا کہ جب نماز کا وقت آتا ہے اوّل نہایت اطمینان سے اچھی طرح وضو کرتا ہوں، پھر اس جگہ پہنچتا ہوں جہاں نماز پڑھنی ہوتی ہے اور اوّل نہایت اطمینان سے کھڑا ہوتا ہوں کہ گویا کعبہ میرے مُنہ کے سامنے ہے اور میرا پاؤں پل صراط پر ہے۔ داہنی طرف جنّت ہے، بائیں طرف دوزخ ہے۔ موت کا فرشتہ میرے سر پر ہے اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ میری آخری نماز ہے پھر اور کوئی نماز شاید میسر نہ ہو اور میرے دل کی حالت کو اللہ ہی جانتا ہے۔ اس کے بعد نہایت عاجزی کے ساتھ اللہ اکبر کہتا ہوں، پھر معنی کو سوچ کر قرآن پڑھتا ہوں۔ تواضع کے ساتھ رکوع کرتا ہوں، عاجزی کے ساتھ سجدہ کرتا ہوں اور اطمینان سے نماز

پوری کرتا ہوں۔ اس طرح کہ اللہ کی رحمت سے اس کے قبول ہونے کی اُمید رکھتا ہوں اور اپنے اعمال سے مردود ہوجانے کا خوف کرتا ہوں۔ عصامؒ نے پوچھا کہ کتنی مدت سے آپ ایسی نماز پڑھتے ہیں؟ حاتمؒ نے کہا تیس برس سے۔ عصامؒ رونے لگے کہ مجھے ایک بھی نماز ایسی نصیب نہ ہوئی۔

سعید بن المسیبؒ کہتے ہیں کہ بیس برس کے عرصہ میں کبھی ایسا نہیں ہوا کہ اذان ہوئی ہو اور میں مسجد میں پہلے سے موجود نہ ہوں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے باتیں کرتے تھے اور ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے باتیں کرتے تھے لیکن جب نماز کا وقت آجاتا تو ایسے ہوجاتے گویا ہم کو پہچانتے ہی نہیں اور ہمہ تن اللہ کی طرف مشغول ہوجاتے تھے۔

سعید تنوخیؒ جب تک نماز پڑھتے رہتے مسلسل آنسوؤں کی لڑی رخساروں پر جاری رہتی۔

بهجة النفوس میں لکھا ہے کہ ایک صحابی رات کو نماز پڑھ رہے تھے۔ ایک چور آیا اور گھوڑا کھول کر لے گیا۔ لیجاتے ہوئے اس پر نظر پڑ گئی مگر نماز نہ توڑی۔ بعد میں کسی نے کہا بھی) کہ آپ نے پکڑ لیا۔ فرمایا جس چیز میں مشغول تھا وہ اس سے بہت اونچی تھی۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے متعلق مشہور ہے کہ جب لڑائی میں ان کے تیر لگ جاتے تو وہ نماز ہی میں نکالے جاتے۔ چنانچہ ایک مرتبہ ران میں ایک تیر گھس گیا۔ لوگوں نے نکالنے کی کوشش کی مگر بے سود۔ آپس میں مشورہ

کیا کہ جب یہ نماز میں مشغول ہوں اس وقت نکالا جائے۔ آپ نے جب نفل شروع کئے اور سجدہ میں گئے تو اُن لوگوں نے اس کو زور سے کھینچ لیا جب نماز سے فارغ ہوئے تو آس پاس مجمع دیکھا فرمایا کیا تم تیر نکالنے کی خاطر آئے ہو۔ لوگوں نے عرض کیا کہ وہ تو ہم نے نکال بھی لیا۔ آپ نے فرمایا مجھے خبر ہی نہیں ہوئی۔

عامر بن عبداللہ جب نماز پڑھتے تو گھر والوں کی باتوں کی تو کیا خبر ہوتی ڈھو کی آواز کا بھی پتہ نہ چلتا تھا۔ کسی نے پوچھا کہ تمہیں نماز میں کسی چیز کی بھی خبر ہوتی ہے؟ فرمایا ہاں مجھے اس کی خبر ہوتی ہے کہ ایک دن اللہ کی بارگاہ میں کھڑا ہونا ہوگا۔ اور دونوں گھروں جنت یا دوزخ میں سے ایک میں جانا ہوگا۔ ہو نے عرض کیا یہ نہیں پوچھتا، ہماری باتوں میں سے بھی کسی کی خبر ہوتی ہے؟ فرمایا کہ مجھ میں نیزوں کی بھالیں گھس جائیں یہ اچھا ہے اس سے کہ مجھے نماز میں تمہاری باتوں کا پتہ چلے۔ ان کا یہ بھی ارشاد ہے کہ اگر آخرت کا منظر اس وقت میرے سامنے ہو جائے تو میرے یقین اور ایمان میں اضافہ نہ ہو کہ غیب پر ایما اتنا ہی پختہ ہوتا ہے جتنا مشاہدہ پر ہوتا ہے۔

ابو داؤد۔ لشکر اسلام غزوۂ ذات رقاع سے واپس چلا آتا تھا کہیں کوئی کافر اپنا بدلہ لینے کے لئے چھپا چھپا پیچھے چلا آرہا تھا کسی منزل تک اسے موقع ہاتھ نہ آیا۔ ایک رات مسلمانوں کا لشکر ایک پہاڑ کے غار میں جا کر ٹھہرا۔ رات کے وقت جناب سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آج رات کو جو شخص غار کے دروازے پر پہرہ دے گا اللہ تعالےٰ اس ک

اجرِ عظیم عنایت فرمائے گا۔

آپ کا فرمانِ مبارک سنتے ہی دو شخص ایک مدینہ طیبہ کے اور دوسرے مکہ معظمہ کے رہنے والے کھڑے ہوئے اور غار کے دروازے پر پہرہ دینے کے لئے پہنچ گئے۔ جب کافی رات گزر گئی تو مدینہ والے انصاری نے اپنے مہاجر بھائی مکہ والے سے کہا کہ آپ آرام سے سو رہیں میں پہرہ دوں گا۔ غرضیکہ مہاجر سو گئے اور انصاری جاگتے رہے مگر یہ سمجھ کر کہ خالی رہنا بُرا ہے۔ فوراً نماز کی نیّت باندھ کر کھڑے ہو گئے اور نماز میں سورہ کہف شروع کر دی۔ عالمِ محویّت میں آواز بلند ہو گئی۔ اُس جاسوس کافر کو موقع مِل گیا اور اس نے آواز پر تیر مارنے شروع کئے۔ پے درپے کئی تیر ان صحابی کی چھاتی سے پار نکل گئے۔ خون فوّارہ کی طرح نکلنے لگا۔ مگر یہ بندۂ خدا اُسی طرح نماز اور قرأت میں مشغول رہے۔ انہیں مطلق خبر نہ ہوئی اور نہ نماز میں ذرّہ بھر لغزش ہوئی۔ جب دوسرے شخص پر جو قریب ہی سو رہے تھے گرم گرم خون پڑا تو وہ گھبرا کر اٹھے اور بھائی انصاری کی حالت دیکھ کر پوچھا کہ بھائی تمہیں تو کسی کافر نے زخمی کر دیا ہے۔ تم خون میں نہا گئے۔ اے بھائی تم تیروں سے چھد گئے ہو۔ تب انہوں نے کہا کہ قسم ہے وحدہٗ لاشریک کی کہ میں نے نماز میں سورہ کہف شروع کر دی تھی۔ ان تیروں کے لگنے اور اپنے زخمی ہونے اور خون کے جاری ہونے کی مجھے بالکل خبر نہ ہوئی۔

اقامۃ الحجۃ۔ ثابت بنانیؒ حفّاظ حدیث میں ہیں۔ اس قدر اللہ کے سامنے روتے تھے کہ حد نہیں۔ کسی نے عرض کیا کہ آنکھیں جاتی رہیں گی۔

فرمایا کہ ان آنکھوں سے اگر روئیں نہیں تو فائدہ ہی کیا ہے۔ دعا کیا کرتے تھے کہ یا اللہ اگر کسی کو قبر میں نماز پڑھنے کی اجازت ہو سکتی ہو تو مجھے بھی ہو جائے۔ ابو سنانؒ کہتے ہیں خدا کی قسم میں ان لوگوں میں تھا جنہوں نے ثابتؒ کو دفن کیا۔ دفن کرتے ہوئے لحد کی ایک اینٹ گر گئی تو میں نے دیکھا کہ وہ کھڑے نماز پڑھ رہے ہیں۔ میں نے اپنے ساتھی سے کہا دیکھو یہ کیا ہو رہا ہے۔ اس نے مجھے کہا چپ رہو۔ جب دفن کر چکے تو ان کے گھر جا کر ان کی بیٹی سے دریافت کیا کہ ثابت کا عمل کیا تھا؟ اس نے کہا کیوں پوچھتے ہو؟ ہم نے قصہ بیان کیا۔ اس نے کہا کہ پچاس برس شب بیداری کی اور صبح کو ہمیشہ یہی دعا کیا کرتے تھے کہ یا اللہ اگر تو کسی کو یہ دولت عطا کرے کہ وہ قبر میں نماز پڑھے تو مجھے بھی عطا فرما۔

حضرت امام ابو یوسفؒ باوجود علمی مشاغل کے۔ جو سب کو معلوم ہیں اور ان کے علاوہ قاضی القضاۃ ہونے کی وجہ سے قضا کے مشاغل علیحدہ تھے لیکن پھر بھی دو سو رکعت نوافل روزانہ پڑھتے تھے۔

محمد بن نصرؒ مشہور محدث ہیں۔ اس انہماک سے نماز پڑھتے تھے جس کی نظیر مشکل ہے۔ ایک مرتبہ پیشانی پر ایک بھڑ نے کاٹا جس کی وجہ سے خون بھی نکل آیا، مگر نہ حرکت ہوئی نہ خشوع و خضوع میں کوئی فرق آیا۔ کہتے ہیں کہ نماز میں لکڑی کی طرح بے حرکت کھڑے رہتے تھے۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے متعلق بہت کثرت سے یہ چیز نقل کی گئی ہے کہ تیس یا چالیس یا پچاس برس عشاء اور صبح ایک وضو سے پڑھی

اور یہ اختلاف نقل کرنے والوں کے باہمی اختلاف کی وجہ سے ہے کہ جس شخص کو جتنے سال کا علم ہوا اتنا ہی نقل کیا۔ لکھا ہے کہ آپ کا معمول صرف دوپہر کو تھوڑی دیر سونے کا تھا اور یہ ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ دوپہر کے سونے کا حدیث میں حکم ہے۔

حضرت امام شافعیؒ کا معمول تھا کہ رمضان میں ساٹھ قرآن شریف نماز میں پڑھتے تھے۔ ایک شخص کہتے ہیں کہ میں کئی روز تک امام شافعیؒ کے یہاں رہا۔ صرف رات کو تھوڑی دیر سوتے تھے۔

حضرت امام احمد بن حنبلؒ تین سو رکعتیں روزانہ پڑھتے تھے اور جب بادشاہ وقت نے آپ کے کوڑے لگوائے اور اس کی وجہ سے ضعف بہت ہو گیا تو ڈیڑھ سو رہ گئی تھیں اور تقریباً اسی برس کی عمر تھی۔

ابو عتاب سلمی چالیس برس تک رات بھر روتے تھے اور دن کو ہمیشہ روزہ رکھتے۔

حضرت ہناد ایک محدث ہیں۔ ان کے شاگرد کہتے ہیں کہ وہ بہت ہی زیادہ روتے تھے۔ ایک مرتبہ صبح کو ہمیں سبق پڑھاتے رہے اس کے بعد وضو وغیرہ سے فارغ ہو کر زوال تک نفل پڑھتے رہے۔ دوپہر کو گھر تشریف لے گئے اور تھوڑی دیر میں آکر ظہر کی نماز پڑھائی اور عصر تک نفلوں میں مشغول رہے پھر عصر کی نماز پڑھائی اور قرآن پاک کی تلاوت مغرب تک فرماتے رہے۔ مغرب کے بعد میں واپس چلا آیا۔ میں نے ان کے ایک پڑوسی سے ازراہِ تعجب کہا کہ یہ شخص کس قدر عبادت کرنے والے ہیں۔ اس نے کہا کہ

ستّر برس سے ان کا یہی عمل ہے اور اگر تم ان کی رات کی عبادت دیکھو گے تو اور بھی تعجب کرو گے۔

زواجر مکی۔ بزرگانِ دین نے نماز کا عمدہ طریقہ یوں بتایا ہے کہ جس وقت نماز کے واسطے کھڑا ہو تو یہ جان کہ اللہ تعالےٰ تجھ کو دیکھتا ہے اور تیری طرف متوجہ ہے اور تو بھی اس کی طرف متوجہ ہے، وہ تجھ سے نزدیک ہے اور تجھ کو دیکھتا ہے۔ جس وقت تو رکوع میں جائے تو امید مت رکھ کہ سر اُٹھائے گا، جب سر اٹھائے تو امید مت رکھ کہ جھکائے گا اور یہ سمجھ کہ جنّت تیرے داہنے ہے اور دوزخ تیرے بائیں ہے اور پُل صراط تیرے قدموں کے نیچے ہے، اپنے کو جب ایسا فنا کر کے نماز پڑھے گا تو نمازی ہو گا۔ یہ اولیاء اللہ کی نماز ہے، عوام کو بھی مقدور کے موافق کوشش کرنا بندگی کی نشانی ہے۔

سلک السلوک۔ جس نے اللہ کی عبادت جنّت حاصل کرنے کی خاطر کی وہ خدا کا بندہ نہیں بلکہ بہشت کا بندہ ہے اور جس نے اللہ کی عبادت دوزخ کے خوف سے کی وہ دوزخ کا بندہ ہے۔ اے عزیز! اگر تو خدا پرست بندہ ہے تو بہشت اور دوزخ کا خیال دل سے دُور کر دے کہ بہشت آدم علیہ السلام کے لئے قید خانہ بن گیا تھا اور آگ حضرت ابراہیم علیہ السلام پر باغ بن گئی تھی۔ بندہ بخشی کہتا ہے کہ اگر تجھے یہ اختیار دیا جائے کہ یا دو رکعت نماز پسند کر لے یا آٹھوں بہشت، تو تجھے لازم ہے کہ تو دو رکعت نماز کو پسند کرے کیونکہ آٹھوں بہشت سے دو رکعت نماز حاصل نہیں ہوتی لیکن دو رکعت نماز سے ہزاروں

آٹھ بہشت حاصل ہو سکتے ہیں۔ صاحبِ حضوری لکھتے ہیں کہ عاشق ایسا ہونا چاہیئے کہ سب کو چھوڑ کر معبود میں مشغول رہے۔ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے لوگوں نے پوچھا کہ یہودی اور آتش پرستوں کو صدقہ دینا چاہیئے یا نہیں؟ آپ نے فرمایا دینا چاہیئے۔ لوگوں نے عرض کی کہ کیا آپ بے نماز کو صدقہ دینا جائز قرار دیتے ہیں؟ آپ نے فرمایا نہیں۔ لوگوں نے پھر عرض کی کیا بے نماز یہودی اور آتش پرست سے کم ہے۔ آپ نے فرمایا نہیں۔ لیکن میں نے یہ بات صرف اس لیئے کہی ہے تاکہ اُسے بھی معلوم ہو اور بے نمازی سے توبہ کرے۔

سُنو! سُنو!! ایک روز ایک شخص حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی یا رسول اللہ جس قدر میں زیادہ محنت کرتا ہوں اتنا ہی بھوکا رہتا ہوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شاید تو نماز نہیں پڑھتا۔ اُس نے کہا کہ میں نماز پڑھتا ہوں۔ پھر آنجنابؐ نے پوچھا کہ تیرے اہل وعیال کی کیا حالت ہے، آیا نماز ادا کرتے ہیں؟ اُس نے عرض کی کہ میرے فرمانبردار ہیں اور مجھ سے بڑھ کر نمازی ہیں۔ یہ سُن کر رسولِ خدا کو تعجب ہوا اور فرمایا کہ جس گھر میں نماز ادا کی جاتی ہے اس میں درویشی کا کیا کام۔ جنابِ الٰہی سے حکم ہوا کہ ایک دفعہ ایک بے نماز وہاں سے گزرا۔ اس وقت اُس گھر کا دروازہ کھلا تھا۔ جب اُس کی نگاہ اس گھر کے اندر پڑی تو اس گھر سے چالیس سال کی برکت اٹھالی گئی۔

اے عزیز! جس گھر سے بے نمازی کی ایک نگاہ پڑنے سے چالیس سال کی برکت اٹھالی گئی ہے، پناہ بخدا اگر اُس میں چالیس روز تک نماز ادا نہ

کی جائے اُس میں کس طرح برکت رہ سکتی ہے ۔ قطعہ

نخشبی تا تواں نمازی باش
تن بہ پاکیٔ دیں سپردہ نکو
گرچہ مُردن نکو نباشد لیک
مردم بے نماز مُردہ نکو

اس میں
زیادہ ہے
مصنف احادیث سے
استدلال کیا ہوا ہے

(ترجمہ) اے نخشبی جہاں تک تجھ سے ہو سکے نمازی بن ، بدن کو دین ہی کی پاکیزگی میں سپرد کرنا بہتر ہے ۔ اگرچہ مرنا اچھا نہیں لیکن بے نماز آدمی کا مر جانا ہی بہتر ہے ۔

کتاب الصلوٰۃ (امام حنبلؒ) لوگو! اللہ تعالےٰ تم پر رحم فرمائے تکبر و غرور سے بچو ۔ کیونکہ کوئی عمل تکبر کے ساتھ قبول نہیں ہوتا ہے اور اپنی نمازوں میں تواضع اور عاجزی اختیار کرو ۔ جب تم سے کوئی شخص اللہ تعالےٰ کے حضور میں نماز کے لئے کھڑا ہو تو اللہ تعالےٰ کے احسانات کو اور اس کی بے انتہا نعمتوں کو یاد کرے ۔ اللہ تعالےٰ نے اپنی نعمتوں سے تم کو عزت بخشی اور تم نے گناہ کر کے اپنے آپ کو ذلیل کیا ۔ لہٰذا اللہ تعالےٰ کے آگے بہت زیادہ گڑگڑائے اور اپنے کو پست سمجھے ۔

حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالےٰ نے حضرت عیسٰی علیہ السلام کے پاس وحی بھیجی کہ جب تو میرے سامنے کھڑا ہو تو حقیر و ذلیل کی طرح سے اپ نفس کو مذمت کرتا ہوا کھڑا ہو اس وجہ سے کہ نفس مذمت کا مستحق ہے جب تو دعا مانگے تو مجھ سے اس حالت میں مانگ کہ تیرے اعضاء کانپ رہے

ہلاوں ۔

حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالےٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھی اسی طرح سے وحی بھیجی ۔

پس اے برادرِ عزیز جب تو اللہ تعالےٰ کے سامنے کھڑا ہو تو تجھے کس قدر اپنے نفس کی ندمّت کرنی مناسب ہے ۔ روایت ہے کہ حضرت ابن سیرین جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو اللہ تعالےٰ کے خوف و دہشت سے چہرے کی سُرخی جاتی رہتی ، اور مُسلم سے روایت ہے کہ جب وہ نماز شروع کرتے تو اللہ تعالےٰ کے خوف اور نماز میں محویّت کی وجہ سے کوئی آواز ان کو نہ سنائی دیتی ۔

عامر العبدی نے جو عامر بن عبد قیس کہلاتے تھے ایک سلسلۂ گفتگو میں جس کا ایک حصہ یہ ہے فرمایا کہ میری گردن پر تلوار رکھ دی جائے یہ مجھے زیادہ محبوب ہے بہ نسبت اس کے کہ میں نماز پڑھنے کی حالت میں دُنیاوی کاموں کو سوچتا رہوں ۔

حضرت سعید بن معاذ نے فرمایا کہ میں نے کبھی کوئی نماز ایسی نہیں پڑھی کہ جس میں مجھے دُنیاوی باتوں کا خیال نماز پڑھنے کی حالت میں نماز ختم کرنے سے پہلے آیا ہو ۔

حضرت ابو درداءؓ نے فرمایا کہ میرے چہرے کا خاک آلود ہونا اللہ تعالےٰ کے سامنے ضروری ہے کیونکہ یہ اللہ تعالےٰ کی عبادت کا کمال ہے ۔ اس لئے تم میں سے کوئی مٹی سے نہ بچے اور نہ مٹی پر سجدہ کرنے کو بُرا سمجھے ، کیونکہ تم

ہیں سے ہر شخص کو ایک دن مٹی میں ملنا ہے اور نہ تم میں سے کوئی شخص پوری طرح مٹی سے بچ سکتا ہے۔ انسان اس عجز و انکسار کی وجہ سے اپنی گلو خلاصی طلب کرتا ہے اور دوزخ کی آگ سے رہائی چاہتا ہے۔ اس آگ کے سامنے بڑے بڑے مضبوط اور سنگلاخ پہاڑ جو زمین کی میخیں بنائے گئے ہیں نہیں ٹھہر سکتے، اور نہ زمین جو مخلوق کے واسطے گھر ہے اور نہ سات سمندر جن کی گہرائی کو اور نہ جن کی قدر کو سوائے اللہ تعالےٰ کے جو اُن کا پیدا کرنے والا ہے کوئی دوسرا جان سکتا ہے۔ پس کس طرح سے ہمارے ضعیف جسم اور ہماری نازک ہڈیاں اور ہماری پتلی کھالیں اُس آگ کے عذاب کو برداشت کر سکتی ہیں۔ ہم اللہ تعالےٰ سے پناہ مانگتے ہیں کہ وہ ہم کو دوزخ کی آگ سے بچائے۔

لوگو! اللہ تعالےٰ تم پر رحم فرمائے جب نماز کے لئے کھڑے ہو تو اگر تم سے ہو سکے تو یہ سمجھو کہ تم اللہ تعالےٰ کو دیکھتے ہو لیکن اگر تم سے ایسا نہ ہو سکے تو سمجھو کہ وہ تم کو دیکھتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو نصیحت فرمائی کہ اللہ تعالےٰ سے اس طرح ڈر کہ تو اُس کو دیکھتا ہے لیکن اگر تو اُس کو نہ دیکھے تو وہ تو تجھ کو دیکھتا ہی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام حالات میں مسلمان کو یہ تاکید فرمائی ہے۔ پس نماز میں جب کہ وہ خاص جگہ اور خاص مقام میں اللہ تعالےٰ ہی کے سامنے کھڑا ہو اور اسی کی طرف ہمہ تن متوجہ ہو تو اس وصیت کا اس کو کس قدر خیال رکھنا چاہیے اس وجہ سے کہ اللہ تعالےٰ سے نزدیکی کی

جو کیفیت اس کو نماز کے اندر حاصل ہے وہ کسی اور حالت میں نہیں ہوتی۔

کتاب الصلوٰۃ۔ (ابن قیمؒ) مہنّا بن یحییٰ کی روایت میں امام احمد بن حنبلؒ سے مروی ہے کہ لوگوں کا اسلام سے اسی قدر حصہ ہے جس قدر انہیں نماز سے حظ ہے اور اسلام سے انہیں اسی قدر محبت ہوتی ہے جس قدر انہیں نماز سے محبت ہوتی ہے۔ سو اے خدا کے بندے اپنے آپ کو پہچان لے اور اس امر سے ڈرتا رہ کہ تیرے دل میں اسلام کی اسی قدر عزت ہوگی جس قدر کہ نماز کی تیرے دل میں عزت ہوگی۔ اور وہ دل جو بسبب نماز کے خدا کی محبت اور رغبت اور الفت و تعظیم سے مالا مال ہو ایسے دل کی طرح نہیں ہوتا جو ان امور سے ویران اور خالی ہو۔ جب دو شخص نماز کے سامنے کھڑے ہوتے ہیں تو یہ ایک ایسے دل سے کھڑا ہوتا ہے کہ جس میں خشوع ہے اور برائی کی کشمکشوں سے بچا ہوا ہے اور اس کے کونے ہیبت سے مالا مال ہیں اور اس میں ایمان کا نور چمک رہا ہے اور خواہشِ نفسانی اور نفس کا پردہ اس سے دور کیا گیا ہے تو وہ قرآن کے معانی کے باغ میں سیر کرتا ہے اور اس میں ایمان کی بشاشت، خدا کے اسماء اور صفات اور بلندی اور اعلےٰ درجہ کے جمال و کمال اور پروردگار کی یگانگت صفاتِ جمالی جلالی میں مل جاتی ہے پس اس کا ارادہ خدا تعالےٰ پر پختہ ہو جاتا ہے اور اس کی آنکھ کی ٹھنڈک اسکی ذات سے ہو جاتی ہے اور خدا تعالےٰ کا بے نظیر تقرب پاتا ہے سو اس کا دل اس کے لئے فارغ ہو جاتا ہے اور تمام اسی کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے اور اس کی یہ توجہ خدا کی دونوں دو جہتوں کے بیچ

ہیں ہوتی ہے اس لئے کہ پہلے ذاتِ باری کی توجہ اس کی طرف معطوف ہوتی ہے جس سے اس کا دل ایک خاص کشش سے منجذب ہو جاتا ہے جب اس توجہ کے اثر سے وہ خدا کی جانب متوجہ ہوتا ہے تو خداوند کریم کی طرف سے نظرِ عنایت اور توجہ ہوتی ہے جو پہلی توجہ سے بدرجہا کامل اور پورے درجہ کی ہے اور یہاں پر اس بندے کے لئے ایک نہایت عجیب و غریب حالت حاصل ہوتی ہے جس کا دل قرآن کے اسماء و صفات کے معانی کو سمجھتا ہے اور ان کی ایمان آوری کی بشاشت اس کے دل میں اس طرح مل جاتی ہے کہ ایک اسم و صفاتِ الٰہی کے لئے نماز میں خاص موقع و مقام جانتا ہے کیونکہ جب خداوند تعالےٰ کے سامنے کھڑا ہوتا ہے تو اس کا دل خداوند تعالیٰ کی قائمی کو مشاہدہ کرتا ہے اور جب اللہ اکبر کہتا ہے تو اس کی بڑائی اور کبریائی دیکھتا ہے اور جب سبحانک اللھم وبحمدک و تبارک اسمک وتعالیٰ جدک ولاالہ غیرک۔ پڑھتا ہے تو اُس کے دل میں ایسے پروردگار کا خیال آتا ہے جو ہر ایک عیب سے بچا ہوا ہر ایک نقص سے محفوظ۔ ہر ایک تعریف سے تعریف کیا گیا ہے سو اس کی تعریف ہر ایک کامل وصف کو متلزم ہے، ہر ایک نقص سے اس کی براءت کو متلزم ہے تھوڑی چیز پر اس کا مبارک نام لینے سے برکت ہو جاتی ہے اور خیر پر لینے سے اسے بڑھا دیتی ہے۔ آفت کو اس کا مبارک نام دفع کر دیتا ہے۔ شیطان کو مردود اور دھتکارا ہوا کر دیتا ہے۔ اسم کا کامل ہونا مسمّٰی کی کمالیت پر دلالت کرتا ہے جب اُس کے مبارک نام کی یہ حالت ہوئی کہ زمین و آسمان میں اس کے طفیل

کوئی چیز ضرر نہیں دے سکتی تو مصلی کی حالت بہت بلند اور رافع ہو گی اور اس کی عظمت سب بزرگیوں سے بالا اور فوق ہو گی اور اس کی شان سب شانوں سے اُونچی اور سلطنت سب سلطنتوں سے زبردست ہو گی۔ اور جب اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم بولتا ہے تو اس کے مضبوط رکھنے سے پناہ لیتا ہے اور اپنے دشمن سے جو کہ ہے پروردگار کے راستہ سے کاٹتا ہے اور اس کی تقریب سے اسے دُور کرنا چاہتا ہے محفوظ ہونے کے لئے خداوند تعالیٰ کی قوّت اور طاقت سے جنگل مارتا ہے تاکہ وہ دُشمن خستہ حال ہو جائے اور جب اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ کہتا ہے تو تھوڑا سا توقف کرتا ہے تاکہ خداوند کریم سے حمدنی عبدی کی آواز سنے اور جب الرحمن الرحیم کہتا ہے تو اثنی علی عبدی (تعریف کی میری میرے بندہ نے) اس جواب کا منتظر رہتا ہے اور جب مالک یوم الدین کہتا ہے تو مجدنی عبدی (عزّت کرتا ہے میری میرا بندہ) اس جواب کا منتظر رہتا ہے۔ سو اس کے دل کی لذّت اور اس کی آنکھوں کی ٹھنڈک اور اس کی جان کی تازگی اپنے خداوند کے تین دفعہ عبدی کہنے سے کتنی زیادہ ہو جاتی ہے مجھے خدا کی قسم ہے اگر دلوں پر شہوات کے تُنجار اور جانوں پر غفلت کے بادل نہ ہوتے تو اپنے پروردگار، اپنے خالق اور اپنے معبود کا حمدنی عبدی، اثنی علی عبدی، مجدنی عبدی فرمانا اُسے خوشی سے اُڑا لے جاتا۔ پھر اس کے دل میں اللہ، رب رحمٰن کے مشاہدہ سے جو اسمائے حسنہ کے اصول ہیں جولان پیدا ہوتا،

اور اللہ کے ذکر سے اس کا دل ایک ایسی ذات پاک کو مشاہدہ کرتا جو معبود
اور موجود ہے اور اس کے سوا کوئی مستحقِ عبادت نہیں ہے۔ سب چہرے
اُس کے آگے ذلیل ہیں اور موجودات اس کے آگے فروتنی کرنے والی
اور آوازیں نیچی ہیں۔ سات آسمان سات زمینیں اور جو کچھ ان میں ہے اسے
پاکی سے یاد کرتے ہیں۔ زمین آسمان کی سب چیزیں اس کی فرمانبردار ہیں۔
زمین آسمان اور جو کچھ ان میں ہے سب اسی نے پیدا کیا۔ جن، انسان،
پرند، چرند، بہشت دوزخ سب اُسی نے موجود کئے۔ پیغمبر اُس نے بھیجے
کتابیں اُس نے اتاریں، شریعتوں کی بنیاد رکھی۔ امر نہی بندوں پر واجب
کیا۔ رب العالمین کے ذکر سے ایک قیوم کا مشاہدہ کرتا ہے جو خود بخود
قائم ہے اور سب چیزیں اس کے وجود کے طفیل ہوئیں۔ وہ ہر ایک کے لئے
نیکی بدی کا پیدا کرنے والا ہے اور وہ اپنے عرش پر ہے۔ اپنے ملک
کی تدبیریں کسی کی رائے نہیں لیتا۔ سب تدبیر اس کے ہاتھ میں ہے اور
سب امور کا مرجع اور مآل اسی کی طرف ہے۔ دینا، بند دینا، نیچے کرنا، اونچا
کرنا، بندش، کشائش، تکلیفوں کا دور کرنا۔ فریادیوں کی فریاد کو پہنچنا۔ ان سب
امور کی تدبیریں اُسی کی طرف سے فرشتوں پر نازل ہوتی ہیں۔ فرشتے اور
جبرئیل اس کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے آسمانوں پر چڑھتے ہیں اور
صبح و شام کے اعمال اس کی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔ سو وہ تقدیروں کو
مقدر کرتا ہے۔ پھر تقدیروں کو اس کے اوقاتِ معینہ کی طرف لاتا ہے
بحالیکہ وہ ان سب کی تدبیر اور حفاظت اور مصالح کے ساتھ قائم ہے پھر

رحمٰن کے ذکر کے وقت ایک ایسے پروردگار کا دھیان کرتا ہے جو اپنی مخلوقات
پر طرح طرح کے احسان کرتا ہے، رحمت و علم میں ہر ایک شے پر عام ہے،
نعمت اور فضیلت میں ہر مخلوق پر وسیع ہے۔ اس کی رحمت ہر ایک چیز کے لئے
عام ہے اور اس کی نعمت ہر ایک زندہ کے لئے تام ہے اور علم کی طرح اس
کی رحمت بھی ہر جگہ پہنچی ہوئی ہے، اپنے عرش پر اپنی رحمت سے قائم ہے۔
مخلوقات کو اُس نے اپنی رحمت سے پیدا کیا، کتابیں رحمت سے اُتاریں،
پیغمبر رحمت سے بھیجے، شریعتیں رحمت سے مقرر فرمائیں۔ بہشت کو رحمت سے
پیدا کیا بلکہ آگ کو بھی رحمت سے پیدا کیا اس لئے کہ آگ اُس کے عذاب کا
کوڑا ہے جس سے وہ اپنے مسلمان بندوں کو بہشت کی طرف ہانکتا ہے اور اس
سے گناہگاروں، مومنوں کی میل کچیل دُور کرتا ہے۔ اور وہ پاک ذات اس
میں تعدّی کرنے والے بندوں کو قید کرے گی سو اس کے امر، نہی، وصیتوں
نصیحتوں کی رحمت کو سوچ کہ کیسی کامل اور کیسی فراخ ہے، سو خدا کی طرف سے
رحمت بھی ایک ذریعہ ہے جس سے وہ اپنے بندوں سے قریب ہوتا ہے
جیسے بندوں کی طرف سے عبادت بھی ایک عمدہ وسیلہ ہے جس سے وہ
اپنے خداوند مالک کے قریب ہوتے ہیں، سو ان سے خداوند کریم کی طرف
عبادت ہے اور خدا سے ان کی طرف رحمت ہے پس جب مالک یوم الدین
کہتا ہے تو اس وقت وہ عزّت مشاہدہ کرتا ہے جو سوائے ایسی ذات کے
لائق نہیں ہے جو مالکِ حق مبین ہے پس ایسے مالک غالب پادشاہ کا مشاہدہ
کرتا ہے جس کی سب مخلوقات فرمانبردار ہے۔ اور سب مُنہ اس کے آگے

ذلیل ہیں اور اس کی عظمت کے لئے جبّار سر جھکاتے ہوئے ہیں اور ہر ایک معزز اس کی عزت کے آگے سرنگون ہے سو اپنے دل میں ایک ایسے بادشاہ کا دھیان کرتا ہے جو آسمانی عرش پر ہے اور مہیمن ہے اس کی عظمت کے لئے منہ جھکتے ہیں اور سجدہ کرتے ہیں، جسے چاہتا ہے عذاب دیتا ہے اور جس پر چاہتا ہے رحم کرتا ہے، اور جسے چاہتا ہے اُسے دیتا ہے، جسے چاہتا ہے مقرّب بناتا ہے اور جسے چاہتا ہے دور کرتا ہے۔ اُس کا ایک عذاب خانہ ہے یعنی دوزخ کی آگ اور ایک اُس کا سعادت خانہ ہے یعنی بہشت، جس نے کچھ بھی اس سے نہ مانا یا کسی بات کا انکار کیا اُس نے اس کے ملک میں طعنہ زنی کی اور کمالیت و تمامیّت کو اس سے روکا، ایسے ہی جس نے اس کے عام قضاء اور تقدیر میں انکار کیا گویا اُس نے اس کی ملک اور کمالیّت سے انکار کیا۔ سو نمازی خداوند تعالیٰ کی عزت مالک یوم الدین میں مشاہدہ کرتا ہے اور جب ایاك نعبد و ایاك نستعین کہتا ہے تو اس میں پیدا کرنے اور امر کرنے کا، اور دُنیا و آخرت کا بھید آجاتا ہے۔ اور یہ بڑی سے بڑی غایتوں اور افضل ترین وسیلہ پر حاوی ہے۔ بڑی سے بڑی غایت خدا تعالیٰ کی عبودیت ہے اور عمدہ ترین وسیلہ اس کی اعانت ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود مستحقِ عبادت نہیں ہے اور اس کے سوا اس کی عبادت کے لئے کوئی اور مددگار نہیں ہے سو اللہ تعالیٰ نے ایک سو چار کتابیں نازل فرمائیں جن کا مطلب چار کتابوں تورات، انجیل، قرآن، زبور میں بیان فرما دیا اور ان چاروں کے مضامین قرآن میں اور قرآن کا مضمون سورہ مفصل میں اور سورہ مفصّل کا

سورۂ فاتحہ میں اور سورۂ فاتحہ کا ایّاکَ نعبد وایّاکَ نستعین میں جمع فرمایا اور یہ کلمہ دونوں قسموں کی توحید یعنی توحیدِ ربوبیت اور توحیدِ الوہیت اور رب اور اللہ کے اسم سے عبادت کرنے پر مشتمل ہے۔ سو وہ اپنی الوہیت کے جہت سے عبادت کیا جاتا ہے اور ربوبیت کے جہت سے مدد چاہا جاتا ہے، اور سیدھے راستہ کی طرف اسی کی رحمت سے رہنمائی ہوتی ہے۔ یہ پہلی صورت ہے جس میں اللہ رب رحمٰن کا ذکر مطابق سوال سائل بلحاظ عبادت اور اعانت اور ہدایت کے ہے اور وہی ذات اس کل امر کے دینے کے لئے یکتا ہے۔ اس کی عبادت کے لئے اس کی ذات کے سوا کوئی مددگار نہیں ہے اور اس کے سوا کوئی رہبر نہیں ہے پھر دُعا کرنے والا اھدنا الصراط المستقیم سے اپنی سخت احتیاج اور ضرورت اُس سوال کی طرف پاتا ہے جس سے زیادہ تر وہ کسی چیز کی طرف محتاج نہیں ہے کیونکہ وہ سیدھے راستے کی طرف تو ہر دم اور ہر لحظہ محتاج ہوتا ہے اور یہ مطلب دُعا کا خدا کی ہدایت اور راہبری کے سوا حاصل نہیں ہو سکتا۔ خدا تعالےٰ نے فرض کیا ہے کہ اس سے رات دن میں کئی مرتبہ ہدایت کے اچھّے حالات کی درخواست کرے پھر خداوند تعالیٰ نے بیان فرمایا کہ ایسے ہدایت والے ہی اس کی نعمت سے خاص کئے گئے ہیں نہ وہ لوگ جن پر قہرِ الٰہی نازل ہے، اور مقہور وہ لوگ ہیں جنہوں نے حق کو دل سے پہچان تو لیا مگر از راہِ تعصّب اُس کی اطاعت نہ کی اور نہ وہ لوگ جو گمراہ ہیں اور گمراہ وہ فریق ہے جس نے خدا کی پرستش بغیر معرفت کے کی۔

نزھۃ المجالس۔ سالم حداؔ ایک بزرگ تھے، تجارت کرتے تھے،

جب اذان کی آواز سنتے تو رنگ متغیر ہو جاتا اور بے قرار ہو جاتے تو دکان کھلی چھوڑ کر کھڑے ہو جاتے اور یہ اشعار پڑھتے۔

إِذَا مَا دَعَا دَاعِيكُمْ قُمْتُ مُسْرِعًا
مُجِيبًا لِمَوْلًى جَلَّ لَيْسَ لَهُ مِثْلُ

جب تمہارا منادی (مؤذن) پکارنے کے واسطے کھڑا ہو جاتا ہے تو میں جلدی سے کھڑا ہو جاتا ہوں ایسے مالک کی پکار کو قبول کرتے ہوئے جس کی بڑی شان ہے اس کا کوئی مثل نہیں۔

أُجِيبُ إِذَا نَادَى بِسَمْعٍ وَطَاعَةٍ
وَبِي نَشْوَةٌ لَبَّيْكَ يَا مَنْ لَهُ الْفَضْلُ

جب وہ منادی (مؤذن) پکارتا ہے تو میں بحالتِ نشاط اطاعت و فرمانبرداری کے ساتھ جواب میں کہتا ہوں کہ اے فضل و بزرگی والے لبیک یعنی میں حاضر ہوتا ہوں۔

وَيَصْفَرُّ لَوْنِي خِيفَةً وَمَهَابَةً
وَيَرْجِعُ لِي عَنْ كُلِّ شُغْلٍ بِهِ شُغْلُ

اور میرا رنگ خوف اور ہیبت سے زرد پڑ جاتا ہے اور اس پاک ذات کی مشغولی مجھے ہر کام سے بے خبر کر دیتی ہے۔

وَحَقِّكُمُ مَا لَذَّ لِي غَيْرُ ذِكْرِكُمْ
وَذِكْرُ سِوَاكُمْ فِي فَمِي قَطُّ لَا يَحْلُو

تمہارے حق کی قسم تمہارے ذکر کے سوا مجھے کوئی چیز بھی لذیذ نہیں

معلوم ہوتی اور تمہارے سوا کسی کے ذکر میں بھی مجھے مزا نہیں آتا۔

مَتٰی یَجْمَعُ الْاَیَّامُ بَیْنِیْ وَبَیْنَکُمْ
وَیَفْرَحُ مُشْتَاقٌ اِذَا جَمَعَ الشَّمْلُ

دیکھیے زمانہ مجھ کو اور تم کو کب جمع کرے گا اور مشتاق تو جب ہی خوش ہوتا ہے جب اجتماع نصیب ہوتا ہے۔

فَمَنْ شَاهَدَتْ عَیْنَاهُ نُوْرَ جَمَالِکُمْ
یَمُوْتُ اشْتِیَاقًا نَحْوَکُمْ قَطُّ لَا یَسْلُوْا

جس کی آنکھوں نے تمہارے جمال کا نور دیکھ لیا ہے وہ تمہارے اشتیاق میں مر جائے گا اور کبھی تسلی نہیں پا سکتا۔

نماز کے متعلق چالیس حدیثیں

حدیث کی کتابوں میں بہت کثرت سے نماز کے فضائل اور ترغیبات ذکر کی گئی ہیں۔ ان سب کا احاطہ کرنا مشکل ہے۔ تبرکاً چند احادیث کا ترجمہ لکھا جاتا ہے۔

(۱) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ جل شانہٗ نے میری امّت پر سب چیزوں سے پہلے نماز فرض کی اور قیامت میں سب سے پہلے نماز ہی کا حساب ہوگا۔

(۲) آدمی کے اور شرک کے درمیان نماز ہی حائل ہے۔

(۳) نماز کے بارے میں اللہ سے ڈرو، نماز کے بارے میں اللہ سے ڈرو، نماز کے بارے میں اللہ سے ڈرو۔

(۴) اسلام کی علامت نماز ہے جو شخص دل کو فارغ کر کے اور اوقات اور مستحبات کی رعایت رکھ کر نماز پڑھے وہ مومن ہے۔

(۵) نماز دین کا ستون ہے۔

(۶) حق تعالے شانہٗ نے کوئی چیز ایمان اور نماز سے افضل فرض نہیں کی۔ اگر اس سے افضل کسی اور چیز کو فرض کرتے تو فرشتوں کو اس کا حکم دیتے، فرشتے دن رات کوئی رکوع میں ہے کوئی سجدہ میں۔

(۷) نماز شیطان کا منہ کالا کرتی ہے۔

(۸) نماز مومن کا نور ہے۔

(۹) نماز افضل جہاد ہے۔

(۱۰) جب آدمی نماز میں داخل ہوتا ہے تو حق تعالے شانہٗ اس کی طرف پوری توجہ فرماتے ہیں۔ جب وہ نماز سے ہٹ جاتا ہے تو وہ بھی توجہ ہٹا لیتے ہیں۔

(۱۱) جب کوئی آفت آسمان سے اترتی ہے تو مسجد کے آباد کرنے والوں سے ہٹ جاتی ہے۔

(۱۲) اگر نماز گزار کسی وجہ سے جہنم میں جاتا ہے تو اس کی آگ سجدہ کی جگہ کو نہیں کھاتی۔

(۱۳) اللہ نے سجدہ کی جگہ کو آگ پر حرام فرما دیا ہے۔

(۱۴) سب سے زیادہ پسندیدہ عمل اللہ کے نزدیک وہ نماز ہے جو وقت پر پڑھی جائے۔

(۱۵) اللہ جل شانہٗ کے ساتھ آدمی کو سب سے زیادہ قرب سجدہ میں ہوتا ہے۔

(۱۶) اللہ جل شانہٗ کو آدمی کی ساری حالتوں میں سب سے زیادہ یہ پسند ہے کہ اس کو سجدہ میں پڑا ہوا دیکھے کہ پیشانی زمین سے رگڑ رہا ہے۔

(۱۷) جنّت کی کنجیاں نماز ہیں۔

(۱۸) جب آدمی نماز کے لئے کھڑا ہوتا ہے تو جنّت کے دروازے کھل جاتے ہیں اور اللہ جل شانہٗ کے اور اس نمازی کے درمیان کے پردے ہٹ جاتے ہیں جب تک کہ کھانسی وغیرہ میں مشغول نہ ہو۔

(۱۹) نمازی شہنشاہ کا دروازہ کھٹکھٹاتا ہے اور یہ قاعدہ ہے کہ جو دروازہ کھٹکھٹاتا ہی رہے تو کھلتا بھی ہے۔

(۲۰) نماز کا مرتبہ دین میں ایسا ہے جیسا کہ سر کا درجہ بدن میں ہے۔

(۲۱) نماز دل کا نور ہے، جو اپنے دل کو نورانی بنانا چاہے بنالے۔

(۲۲) جو شخص اچھی طرح وضو کرے اس کے بعد خشوع خضوع سے دو یا چار رکعت نماز فرض یا نفل پڑھ کر اللہ سے اپنے گناہوں کی معافی چاہے اللہ تعالےٰ شانہٗ معاف فرما دیتا ہے۔

(۲۳) زمین کے جس حصّہ پر نماز کے ذریعہ سے اللہ کی یاد کی جاتی ہے وہ حصّہ زمین کے دوسرے ٹکڑوں پر فخر کرتا ہے۔

(۲۴) جو شخص دو رکعت نماز پڑھ کر اللہ تعالےٰ سے کوئی دعا مانگتا ہے تو حق تعالےٰ وہ دعا قبول فرما لیتے ہیں، خواہ فوراً یا کسی مصلحت سے کچھ دیر کے بعد،

مگر قبول ضرور فرماتے ہیں۔

(۲۵) جو شخص تنہائی میں دو رکعت نماز پڑھے جس کو اللہ اور اس کے فرشتوں کے سوا کوئی نہ دیکھے تو اس کو جہنم کی آگ سے بری ہونے کا پروانہ مل جاتا ہے۔

(۲۶) جو شخص ایک فرض نماز ادا کرے اللہ تعالیٰ شانہٗ کے یہاں اس کی ایک دعا مقبول ہو جاتی ہے۔

(۲۷) جو شخص پانچوں نمازوں کا اہتمام کرتا رہے ان کے رکوع، سجدے اور وضو وغیرہ کو اہتمام کے ساتھ اچھی طرح پورا کرتا رہے جنت اس کے لئے واجب ہو جاتی ہے اور دوزخ اس پر حرام ہو جاتی ہے۔

(۲۸) مسلمان جب تک پانچوں نمازوں کا اہتمام کرتا رہتا ہے شیطان اس سے ڈرتا رہتا ہے، اور جب وہ نمازوں میں کوتاہی کرنے لگتا ہے تو شیطان کو اس پر جرأت ہو جاتی ہے اور اس کے بہکانے کی طمع کرنے لگتا ہے۔

(۲۹) سب سے افضل عمل اوّل وقت نماز پڑھنا ہے۔

(۳۰) نماز ہر متّقی کی قربانی ہے۔

(۳۱) صبح کے وقت جو شخص نماز کو جاتا ہے اس کے ہاتھ میں ایمان کا جھنڈا ہوتا ہے اور جو بازار کو جاتا ہے اس کے ہاتھ میں شیطان کا جھنڈا ہوتا ہے۔

(۳۲) ظہر کی نماز سے پہلے چار رکعتوں کا ثواب ایسا ہے جیسا کہ تہجّد کی چار رکعتوں کا۔

(۳۳) ظہر سے پہلے چار رکعتیں تہجد کی چار رکعتوں کے برابر شمار ہوتی ہیں۔

(۳۴) جب آدمی نماز کو کھڑا ہوتا ہے تو رحمتِ الٰہیہ اس کی طرف متوجہ ہو جاتی ہے۔

(۳۵) افضل ترین نماز آدھی رات کی ہے مگر اس کے پڑھنے والے بہت ہی کم ہیں۔

(۳۶) اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ نماز کو اوّل وقت پڑھنا ہے۔

(۳۷) میرے پاس حضرت جبرئیل آئے اور کہنے لگے اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) خواہ کتنا ہی آپ زندہ رہیں آخر ایک دن مرنا ہے، اور جس سے چاہے محبت کریں آخر ایک دن اُس سے جدا ہونا ہے اور آپ جس قسم کا بھی عمل کریں اس کا بدلہ ضرور ملے گا اس میں کوئی تردّد نہیں کہ مومن کی شرافت تہجد کی نماز ہے اور مومن کی عزّت لوگوں سے استغنا ہے۔

(۳۸) اخیر رات کی دو رکعتیں تمام دُنیا سے افضل ہیں۔ اگر مجھے مشقّت کا اندیشہ نہ ہوتا تو اُمّت پر فرض کر دیتا۔

(۳۹) تہجد ضرور پڑھا کرو کہ تہجد صالحین کا طریقہ ہے اور اللہ کے قرب کا سبب ہے۔ تہجّد گناہوں سے روکتا ہے اور خطاؤں کی معافی کا ذریعہ ہے اس سے بدن کی تندرستی بھی ہوتی ہے۔

(۴۰) حق تعالےٰ شانہٗ کا ارشاد ہے کہ اے آدم کی اولاد، تو دن کے شروع میں چار رکعتوں سے عاجز نہ بن، میں تمام دن تیرے کاموں کی کفایت کروں گا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وصال کے وقت خاص طور پر نماز کی وصیت فرمائی اور اس کے اہتمام کی تاکید فرمائی۔ متعدد احادیث میں ارشاد نبوی نقل کیا گیا ہے اتقوا اللہ فی الصلوٰۃ یعنی نماز کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہو۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ حضور سے نقل کرتے ہیں کہ تمام اعمال میں مجھے نماز سب سے زیادہ محبوب ہے۔

حافظ ابن قیم زاد المعاد میں تحریر فرماتے ہیں کہ نماز روزی کو کھینچنے والی ہے۔ صحت کی محافظ ہے، بیماریوں کو رفع کرنے والی ہے، دل کو تقویت پہنچاتی ہے، چہرے کو خوبصورت اور منور کرتی ہے، جان کو فرحت پہنچاتی ہے اعضاء میں نشاط پیدا کرتی ہے، کاہلی کو دفع کرتی ہے، شرح صدر کا سبب ہے، روح کی غذا ہے، دل کو منور کرتی ہے، اللہ کے انعام کی محافظ ہے اور عذاب الٰہی سے حفاظت کا سبب ہے۔ شیطان کو دور کرتی ہے اور رحمٰن سے قرب پیدا کرتی ہے۔ غرض روح اور بدن کی صحت کی حفاظت میں اس کو خاص دخل ہے۔ اور دونوں چیزوں میں اس کی عجیب تاثیر ہے۔ نیز دنیا اور آخرت کی مضرتوں کے دور کرنے میں اور دونوں جہان کے منافع پیدا کرنے میں اس کو بہت خصوصیت ہے۔

اربعین (امام غزالیؒ) حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ میری یاد کے لئے نماز قائم کرو۔ اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں "نماز دین کا ستون ہے"۔ خوب سمجھ لو کہ تم نماز میں اپنے پروردگار سے باتیں کرتے ہو لہٰذا دیکھ لیا کرو کہ نماز کیسی پڑھ رہے ہو اور چونکہ اللہ پاک نے اقامت صلوٰۃ یعنی نماز کے

درست کرنے کا حکم فرمایا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ نماز اور نمازی کے سارے تمام ضرورتوں کی پوری رعایت کرو۔ لہذا نماز میں ان تینوں باتوں کا پورا لحاظ رکھنا چاہیئے۔ اوّل نماز سے پہلے وضو کی نگہداشت کرو اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ وضو میں جس قدر سنتیں اور مستحبات ہیں ان کو بجا لاؤ اور ہر عضو کے دھونے کے وقت وہ دعا پڑھو جو حدیث میں آئی ہے اور اس کے ساتھ ہی کپڑوں کا اور وضو کے پانی کا خیال رکھو کہ دونوں پاک ہوں لیکن اس میں اتنا مبالغہ نہ کرو کہ وسواس تک نوبت پہنچ جائے کیونکہ یہ وسوسہ شیطانی ہے اور شیطان اکثر عبادت کرنے والے نیک بندوں کے اوقات اسی شش و پنج میں ضائع کرتا ہے۔

جاننا چاہیئے کہ نمازی کے کپڑوں کی مثال ایسی ہے جیسے کسی پھل کے اوپر کا چھلکا، اور بدن کی مثال ایسی ہے جیسے اندر کا چھلکا اور قلب کی مثال ایسی ہے جیسے اندر کی گری اور مغز، اور ظاہر ہے کہ مقصود مغز ہوا کرتا ہے۔ اسی طرح اس ظاہری پاکی سے بھی قلب کا پاک اور نورانی ہونا مقصود ہے۔ شاید تم کو یہ شبہ ہو کہ کپڑے کے دھونے سے قلب کس طرح پاک ہو سکتا ہے لہذا سمجھ لو کہ حق تعالےٰ نے ظاہر اور باطن میں ایک ایسا خاص تعلق رکھا ہے جس کی وجہ سے ظاہری طہارت کا اثر باطنی طہارت تک ضرور پہنچتا ہے، چنانچہ جب چاہے دیکھ لو کہ جب تم وضو کر کے کھڑے ہوتے ہو تو اپنے قلب میں ایسی صفائی اور انشراح پاتے ہو جو وضو سے پہلے نہ تھی اور ظاہر ہے کہ یہ وضو ہی کا اثر ہے جو بدن سے آگے بڑھ کر

دل تک پہنچا ہے - دوم نماز کے جملہ ارکان خواہ سنتیں ہوں یا مستحبات اور ذکر ہو یا تسبیح سب کو پورے اپنے قاعدہ پر ادا کرو اور یاد رکھو کہ جس طرح بدن کی ظاہری طہارت نے قلب کی باطنی صفائی میں اثر دکھایا تھا اسی طرح بلکہ اس سے بھی زیادہ نماز کے ارکان کا اثر قلب میں ہوتا ہے اور نورانیت پیدا کرتا ہے اور جس طرح مریض کو دوا پینے سے ضرور نفع ہوتا ہے اگرچہ وہ دوا کے اجزاء کی تاثیروں سے واقف نہ ہو اسی طرح تم کو نماز کے ارکان ادا کرنے سے ضرور نفع پہنچے گا اگرچہ تمہیں اس کے اسرار و رموز سے واقفیت نہ ہو۔

جاننا چاہیے کہ جاندار مخلوق کی طرح حق تعالیٰ نے نماز کو بھی ایک صورت اور روح مرحمت فرمائی ہے چنانچہ نماز کی روح تو نیت اور قلب ہے - اور قیام و قعود نماز کا بدن ہے اور رکوع و سجدہ نماز کا سر اور ہاتھ پاؤں ہیں اور جس قدر اذکار و تسبیحات نماز میں ہیں وہ نماز کے آنکھ کان وغیرہ اور اذکار و تسبیحات کے معنی کو سمجھنا گویا آنکھ کی بینائی اور کانوں کی قوت سماعت وغیرہ ہے اور نماز کے تمام ارکان کو اطمینان اور خشوع و خضوع کے ساتھ ادا کرنا نماز کا حسن یعنی بدن کا سڈول اور رنگ و روغن کا درست ہونا ہے الغرض اس طرح نماز کے اجزا اور ارکان کو بحضور قلب پورا کرنے سے نماز کی ایک حسین و جمیل اور پیاری صورت پیدا ہو جاتی ہے اور نماز میں جو تقرب نمازی کو حق تعالیٰ سے حاصل ہوتا ہے اس کی مثال ایسی سمجھو جیسے کوئی خدمتگار اپنے بادشاہ کی خدمت میں کوئی خوبصورت کنیز ہدیہ پیش کرے اور اس وقت

اس کو بادشاہ سے تقرب حاصل ہو۔ پس اگر تمہاری نماز میں خلوص نہیں ہے تو گویا مُردہ اور بے جان کنیز بادشاہ کے نذر کر رہے ہو اور ظاہر ہے کہ یہ ایسی گستاخی و بے باکی ہے کہ ایسا گستاخ شخص اگر قتل کر دیا جائے تو عجب نہیں۔ اور اگر نماز میں رکوع و سجدہ نہیں ہے تو گویا لنگڑی لولی اور اپاہج لونڈی نذر کرتے ہو اور اگر اس میں ذکر و تسبیح نہیں ہے تو گویا لونڈی کے آنکھ کان نہیں، اور اگر سب کچھ موجود ہے مگر ذکر و تسبیح کے معنی نہیں سمجھے اور نہ دل متوجہ ہوا تو ایسا ہے جیسے کنیز کے اعضا تو سب موجود ہیں لیکن اس میں حس و حرکت بالکل نہیں یعنی حلقۂ چشم موجود ہے مگر بینائی نہیں ہے اور کان موجود ہیں مگر بہری ہے کہ سنائی نہیں دیتا۔ ہاتھ پاؤں ہیں مگر شل اور بے حس ہیں۔ اب تم خود سمجھ سکتے ہو کہ اندھی بہری کنیز شاہی نذرانہ میں قبول ہو سکتی ہے یا نہیں؟ شاید تمہیں یہ شبہ ہو کہ جب نماز کے فرض اور واجب ادا کر دیئے جاتے ہیں تو علمائے شریعت اس نماز کے صحیح ہو جانے کا فتویٰ دے دیتے ہیں خواہ معنی سمجھے ہوں یا نہ سمجھے ہوں اور جب نماز صحیح ہو گئی تو جو مقصود تھا وہ حاصل ہو گیا اس سے معلوم ہوا کہ معنی کا سمجھنا نماز میں ضروری نہیں ہے۔ لہٰذا سمجھ لو کہ علماء کی مثال طبیب کی سی ہے پس اگر کوئی لونڈی اپاہج اور کیسی ہی عیب دار کیوں نہ ہو اگر اس میں روح موجود ہے تو طبیب اس کو دیکھ کر ضرور یہی کہے گا کہ یہ زندہ ہے مُردہ نہیں ہے۔ اسی طرح نماز کی روح اور اعضائے رئیسہ کے موجود ہونے سے علماء فتویٰ دے دیں گے کہ نماز صحیح ہے اور فاسد نہیں ہے۔ ایسی صورت میں طبیب نے اور عالم نے اپنے منصب کے موافق جو کچھ کہا وہ صحیح

کہلاتی ہے اگر نماز تو شاہی نذرانہ اور سلطانی تقرب حاصل ہونے کی حالت ہے اور اتنا تم خود سمجھ سکتے ہو کہ عیب دار کنیز اگرچہ زندہ ہے مگر سلطانی نذرانہ پیش کرنے کے قابل نہیں ہے بلکہ ایسی کنیز کا تحفہ پیش کرنا گستاخی اور شاہی عتاب کا موجب ہے اسی طرح اگر ناقص نماز کے ذریعہ سے اللہ کا تقرب چاہو گے تو کچھ عجب نہیں کہ پھٹے پرانے کپڑوں کی طرح لوٹا دی جائے اور منہ پر پھینک ماری جائے الغرض نماز سے مقصود چونکہ حق تعالے کی تعظیم ہے لہذا نماز کے سنن اور مستحبات و آداب میں جس قدر بھی کمی ہو گی اسی قدر احترام و تعظیم میں کوتاہی سمجھی جائے گی۔

سوم نماز کی روح کا زیادہ خیال رکھو یعنی نماز میں شروع سے اخیر تک اخلاص اور حضور قلب قائم رکھو اور جو الفاظ زبان سے کہتے ہو یا جو کام اعضاء سے کرتے ہو اُن کا اثر دل میں بھی پیدا کرو۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جب رکوع میں بدن جھکے تو دل بھی عاجزی کے ساتھ جھک جانا چاہیئے اور جب زبان اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہے تو دل میں بھی یہی ہو کہ بے شک اللہ سے بڑی کوئی چیز نہیں ہے اور جب اَلْحَمْدُ پڑھو تو قلب بھی اللہ کی نعمتوں کے شکریہ سے لبریز ہو اور جس وقت زبان سے اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ نکلے تو دل بھی اپنے ذلیل ضعیف اور محتاج ہونے کا اقرار کرے یعنی قلب میں بھی یہی ہو کہ بے شک بجز خدا کے کسی چیز کا نہ مجھے اختیار ہے نہ کسی دوسرے کو۔ غرض تمام اذکار و تسبیحات اور جملہ ارکان و حالات میں ظاہر و باطن یکساں اور ایک دوسرے کے موافق ہونا چاہیے اور سمجھ لو کہ نامۂ اعمال میں نماز وہی لکھی جاتی ہے جو سوچ سمجھ کر پڑھی گئی ہو۔ پس جتنا حصہ بغیر سمجھے ادا ہو گا وہ درج نہ ہو گا۔ ہاں

یہ ضرور ہے کہ شروع شروع میں پوری طرح حضورِ قلب قائم رکھنے میں تم کو بہت دشواری معلوم ہوگی لیکن اگر عادت ڈالو گے تو رفتہ رفتہ ضرور عادت ہو جائے گی اس لئے اس کی طرف توجہ کرو اور اس توجہ کو آہستہ آہستہ بڑھاؤ۔ مثلاً اگر تمہیں چار فرض پڑھنے ہوں تو دیکھو کہ اس میں حضورِ قلب کس قدر حاصل ہوا! فرض کرو کہ ساری نماز میں دو رکعت کے برابر تو دل کو توجہ رہی اور دو رکعت کے برابر غفلت رہی تو ان دو رکعتوں کو نماز میں شمار ہی نہ کرو اور اتنی نفلیں پڑھو کہ جن میں دو رکعت کے برابر حضورِ قلب حاصل ہو جائے۔ غرض جتنی غفلت زیادہ ہو اسی قدر نفلوں میں زیادتی کرو حتیٰ کہ اگر دس نفلوں میں چار فرض رکعتوں کا حضورِ قلب پورا ہو جائے تو امید کرو کہ حق تعالےٰ اپنے فضل و کرم سے فرائض کا نقصان ان نفلوں سے پورا فرما دے گا اور اس کمی کا تدارک نوافل سے منظور فرما لے گا۔

وضو کی فضیلت

حدیث شریف میں آیا ہے۔ مِفْتَاحُ الْجَنَّۃِ الصَّلٰوۃُ وَ مِفْتَاحُ الصَّلٰوۃِ الطُّہُوْرُ (ترجمہ) جنت کی کنجی نماز اور نماز کی کنجی وضو ہے۔

مطلب یہ ہے کہ نماز بغیر وضو قبول نہیں ہوتی۔ فضائلِ وضو میں بیشمار حدیثیں آتی ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ وضو آدھا ایمان ہے اور وضو پر وضو کرنے سے دس نیکیاں ملتی ہیں۔ جہاں تک وضو کا پانی پہنچے گا وہاں تک متوضی (وضو کرنے والا) کو قیامت کے روز قیمتی زیور

پہنائے جائیں گے۔"

جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری اُمّت کے لوگ قیامت کے دن اس حال میں بلائے جائیں گے کہ اُن کے اعضاءِ وضو کے اثر سے چمکتے ہوں گے۔

بعض صحابہؓ ہمیشہ باوضو رہتے تھے۔ حضرت عدی بن حاتمؓ کا قول ہے

ما اقیمت الصلوٰۃ منذ اسلمت الا وانا علی وضوء

(ترجمہ) جب سے میں اسلام لایا ہر نماز کے وقت باوضو رہتا تھا۔

ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ کل تم مجھ سے پہلے کیونکر جنت میں داخل ہو گئے؟ بولے "یا رسول اللہ میرا معمول یہ ہے کہ جب اذان کہتا ہوں تو دو رکعت نماز لازمی طور پر پڑھ لیتا ہوں اور جس وقت وضو ٹوٹ جاتا ہے اسی وقت فوراً وضو کر لیتا ہوں۔"

طبقات سُبکی میں لکھا ہے کہ حق تعالےٰ فرماتا ہے کہ اے موسیٰ ہمیشہ باوضو رہو، اگر تو بے وضو رہے اور تجھ پر کچھ بلا و مصیبت آجائے تو اپنے نفس کے سوا کسی کو ملامت نہ کر کیونکہ بے وضو رہنے سے بلا و مصیبت پہنچتی ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت انسؓ سے فرمایا کہ جہاں تک ممکن ہو ہمیشہ باوضو رہنا چاہیئے کیونکہ جس وقت ملک الموت بندے کی روح قبض کرتا ہے تو اگر وہ بندہ باوضو ہے تو اس کو شہید کا مرتبہ ملتا ہے۔

زواجر مکیؒ روایت ہے کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کے زمانے

میں ایک پارسا عورت تنور میں روٹی لگا کر نماز پڑھنے کھڑی ہو گئی۔ ابلیس یعین ایک خوبصورت عورت بن کر اس کے پاس آ کر کہنے لگا کہ اے عورت روٹی جلی جاتی ہے۔ وہ عورت نماز ہی میں مشغول رہی۔ جب ابلیس نے اس کو نماز میں بہت مشغول اور مضبوط پایا تو اس کے بچے کو اس جلتے ہوئے تنور میں ڈال دیا۔ وہ عورت پھر بھی خدا کی طرف متوجہ رہی اور نماز پڑھتی رہی۔ اس کے مرد نے باہر سے آ کر دیکھا تو بچے کو تنور میں ہنستا کھیلتا ہوا پایا۔ اللہ تعالےٰ نے اس آگ کو لعل و عقیق و یاقوت بنا دیا۔ یہ خبر حضرت عیسےٰ علیہ السلام کو معلوم ہوئی۔ آپ نے اُس عورت کو بلا کر پوچھا کہ تیرا کیا عمل اللہ تعالےٰ کو پسند آیا جو تجھ کو طرح طرح کی کرامتیں عنایت فرمائیں۔ عورت نے کہا یا روح اللہ جس وقت میرا وضو ٹوٹتا ہے اُسی وقت وضو کر لیتی ہوں اور لوگوں کے رنج و ایذا سہتی ہوں، اس وجہ سے اللہ تعالےٰ نے مجھ کو یہ کرامتیں بخشتا ہے۔

ابوعثمانؓ کہتے ہیں کہ میں حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک درخت کے نیچے تھا۔ انہوں نے اس درخت کی ایک خشک ٹہنی پکڑ کر اس کو حرکت دی جس سے اس کے پتے گر گئے۔ پھر مجھ سے کہنے لگے کہ اے ابوعثمان تم نے مجھ سے یہ نہ پوچھا کہ میں نے یہ کیوں کیا؟ میں نے کہا بتا دیجئے کیوں کیا۔ انہوں نے کہا کہ میں ایک دفعہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک درخت کے نیچے تھا۔ آپؐ نے بھی درخت کی ایک خشک ٹہنی پکڑ کر اسی طرح کیا تھا جس سے اس ٹہنی کے پتے جھڑ گئے تھے۔ پھر حضورؐ نے ارشاد فرمایا تھا۔ کہ سلمان پوچھتے نہیں کہ میں نے اس طرح کیوں کیا۔ میں نے

عرض کیا کہ بتا دیجئے کیوں کیا؟ آپؐ نے ارشاد فرمایا تھا کہ جب مسلمان اچھی طرح وضو کرتا ہے، پھر پانچوں نمازیں پڑھتا ہے تو اس کی خطائیں اس سے ایسے گر جاتی ہیں جیسے یہ پتے گرتے ہیں۔ پھر آپؐ نے قرآن کی آیت اَقِمِ الصَّلٰوۃَ طَرَفَیِ النَّھَارِ وَزُلَفًا مِّنَ الَّیْلِ اِنَّ الْحَسَنٰتِ یُذْھِبْنَ السَّیِّاٰتِ ذٰلِکَ ذِکْرٰی لِلذّٰکِرِیْنَ تلاوت فرمائی جس کا ترجمہ یہ ہے کہ قائم کر نماز کو دن کے دونوں سروں میں اور رات کے کچھ حصوں میں، بے شک نیکیاں دور کر دیتی ہیں گناہوں کو، یہ ہے نصیحت، نصیحت ماننے والوں کے لئے۔

ان روایات میں وضو کو بھی اچھی طرح کرنے کا حکم ہے جس کا مطلب یہ کہ اس کے آداب و مستحبات کی تحقیق کر کے ان کا اہتمام کرے مثلاً وضو کی ایک سنت مسواک ہے۔ حدیث میں وارد ہے کہ جو نماز مسواک کر کے پڑھی جا وہ اس نماز سے جو بلا مسواک پڑھی جائے ستر درجے افضل ہے۔ ایک حدیث میں وارد ہے کہ مسواک کا اہتمام کیا کرو۔ اس میں دس فائدے ہیں۔ منہ کو صاف کرتی ہے، اللہ کی رضا کا سبب ہے، شیطان کو غصہ دلاتی ہے مسواک کرنے والے کو اللہ تعالیٰ اور فرشتے محبوب رکھتے ہیں۔ مسوڑھوں کو قوت دیتی ہے، بلغم کو قطع کرتی ہے، منہ میں خوشبو پیدا کرتی ہے، صفر کو دور کرتی ہے، نگاہ کو تیز کرتی ہے، منہ کی بدبو کو زائل کرتی ہے اور ا سب کے علاوہ یہ ہے کہ سنت ہے (منبہات ابن حجر)

علماء نے لکھا ہے کہ مسواک کے اہتمام میں ستر فائدے ہیں جن میں

ایک یہ ہے کہ مرتے وقت کلمۂ شہادت پڑھنا نصیب ہوتا ہے اور اس کے بالمقابل افیون کھانے میں ستّر مضرتیں ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ مرتے وقت کلمہ یاد نہیں آتا۔ اچھی طرح وضو کرنے کے فضائل احادیث میں بڑی کثرت سے آئے ہیں۔ وضو کے اعضاء قیامت میں روشن اور چمکدار ہوں گے اور اس سے فوراً حضورؐ اپنے اُمتی کو پہچان لیں گے۔

ابو مسلمؒ کہتے ہیں کہ میں حضرت ابو امامہؓ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ وہ مسجد میں تشریف فرما تھے۔ میں نے عرض کیا کہ مجھ سے ایک صاحب نے آپ کی طرف سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ آپ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ ارشاد سنا ہے کہ جو شخص اچھی طرح وضو کرے اور پھر فرض نماز پڑھے تو حق تعالےٰ جل شانہٗ اس دن وہ گناہ جو چلنے سے ہوئے ہوں اور وہ گناہ جو اس کے کانوں سے صادر ہوئے ہوں اور وہ گناہ جن کو اس نے آنکھوں سے کیا ہو اور وہ گناہ جو اس کے دل میں پیدا ہوئے ہوں سب کو معاف فرما دیتا ہے۔ حضرت ابو امامہؓ نے فرمایا کہ میں نے یہ مضمون نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کئی دفعہ سنا ہے۔

الترغیب والترہیب۔ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں جنابؐ نے فرمایا جو کوئی مسلمان وضو کامل کر کے اپنی نماز میں کھڑا ہو کر جو کچھ پڑھے سمجھ کر پڑھے تو وہ ضرور ایسی حالت میں فارغ ہوگا جیسا اس دن تھا کہ اس کی والدہ نے اس کو جنا تھا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے ناگواری کے وقت وضو کامل کرنا اور قدموں کو مسجد کی طرف لگانا اور ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظام کرنا گناہوں کو بالکل دھو دیتا ہے۔ اس کو بزار اور حاکم نے صحیح اسناد کے ساتھ روایت کیا۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے وضو کیا اور خوب اچھا وضو کیا اس کے تمام گناہ اس کے جسم سے نکل جاتے ہیں یہاں تک کہ ناخنوں کے نیچے سے بھی نکل جاتے ہیں۔

حضرت عمر بن الخطابؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ جنابؐ نے ارشاد فرمایا تم میں سے کوئی ایسا نہیں ہے کہ وضو کرے اور اس کو کامل کرے پھر کہے اشہد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ واشہد ان محمداً عبدہ ورسولہ اور اس کے لئے جنت کے آٹھوں دروازے نہ کھلیں کہ جس سے چاہے داخل ہو جائے۔

سورۂ فاتحہ کی فضیلت

حصن حصین۔ سورۂ فاتحہ قرآن شریف کی سب سے بڑی مرتبہ والی سورت ہے جس کا نام قرآن پاک میں "سبع مثانی" اور قرآن عظیم ہے۔ (بخاری۔ ابن ماجہ)

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے مجھے فاتحۃ الکتاب عرش الٰہی کے نیچے سے عطا ہوئی ہے (حاکم)

اس اثنا میں کہ جبرائیل علیہ السلام حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے یکایک انہوں نے اوپر سے ایک آواز سنی اور سر اٹھاکر فرمایا یہ ایک ایسا فرشتہ زمین پر اترا ہے جو آج سے پہلے کبھی نہیں اترا تھا، پھر اس فرشتے نے سلام کیا اور کہا یا رسول اللہ! مبارک ہو، لیجئے یہ دو نور آپ کو دیئے گئے ہیں اور یہ نور آپؐ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دیئے گئے، ایک فاتحہ، دوسرے سورۂ بقرہ کی اخیر آیتیں۔ ان میں سے جو حرف آپ پڑھیں گے اس کا ثواب آپ کو ملے گا (مسلم، نسائی)

شعب الایمان۔ حضرت عبدالملک بن عمیر رضی اللہ عنہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ سورۂ فاتحہ میں ہر بیماری سے شفا ہے۔

سورۂ فاتحہ کے فضائل بہت سی روایات میں وارد ہوئے ہیں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ ایک صحابی نماز پڑھتے تھے۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بلایا وہ نماز کی وجہ سے جواب نہ دے سکے۔ جب فارغ ہو کر حاضر ہوئے تو حضورؐ نے فرمایا کہ میرے پکارنے پر جواب کیوں نہیں دیا؟ انہوں نے نماز کا عذر کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قرآن شریف کی آیت میں نہیں پڑھا، یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِیْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ (اے ایمان والو اللہ اور اس کے رسول کی پکار کا جواب دو جب بھی وہ تم کو بلائیں) پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تجھے قرآن شریف کی سب سے بڑی سورت یعنی سب سے افضل بتلاؤں گا۔ پھر حضورؐ نے ارشا

فرمایا کہ وہ الحمد کی سات آیتیں ہیں۔ یہ سبع مثانی ہیں اور قرآن عظیم۔ بعض صوفیا سے منقول ہے کہ جو کچھ پہلی کتابوں میں تھا وہ سب کلامِ پاک میں آگیا اور جو کلامِ پاک میں ہے وہ سب سورۂ فاتحہ میں آگیا اور جو کچھ فاتحہ میں ہے وہ بسم اللہ میں آگیا اور جو بسم اللہ میں ہے وہ اس کی بؔ میں آگیا۔ اس کی شرح بتلاتے ہیں کہ بؔ کے معنی اس جگہ ملانے کے ہیں اور مقصود سب چیز سے بندہ کا اللہ جل شانہٗ کے ساتھ ملا دینا ہے بعض نے اس کے آگے اضافہ کیا ہے کہ بؔ میں جو کچھ ہے وہ اس کے نقطے میں آگیا یعنی وحدانیت اکہ نقطہ اصطلاح میں اس چیز کو کہتے ہیں جس کی تقسیم نہ ہو سکتی ہو بعض مشائخ سے منقول ہے کہ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ میں تمام مقاصد دینی و دنیوی آگئے۔

ایک دوسری روایت میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد وارد ہوا ہے کہ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ اس جیسی سورت نازل نہیں ہوئی نہ تورات میں نہ انجیل میں نہ زبور میں نہ بقیہ قرآنِ پاک میں۔ مشائخ نے لکھا ہے کہ اگر سورۂ فاتحہ کو ایمان و یقین کے ساتھ پڑھے تو ہر بیماری سے شفا ہوتی ہے دینی ہو یا دنیوی، ظاہری ہو یا باطنی۔

ایک روایت میں آیا ہے کہ سورۂ فاتحہ ثواب میں دو تہائی قرآن کے برابر ہے۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ عرش کے خاص خزانہ سے مجھ کو چار چیزیں ملی ہیں کہ اور کوئی چیز اس خزانے سے کسی کو نہیں ملی۔ سورۂ فاتحہ آیۃ الکرسی اور سورۂ بقر کی اخیر آیات اور سورۂ کوثر۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ حسن بصریؒ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کرتے ہیں

کہ جس نے سورۂ فاتحہ کو پڑھا اس نے گویا تورات، انجیل، زبور اور قرآن شریف کو پڑھا۔

ایک روایت میں آیا ہے کہ ابلیس کو اپنے اوپر نوحہ وزاری اور سر پر خاک ڈالنے کی چار مرتبہ نوبت آئی اول جب کہ اس پر لعنت ہوئی دوسرے جب کہ اس کو آسمان سے زمین پر ڈالا گیا تیسرے جب کہ حضور اکر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نبوت ملی چوتھے جب کہ سورۂ فاتحہ نازل ہوئی۔ (حلیۃ الاولیاء)

شعبیؒ سے روایت ہے کہ ایک شخص ان کے پاس آیا اور درد گرد کی شکایت کی، شعبیؒ نے کہا کہ اساس القرآن پڑھ کر درد کی جگہ دم کر۔ اس نے پوچھا کہ اساس القرآن کیا ہے؟ شعبیؒ نے کہا کہ سورۂ فاتحہ۔

تحفۃ الاسلام۔ سورہ فاتحہ کا نام سورۃ الصلوٰۃ بھی ہے اس نا کی وجہ یہ ہے کہ نماز میں اس کا پڑھنا بہت ضروری ہے چنانچہ ابوہریر رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے سرورِ کائنات فخرِ موجودات علیہ اکمل التحیا وافضل الصلوٰۃ سے اور آپ نے روایت کی ہے حق تعالیٰ سے کہ فر اللہ تعالیٰ نے کہ میں نے نماز کو تقسیم کیا ہے اپنے اور اپنے بندے کے درمیان کہ آدھی میرے واسطے ہے سو جس وقت میرا بندہ کہتا ہے بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ تب حق تعالیٰ فرشتوں کو ارشاد فرماتا ہے کہ دیکھو میرا بندہ مجھے یاد کرتا ہے اور جب بندہ کہتا ہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ تب حق تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ دیکھو میرا بندہ میری خوبیوں کو بیان کرتا ہے

اور جب بندہ کہتا ہے اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ تب خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ دیکھو
میرا بندہ میری بزرگی اور تعظیم سے مجھے یاد کرتا ہے اور جب بندہ کہتا ہے
مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ تب حق تعالےٰ فرماتا ہے کہ دیکھو میرا بندہ میری
بڑائی بیان کرتا ہے اور جب کہتا ہے اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ
تب اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ مضمون اس آیت کا مشترک ہے میرے اور
میرے بندے کے درمیان، کیونکہ عبادت میرا حق ہے اور مدد طلب کرنا میرے
بندے کا حق ہے، سو اِيَّاكَ نَعْبُدُ کہنے میں میرا حق ادا کیا اور اِيَّاكَ
نَسْتَعِيْنُ کہنے سے اس نے اپنا حق طلب کیا اور جب بندہ کہتا ہے اِهْدِنَا
الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ
الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ تب حق تعالےٰ فرماتا ہے
کہ یہ تمام مضمون میرے بندے کے واسطے ہے، میرے بندے کا جو سوال
ہے وہ پورا کر دوں گا یعنی سیدھی راہ دکھاؤں گا اور غضب کی گمراہی سے اپنی
پناہ میں رکھوں گا۔

اس سورت کا نام سبع مثانی ہے وجہ اس کی یہ ہے کہ ہر رکعت
میں اور ہر نماز میں یہ سات آیات بار بار پڑھی جاتی ہیں۔ اس کا باعث یہ کہ
حق تعالےٰ کی راہ کے سات دروازے ہیں اور یہ سات کنجیاں ساتوں دروازوں
کی ہیں۔ بندہ جس وقت ساتوں دروازوں کو کشادہ کرتا ہے تو اس وقت مولےٰ
کی راہ میں داخل ہوتا ہے اور نماز میں اس کو کیفیت آتی ہے یہاں تک کہ دنیا
و مافیہا سے غافل ہو جاتا ہے اور کلامِ الٰہی کو سننے لگتا ہے اسی لئے رسولِ اکرمؐ نے

فرمایا ہے کہ الصلوٰۃ معراج المومنین یعنی نماز مومنوں کی معراج ہے۔ اللہ تعالےٰ کی راہ کے سات دروازے یہ ہیں (۱) ذکر (۲) شکر (۳) امید (۴) خوف (۵) اخلاص (۶) دعا (۷) انبیاء، صلحاء و اولیاء کے ساتھ تعلق پیدا کرنا۔

سو اب سمجھ لیں کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ذکر کی کنجی ہے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ شکر کی کنجی ہے اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ امید کی کنجی ہے مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ خوف کی کنجی ہے اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ۔ اخلاص کی کنجی ہے اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ دعا کی کنجی ہے صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ انبیاء، صلحاء و اولیاء کی راہ سے تعلق پیدا کرنے کی کنجی ہے۔ اسی لئے اس مبارک سورت کو ہر نماز میں پڑھتے ہیں کہ اللہ پاک کی راہ کے ساتوں دروازے کھل جائیں۔ سبحان اللہ امتِ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس مبارک سورت کو نماز میں پڑھ کر روحانی معراج حاصل کرتی ہے۔

اور اس سورت کا نام اُمُّ الْقُرْاٰن اور اُمُّ الْکِتَاب ہے وجہ اس کی یہ ہے کہ اس میں قرآن پاک کا تمام علم موجود ہے۔

نکتہ۔ انسان میں تین چیزیں ایسی ہیں جن کے باعث شیطان انسان کو بہت ہلاک کرتا ہے۔ پہلی چیز شہوت ہے کہ آدمی اس کے غلبہ سے اپنے اوپر ظلم کرتا ہے۔ دوسری چیز غضب ہے کہ اس کے باعث غیر پر ظلم کرتا ہے اور تیسری ہوا ہے کہ اس کے باعث اپنے پروردگار

کی نافرمانی یعنی شرک کرنا ہے اور حدیث شریف میں وارد ہے کہ ظلم تین قسم کے ہیں۔ ایک ظلم ہے کہ وہ ہرگز نہ بخشا جائے گا۔ دوسرا ظلم وہ ہے کہ ہرگز نہ چھوڑا جائے گا یعنی بغیر بدلہ کے معاف نہ ہوگا۔ تیسرا ظلم ایسا ہے کہ اس کی امید ہے کہ اللہ تعالے معاف فرمائے اب وہ ظلم کہ نہ بخشا جائیگا وہ اللہ پاک کے ساتھ شرک ہے، اور وہ ظلم کہ نہ چھوڑا جائے گا وہ بندوں کا آپس میں ہے کہ ایک دوسرے پر کرتے ہیں اور وہ ظلم کہ جس کی امید ہے کہ اللہ تعالے معاف فرمائے وہ انسان کا اپنے نفس پر ظلم کرنا ہے سو ان تین چیزوں یعنی شہوت، غضب، ہوا سے چھ چیزیں اور پیدا ہوتی ہیں۔ شہوت سے حرص اور بخل پیدا ہوتا ہے، غضب سے عجب اور تکبر پیدا ہوتا ہے اور ہوا سے کفر اور بدعت کا ظہور ہوتا ہے اور ان چھ چیزوں سے ایک اور چیز پیدا ہوتی ہے جس کا نام حسد ہے اور علامت حسد کی یہ ہے کہ آدمی کے تمام اخلاق بگڑ جاتے ہیں اور اس پر شیطان پوری طرح قبضہ کر لیتا ہے اور حاسد آدمی خدا تعالے کی جناب میں ملعون ہو جاتا ہے۔

لہٰذا مذکورہ بالا چیزوں یعنی شہوت، غضب، ہوا، حرص، بخل، عجب، تکبر، کفر، بدعت سے باز رہنے اور ان کے علاج کے لئے اللہ تعالے نے اس سورۂ ام القرآن کو مقرر فرمایا ہے۔

مثلاً جس وقت انسان نے سچے دل سے کہا بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ تو اس مبارک کلمہ سے شہوت، غضب، ہوا یہ تینوں چیزیں دور اور فنا ہو جاتی ہیں۔ کیونکہ اس مبارک کلمہ میں تین نام ہیں یعنی لفظ اللہ سے

شہوت کو فنا کیا، لفظ رحمٰن نے غضب کو مٹایا، لفظ رحیم نے ہوا کو
دور کیا۔ اور جب انسان صاف دل سے کہتا ہے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ
الْعٰلَمِیْنَ اس وقت حرص اور بخل دونوں دور ہو جاتے ہیں، کیونکہ جب
آدمی کو یقین ہوا کہ تمام جہان کو پالنے والا رب ہے تو اس کے ساتھ یہ بھی
یقین ہوتا ہے کہ جو تمام عالم کو پالتا ہے وہ مجھ کو بھی پالے گا، پھر جب یہ یقین
مضبوط ہو جاتا ہے تو اس وقت حرص مطلق زائل ہو جاتی ہے اور سمجھنے لگ
ہے کہ میری پرورش اس پاک ذات کے اختیار میں ہے، پھر میرے حرص
کرنے سے کیا ہوتا ہے، اور بخل بھی بالکل جاتا رہتا ہے کیونکہ اپنے خدا
اور مالک کو سخی دیکھ کر آپ بھی سخاوت کرنے لگتا ہے اور جب کہا الرَّحْمٰنِ
الرَّحِیْمِ مٰلِكِ یَوْمِ الدِّیْنِ تو اس کلمہ سے غضب دور ہو جاتا ہے
کیونکہ اپنے مالک کو رحیم جان کر خود بھی رحم کرنے لگتا ہے اور جب کہا اِیَّاكَ
نَعْبُدُ وَاِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ تو اس کلمہ سے عُجب اور تکبر دور ہو جا
ہے کیونکہ جب عاجزی کرنے لگا تو تکبر نہیں رہتا ہے، اور جب کہا
اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ
غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ۔ تو ان لفظوں کے کہنے سے
کفر اور بدعت دور ہو جاتی ہے۔

اس مبارک سورت میں اللہ پاک نے اپنے بندوں کو مانگنے کا طور
سکھایا ہے کہ اس آدمی سے مانگنا چاہیے جو صاحبِ مقدور اور سخی، کریم
اور ہمت والا ہو اور جس میں یہ اوصاف نہیں اس سے مانگنا باعثِ ذلت

ہے۔ کیونکہ بہت سے لوگ ایسے ہیں کہ صاحبِ مقدور ہیں لیکن سخی نہیں ہیں۔ اور بہت سے ایسے ہیں کہ سخی ہیں لیکن کریم نہیں، اور جب بہت سے لوگ ان سے مانگنے لگتے ہیں تو گھبرا کر اور خفا ہو کر انہیں نکلوا دیتے ہیں اس سبب سے پھر اُن کے پاس کوئی نہیں جاتا ہے اور بعض سخاوت کے ساتھ کریم بھی ہوتے ہیں لیکن کم ہمتی کے باعث اپنے موافق سلوک نہیں کرتے ہیں۔

سو اس مبارک سورت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو بڑی رغبت دلائی ہے کہ مجھ ہی سے مانگا کریں اور دوسرے سے طلب نہ کریں، اس لئے پاک ذات قاضی الحاجات نے اپنا مقدور بیان کیا ہے کہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ یعنی اے لوگو! تمام خوبیاں اللہ ہی کے واسطے ہیں، سو تم اُسی سے مانگو اور کسی سے طلب نہ کرو۔ جب لوگوں نے یہ سنا تو اُن کے خیال میں یہ آیا کہ مقدور والا تو ہے لیکن کہیں بخیل نہ ہو کہ مانگنے والا خالی جائے تو فرمایا کہ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ کہ تمہارا خدا بخیل نہیں ہے بلکہ اس پاک ذات کی پرورش عرش سے فرش تک پھیلی ہوئی ہے اور اس پاک ذات کی سخاوت ہر عالم میں مشہور ہے۔

پھر اس کے بعد یہ دھیان آیا کہ سخی تو ہے لیکن دیتے وقت کسی کو بُرا نہ کہتا ہو اور جب بہت سے لوگ مانگنے کے لئے جمع ہو جائیں تو کہیں اُن کو نکلوا نہ دیتا ہو۔ سو اس کے بعد فرمایا کہ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ یعنی اللہ پاک بڑا مہربان ہے اور اپنے بندوں کو بہت ہی پیار کرتا ہے اور جو نہیں مانگتا اُس پر بہت خفا ہوتا ہے اور جو مانگتا ہے اس سے بہت خوش ہوتا ہے۔ پھر اس کے بعد یہ خیال پیدا ہوا کہ بہت سے لوگ سخی ہوتے ہیں اور کریم بھی مگر ان کی ہمت

پست ہوتی ہے، اس سبب سے مانگنے والوں کی حاجتوں کو بخوبی پورا نہ
سکتے، اس وجہ سے آگے فرمایا کہ مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ط یعنی وہ پاک
روزِ جزا کی مالک ہے، دُنیا کی کیا اصل و حقیقت ہے وہ رب العزت
ایسا عالی ہمت ہے کہ قیامت کے روز اپنے بندوں کو چاندی اور سو
کئی کئی محل عطا کرے گا اور قسم قسم کے باغوں میں رکھے گا۔ اس کی ہمت
اعلےٰ اور بلند ہے تم سے جو مانگا جائے سو مانگو۔

پھر اس کے بعد اس منزّہ و مقدّس ذات کی طرف سے ایک آوا
گیا کہ اے میرے بندو! تم کو یہ نہ چاہیئے کہ جب ہم تمہاری حاجتوں کو پور
تب تم ہماری عبادت کرو اور ہمارے در پر پڑے رہو، اور جب ہم
حاجتوں کو رد کر رکھیں تو اس وقت دوسرے لوگوں کی خوشامد در آمد کرو
اُن کے دروازوں پر جا جا کر اُن سے مانگنے لگو تو ایسے بندے اور غلام
ہُوا کرتے ہیں۔ لہٰذا تم کو چاہیئے کہ اس طرح کہو کہ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِ
نَسْتَعِيْنُ یعنی ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تیری ہی مدد کے
ہیں، چاہے ہماری حاجت پوری ہو یا نہ ہو ہم تیرے در کو چھوڑ کر اور د
دروازوں پر ہرگز نہ جائیں گے اور تیرے سوا کسی کی عبادت نہ کریں گے
کے بعد اس پاک ذات نے مانگنے کا ایک اور طریقہ تعلیم فرمایا کہ اے
بندو! تم یہ نہ کیا کرو کہ جو چیز اپنے نزدیک اچھی خیال کرو وہی مانگو کیونکہ اکثر چیزیں ج
اپنے حق میں بہتر تصوّر کرتے ہو وہ درحقیقت تمہارے لئے زبوں و بد
سو تم دعا کرو کہ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَ

لِیْہِمْ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْہِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ ط یعنی اے پاک
ن ہمیں سیدھا راستہ دکھا اور اُن لوگوں کا راستہ دکھا جن پر تیرا انعام واکرام
ے اور اُن کا راستہ نہ بتا کہ جن پر تیرا غیظ وغضب ہوا ہے اور نہ اُن کی
دکھا کہ جو گمراہ وتباہ ہو گئے ہیں یعنی ہم کو وہ چیزیں عطا کر کہ جس میں ہماری
ستقیم قائم رہے ۔ اگر دُنیا بھی دے تو ایسی دے کہ جس میں ہمارا دین برباد
ور ایسی دُنیا نہ دے جس سے ہم مقہور ہو جائیں اور تیری راہ کو بھول
ں ۔ آمین یا رب العالمین ۔

نکتہ ۔ اس مُبارک سورت کا ہر رکعت میں بار بار پڑھنا اس لئے
ہوا کہ نماز میں سات بڑے رکن ہیں اور اس سورت کی آیات بھی سات
تو گویا ایک ایک رُکن کے مقابل میں ایک ایک آیت مقرر ہے مثلاً
مِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ مقابل قیام کے ہے اور اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ
الْعٰلَمِیْنَ مقابل رکوع کے ہے اور اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
بل قومے کے ہے اور مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ مقابل سجدے کے
اور اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ مقابل جلسے کے ہے اور
نَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ مقابل دوسرے سجدے کے ہے اور صِرَاطَ الَّذِیْنَ
مْتَ عَلَیْہِمْ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْہِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ ۔
بل قعدے کے ہے ۔

واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ نے اس سورۂ مبارکہ میں اپنے پانچ مبارک نام
ارشاد فرمائے ہیں (۱) اللہ (۲) رب (۳) رحمٰن (۴) رحیم

(۵) مَالِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ یہ پانچ نام ارشاد فرمانے کی وجہ یہ ہے کہ بندہ اس مبارک سورت میں اللہ پاک سے پانچ چیزیں طلب کر رہا ہے تاکہ ہر ایک نام ہر ایک سوال کے مقابل آجائے۔ بندہ جو پانچ سوال اللہ پاک سے کرتا ہے وہ یہ ہیں (۱) عبادت (۲) استعانت (۳) ہدایت (۴) استقامت (۵) انعام۔ گویا اس کا اشارہ یوں ہوا کہ اے میرے بندے میرا نام اللہ ہے اس واسطے میں ہی عبادت کے لائق ہوں اور اے میرے بندے میرا نام رب ہے اگر بندہ مانگنا چاہے تو مجھ ہی سے مانگ۔ اپنی پرورش کی شان سے تیرا سوال رد نہ کروں گا۔ اے میرے بندے میرا نام رحمٰن ہے اگر ہدایت طلب کرے تو مجھ ہی سے طلب کر، میں اپنی رحمتِ عام سے کبھی گمراہ نہ ہونے دو اے میرے بندے میں رحیم ہوں اگر تو استقامت اور ثابت قدمی چاہے تو مجھ ہی سے چاہ، میں اپنی رحمتِ خاص سے ہرگز تیرے قدم ڈگمگانے نہ دو اے میرے بندے میں مَالِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ ہوں، اگر انعام واکر کی خواہش ہو تو مجھ ہی سے کہہ، میں تمام جہان کا مالک و مختار ہوں، تجھے ا فضل و کرم سے محروم نہ رکھوں گا۔

سبحان اللہ! نمازی اپنی نماز میں سورہ اَلْحَمْد شریف پڑھ کر دولت عبادت و استعانت اور دولتِ ہدایت و استقامت اور دولتِ انعام مالا مال ہو کر دونوں عالم کی تکالیف سے فارغ البال ہو گیا۔

انسان کامل (سید عبدالکریم جیلیؒ) جان کہ فاتحۃ الکتاب کا نام سبع مثا ہے اور وہ سات صفاتِ نفسیہ ہیں کہ وہ حیات، علم، ارادت، قدرت،

بصر، کلام ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالے نے سورۂ فاتحہ کو اپنے اور اپنے بندہ کے درمیان تقسیم کیا ہے، یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ وجود، خلق اور حق پر منقسم ہے پس انسان بہ اعتبار اپنے ظاہر کے خلق اور بہ اعتبار اپنے باطن کے حق ہے، اور وجود بھی ظاہر و باطن میں منقسم ہے کیا تو نہیں دیکھتا کہ صفاتِ نفسیہ بہ نفسِ خود و بذاتِ خود صفاتِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں، جیسا کہ حق کی نسبت کہا جاتا ہے کہ وہ حیّ عالم یعنی زندہ جاننے والا ہے محمدؐ کی بابت بھی کہا جاتا ہے کہ وہ حیّ عالم ہے۔ اسی طرح جمیع صفات کو قیاس کر۔ پس یہ سورہ فاتحہ کا حق اور عبد میں انقسام ہے۔ فاتحہ جس سے اس پر دلالت لی جاتی ہے اس ہیکلِ انسانی کی طرف اشارہ ہے جس سے خدا نے وجود کے قفل کھولے، اور عبد اور رب کے مابین اس کا انقسام اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ انسان اگرچہ خلق ہے پر حق اس کی حقیقت ہے۔ پھر جیسا کہ وہ اوصافِ عبودیّت کو حاوی ہے ایسا ہی اوصافِ ربوبیّت کو بھی حاوی ہے، اس لئے کہ اللہ اس کی حقیقت ہے اور وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے مراد ہے اور وہاں کوئی اس کا غیر نہیں ہے اور دونوں مرتبوں خلق و حق میں وہی معتبر ہے اور ان دونوں ملکتوں میں وہی موجود ہے، کیا تو سورۂ فاتحہ کی طرف نہیں دیکھتا کہ اللہ تعالے نے اس کی تقسیم دو باتوں پر کیسے فرمائی ہے، ایک ثنائے حق دوسری بندہ کے لئے دعا۔ پھر بندہ کو دیکھو کہ کیسے اس کے بھی دو حصے کئے ہیں۔ ایک کمالاتِ الٰہیہ حکمیہ غیبیہ وجودیہ۔ دوسرا نقائصِ خلقیہ غیبیہ شہودیہ۔ پس وہ یعنی عبد، فاتحۃ الکتاب ہے اور وہ سبع مثانی ہے۔

اور اس سورت میں بہت سے اسرار ہیں جن کی ان اوراق میں گنجائش نہیں بلکہ بعض ایسے ہیں جن کی اشاعت کی ہم کو جی وسعت نہیں۔ لابدی ہے کہ ہم بطریقِ تعبیر کلامِ الٰہی سے برکت لینے کے طور پر ظاہر سورت کے متعلق گفتگو کریں۔

قال اللہ تعالیٰ۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ بسم اللہ کے متعلق ہم نے ایک مستقل کتاب مسمّیٰ بالکیف والرقیم فی شرح بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھی ہے۔ جو اس کی شرح دیکھنی چاہے وہ اس کا مطالعہ کرے۔ اس کتاب میں ہم بطریقِ اشارہ اس کے متعلق کچھ گفتگو کریں گے اور اشارہ کا یہی مقام ہے۔ علمائے عربیہ نے کہا ہے کہ بائے بسم استعانت کے معنوں میں ہے۔ معنی اس کے یہ ہیں کہ اللہ کے نام کی برکت سے فلاں کام کر۔ فعل کا ذکر چھوڑ دیا گیا ہے تاکہ ہر فعل کو عام ہو، اور لسانِ اشارہ سے فعل کی تقریر یوں ہے۔ بسم اللہ یعرف اللہ اس لئے کہ اس کی معرفت کی طرف کوئی راہ نہیں لیکن اس وقت جب کہ اس اسم کی تجھ پر تجلّی ہو، اس لئے کہ وہ کمالات کے لئے ایک آئینہ رکھا گیا ہے جس میں تو اپنے چہرے کو مشاہدہ کرتا ہے۔ پس تو اپنے چہرے کو سوائے آئینہ کے۔ اور کسی چیز میں نہیں دیکھ سکتا۔ پس جس چیز کی طرف ہم نے اشارہ کیا ہے اس کو سمجھ، اس لئے کہ تیرا آئینہ بحرِ حقیقت کی کشتی ہے جس کا چلنا اور ٹھہرنا اللہ کے نام کے ساتھ ہے نہ اس کے غیر کے نام سے۔ پھر جب بحرِ توحید میں قلب کا ملاح اسم کی کشتی پر سوار ہو گیا اور رحمانیت کی ہوا انی لاجد نفس الرحمٰن من جانب الیمن کی جہت میں چلنے لگی یعنی نفس اسم رحیم

کی رحمت کی ہدایت سے ذات کے کنارے تک پہنچ گیا۔ پھر وہ اپنے اسماء صفات میں منزہ ہوا اور وجود کی فاتحہ کو کھولا اور ثابت ہو گیا کہ عابد عین معبود ہے۔ پھر کہا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ۔ اللہ کے نفس کی ثناء کی ساتھ اس چیز کے جس کا کہ وہ مستحق ہے اور اس کے نفس کی ثناء عین اس کا ظہور ہے اور الف اور لام اگر دونوں شمول کے معنوں میں ہوں جس کا ان معنوں پر اعتبار کیا گیا ہے کہ جمیع محامد اللہ کے لئے ہیں اور وہ حق و خلق کی جمیع صفاتِ محمودہ سے مراد ہے، پس اپنے نفس پر اس کی ثناء مراتبِ الٰہیہ و مراتبِ خلقیہ میں اس کا ظہور کرنا ہے جیسا کہ وجود میں وہ ظہور کئے ہوئے ہے اور لام حمد کے متعلق اہلِ سنت کا یہی مذہب ہے کہ وہ شمول کے معنوں میں ہے اور معتزلہ نے کہا ہے اور بعض علمائے سنت کا بھی یہ قول ہے کہ لام اَلْحَمْدُ عہد کا ہے اور اس صورت میں معنی یہ ہیں کہ وہ حمد جو اللہ کو لائق ہے اللہ کے لئے ہے۔ اس اعتبار سے لفظ اَلْحَمْدُ میں اشارہ ان معنوں کی طرف ہے کہ اپنے نفس پر اس کی ثناء اُن محامد و اوصاف کے ساتھ ہے جو اس کے مرتبۂ الٰہیہ کے لائق ہیں۔ اس کے بعد معلوم کرنا چاہیئے کہ مقامِ حمد ایک اعلیٰ درجہ کا مقام ہے۔ اسی لئے قیامت کے دن محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جھنڈا حمد کا جھنڈا یعنی لوائے حمد ہوگا اس جہت سے کہ انہوں نے حق سبحانہٗ و تعالیٰ کی ثناء کی اس چیز کے ساتھ جو اس کی شانِ الوہیت کے شایاں ہے اور مراتبِ حقیہ و خلقیہ میں ظاہر ہوئے جیسا کہ اس پر وجود کا ظہور ہے اسم اللہ کو حمد کے لئے اس لئے مخصوص کیا گیا ہے کہ الوہیت جمیع معانیٔ وجود اور اس کے مراتب کو شامل ہے اور اسم اللہ حقائقِ وجود

یہی ہے ہر ذی حق کو اس کا حق عطا کرنے والا ہے، اور یہ بات کسی دوسرے اسم کو حاصل نہیں۔ پھر اسم اللہ کی کہ جس کی بابت ہم نے ذکر کیا ہے کہ وہ حقیقتِ انسان ہے نعت فرمائی کہ وہ ربّ العالمین ہے یعنی جمیع عوالم کا صاحب، ان کا پیدا کرنے والا اور ان میں وجود رکھنے والا اور ان کا مظہر، پس عوالمِ الٰہیہ اور عوالمِ عبدیّہ میں سوائے اس کے اور کوئی نہیں ہے وہی ظاہر ہے وہی باطن، اور وہی رحمٰن و رحیم سے مراد ہے۔

جان کہ اسم رحیم اس کے اسم رحمٰن سے زیادہ خاص ہے اور رحمٰن اس سے عام تر ہے، اور وہ رحمت جس نے ہر چیز کو احاطہ کیا ہوا ہے اس کے اسم رحمٰن کا فیضان ہے، اور وہ لوگ جو ڈرتے ہیں اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں ان کے لِیئے جو رحمت لکھی گئی ہے وہ اس کے اسم رحیم کے فیضان سے ہے اور اصل میں یہ بات ہے کہ رحمتِ رحمٰن میں کبھی نقمت کی بھی آمیزش ہوتی ہے مثلاً باپ کا بیٹے کو مار کر ادب دینا کہ بظاہر نقمت ہے لیکن دراصل اس پر رحمت ہے یا مثلاً بدمزہ دودھ کا پینا کہ اگرچہ دراصل وہ رحمت ہے لیکن اس میں نقمت کی بھی آمیزش ہے اور رحمٰن ہر رحمت کو جو ہے اور جس طور پر ہے عام ہے برابر ہے کہ نقمت کی ملاوٹ اس میں ہو یا نہ ہو بخلاف اس کے اسم رحیم کے کہ وہ ہر رحمتِ خالص کے ساتھ کہ جس میں نقمت کی ملاوٹ نہیں مختص ہے۔ اسی لِئے اس کے اسم رحیم کا ظہور عالمِ آخرت میں قوی تر ہوگا کیونکہ جنت کی نعمتوں میں نقمت کی کدورت نہیں پائی جاتی۔ وہ محض اس کے اسم رحیم سے ہے۔ دیکھو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اس

ول میں اپنی امّت کو آگ سے داغ دینے کو مکروہ جانتا ہے کہ میری اُمّت کی شفا تین چیزوں میں ہے کتابِ الٰہی کی آیت میں، یا شہد کے چاٹنے میں یا آگ سے داغ دینے میں، اور میں دوست نہیں رکھتا ہوں کہ میری امّت کو آگ سے داغ دیا جائے۔

دیکھو اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام رحیم رکھا اور فرمایا عَزِيْزٌ عَلَيْهِ عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ۔ یعنی اس رسول پر تمہارا رنج اٹھانا دشوار ہے، وہ تمہاری اصلاح کا حریص ہے، مومنوں کا نہایت مہربان اور شفیق ہے۔ آپؐ کا نام رحیم اس لیے رکھا گیا کہ آپ کی رحمت میں کدورتِ نقمت کی ملونی نہ تھی وہ رحمۃ للعالمین تھے۔

پھر اس کے آگے حقیقتِ محمدیہ کہ وہ ہر فردِ انسانی کی ذات کی عین ہے، جس کی پہلے نعت کی گئی ہے، وصف فرمایا اور کہا مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ یعنی مالک، حاکم، شدید القوّت اور یوم سے مراد یہاں تجلّی الٰہی ہے کہ ایامِ الٰہی میں سے ایک یوم ہے اور دین مادانت سے لیا گیا ہے، پس یَوْمِ الدِّيْنِ تجلّی ربّانی سے مراد ہے کہ تمام موجودات اس کی فرمانبرداری کرتی ہے اور وہ ان میں تصرّف کرتا ہے جس طور پر کہ وہ چاہتا ہے اور وہ ان کا بادشاہ ہے، اور مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ جو وارد ہوا ہے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ عالمِ باطنی کا صاحب، عالمِ باطنی سے مراد قیامت اور ساعت ہے اور اس عالمِ باطنی کا صاحب ہونے سے مُراد یہ ہے کہ وہ مجموعہ دنیا کی صورتوں اور موجودات کی روحانیت کا محل ہے پس اسکو سمجھ، پھر آپ ہی اپنے آپ کو مخاطب کر کے

کہنے لگا اِیَّاکَ نَعْبُدُ یعنی تیرا غیر کوئی نہیں ہے (تو خود ہی عابد ہے اور خود ہی معبود) شاعر اپنے نفس کو مخاطب کر کے کہتا ہے۔ ع

طحابك قلب فی الحسان طروب

تیرا طحاب، کہ نام ایک موضع کا ہے، قلب ہے جس میں معشوق رہتا ہے اور خوشیاں حسینوں کے ساتھ ہی ہوا کرتی ہیں۔

اس بات کا نام علم معانی و بیان میں التفات رکھا جاتا ہے۔ اس لِ یہاں شاعر نے مکانِ تکلّم سے مقامِ خطاب کی طرف انتقال کیا ہے یہاں اُسے یوں کہنا تھا طحابی قلب اور اُس نے بجائے اس کے طحابك قلب کہا ہے اور اپنے نفس کو مخاطب کی جگہ رکھا ہے ایسا ہی اللہ تعالےٰ اِیَّاکَ نَعْبُدُ میں اپنے نفس کو مخاطب کر رہا ہے یعنی وہی اپنے آپ کا مظاہر مخلوقات میں عابد ہے کیونکہ وہی ان کا فاعل، وہی ان کا محرک، وہی ان کا مُسکن ہے پس اُن کا اس کی عبادت کرنا خود اس کا اپنے آپ کی عبادت کرنا ہے اور اس لئے کہ اس کا ان کو ایجاد کرنا اپنے اسماء و اوصاف کو ان کا حق عطا کرنے کے سوا کچھ نہیں پس ان کے ساتھ اس نے اپنے ہی نفس کی عبادت کی۔ پھر لسانِ خلق سے حق کہ خود ہی ہے مخاطب کر کے فرمایا وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ کیونکہ خلق و سے وہی مراد ہے۔ پس اگر چاہتا ہے تو کلامِ حق سے خلق کے نفس کو مخاطب کرتا ہے، اور خلق کے کان سے اس کو سنتا ہے اور چاہتا ہے تو کلامِ خلق سے اپنے نفس کو مخاطب کرتا ہے اور حق کے کانوں سے اس کو سنتا ہے جب ا نے ہمیں بتا دیا کہ وہ مخلوق کی صورت میں خود ہی اپنے آپ کا عابد ہے تو ہم

اپنے آپ میں اُس کے مشہود پر آگاہی پائی کہا وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ تاکہ ہم حول، قوّت، قدرت سے بے تعلق ہو کر ان سب کو اسی کی طرف مصروف کریں اور تاکہ ہم اس کو اپنے آپ سے اور اپنے آپ میں ملاحظہ کریں اور اس سے غافل نہ بنیں۔ اس سے اس کی معرفتِ واحدیت کی طرف ترقّی کریں اور اس کی تجلّیات سے بہرہ یاب ہوں؛ اور تاکہ وہ شخص ہم میں سے سعادت حاصل کرے جو پہلے ہی ازل میں سعید بن چکا ہے۔ ان دو کلموں کے اس قدر معانی ہیں جن کی شرح ان اوراق میں نہیں سما سکتی؛ پس ہم اسی گفتگو پر اکتفا کرتے ہیں کیونکہ ہم نے اختصار کا قصد کیا ہے نہ کہ تطویل کا۔ پھر لسانِ خلق سے فرمایا اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ اس لئے کہ نصفِ اوّل بِسْمِ اللّٰهِ سے لے کر مَالِكِ یَوْمِ الدِّیْنِ تک یہ سب حق کی زبان سے اپنے نفس کی بابت خبر دینا تھا اور نصفِ ثانی میں لسانِ خلق سے حق کو مخاطب کیا ہے، پس صراطِ مستقیم سے مراد مشہدِ حضرت احدیّت کا طریق ہے جس میں اللہ تعالےٰ اپنے نفس کے لئے تجلّی فرماتا ہے اور اسی کی طرف اُس نے اپنے قول صِرَاطِ اللّٰهِ سے اشارہ فرمایا ہے یعنی ظہورِ تجلّی کی طرف اس کا طریق۔ پھر اس مشہد کے لوگوں کی اللہ کی راہ میں ان کے مقامِ جمع کے بعد لسانِ تفرقہ سے نعت فرمائی اور کہا صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ راہ ان لوگوں کی جن پر تو نے اپنے وجودِ شہود کا انعام فرمایا اور قربِ الٰہی کی نعمتوں سے ان پر ظاہر ہوا غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ نہ مغضوب علیہم کی راہ جو تجھ سے دُور افتادہ ہیں اور جن پر تو نے اسم منتقم سے گھیرے اور

غلیظ حجابات کے رنگ میں اپنی قہری تجلّی فرمائی ہے۔ وَلَا الضَّآلِّیْنَ اور یہ وہ لوگ ہیں جو باوجود حق کی ہدایت کے گمراہ ہو گئے، پھر انہوں نے اس کو نہ پایا لیکن وہ مغضوب علیہم نہیں ہیں بلکہ حق ان سے رضامند ہے کہ ان کو اپنی ہمسائیگی میں جگہ دی ہے نہ کہ اپنے پاس، اور یہ وہ لوگ ہیں جن سے اللہ تعالےٰ سوال کرے گا اور ان کو کہے گا اے میرے بندو مجھ سے کچھ مانگو۔ وہ کہیں گے اے ہمارے رب ہم تجھ سے تیری رضا مانگتے ہیں۔ پھر ان کو یہ کہے گا میں تم سے راضی ہوں، تم کو میں اپنی ہمسائیگی میں جگہ دیتا ہوں۔ پھر دوبارہ ان کو یہ کہے گا میں تم سے راضی ہوں، تم کو میں اپنی ہمسائیگی میں جگہ دیتا ہوں۔ پھر دوبارہ ان کو کہے گا کہ کچھ مانگو، پس وہ سوائے اس کی رضا کے کچھ نہیں مانگیں گے اس لئے کہ وہ اس کو نہیں پہچانتے ہیں اگر وہ پہچانتے ہوتے تو وہ ضرور خود اس کو طلب کرتے، اور وہ کونی نعمتوں سے جنّت کے باغوں میں منعم ہوں گے، یہ وہ لوگ ہیں جن پر خدا تعالےٰ اس چیز میں تجلّی نہیں کرے گا جو خود اس کی ذات کے لئے ہے، وہ رحمٰن سے گمراہ ہیں لیکن لذّاتِ جنّت سے نعمت پانے والے ہیں پس اس کو سمجھ۔ واللہ یقول الحقّ وَهُوَ یَهْدِی السَّبِیْلَ۔

کلمۂ طیبّہ کے فضائل

نماز میں چونکہ کلمۂ طیبہ پڑھا جاتا ہے لہذا چند فضائل کلمۂ طیبہ کے بھی تحریر کئے جاتے ہیں۔

مشکوٰۃ شریف۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک روز مجمع عام تھا اور ختم المرسلین، سیّد الاوّلین والآخرین علیہ الصلوٰۃ والسلام اس مجمع میں رونق افروز تھے۔ اتنے میں حضرت جبرائیل علیہ السلام تشریف لائے اور

آپ کو سب نے دیکھا اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہی سامنے بیٹھ کر فرما
یا حضرتؐ مجھے بتا دیجئے کہ اسلام کیا شے ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
ارشاد فرمایا کہ کلمہ طیبہ پڑھنا۔ نماز ادا کرنا۔ زکوٰۃ دینا۔ رمضان مبارک کے
روزے رکھنا۔ اگر طاقت ہو تو حج کرنا۔ حضرت جبرائیلؑ نے یہ سن کر فرمایا یا حض
آپ نے درست فرمایا کہ اسلام کے پانچ رکن یہی ہیں۔ اس کے بعد حضرت جبر
نے ایسے ہی سوال وجواب کئے اور تشریف لے گئے۔ سرور کائنات صلی
علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں سے ارشاد فرمایا کہ لوگو! یہ شخص حضرت جبرئیل علیہ
تھے جو تمہیں دینِ اسلام کی تعلیم دینے کے لیئے ایک سائل کی صورت میں
آئے تھے۔

نکتہ اس حدیث میں کلمہ طیبہ کو پہلا رکن قرار دیا ہے اور اسلام
سب رکنوں پر کلمہ طیبہ کو مقدم رکھا ہے کیونکہ اس کی فضیلت بہ نسبت اور رکنو
کے بہت زیادہ ہے۔

نسائی و ابن حبان۔ حضرت ابی سعید خدریؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے
روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جنابِ الٰہی میں عرض کیا
اے پاک ذات! مجھے کوئی ایسا کلمہ یا اسم اعظم بتایا جائے کہ مجھے جب تجھے پکا
منظور ہو تب اسی کلمہ سے پکار لیا کروں۔ اس پاک ذات کی طرف سے ار
ہوا کہ اے موسیٰؑ تم لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہا کرو اور یہی کہہ کر ہمیں پکار لیا کرو
یہ سن کر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دوبارہ عرض کیا کہ اے پاک ذات! لا الٰہ
اِلَّا اللہ یہ تو ایک عام کلمہ ہے جس کو عام طور سے سب لوگ کہتے ہیں۔ بھلا اس

ری خصوصیت ہی کیا ہوئی۔ الٰہی میں تو کوئی خاص کلمہ لینا چاہتا ہوں جو میرے سوا ئی دوسرا شخص نہ جانے۔ اُس پاک ذات کی طرف سے جواب ملا کہ اے موسیٰ تو وہ خاص الخاص کلمہ ہے کہ اگر ساتوں طبق آسمان کے اور ساتوں طبق زمین کے ی ترازو کے ایک پلّہ میں رکھے جائیں اور صرف لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ دوسری طرف کھا جائے تو بھی یہ کلمہ طیبہ بھاری اور وزنی رہے گا اور ساتوں طبق آسمان کے ور ساتوں طبق زمین کے ہلکے ٹھہریں گے۔

نکتہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کا چودہ طبق مع تمام مخلوقات اور کائنات ر بھاری اور وزنی ہونے کا باعث یہ ہے کہ چودہ طبق کا وجود ظلّ (یعنی سایہ) کی حیثیت رکھتا ہے اور ذاتِ باری وجودِ حقیقی ہے اور یہ ظاہر ہے کہ سایہ ہمیشہ ہلکا ہوتا ہے اپنے وجود سے۔ اب لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ وجودِ حقیقی ہے اور زمین و آسمان کے ساتوں طبق مع تمام مخلوقات و کائنات کے سایہ ہے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کا وزن ساری مخلوقات سے بڑھ کر ہے۔

بزار اپنی مسند میں ابی ہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا نبی صلی اللّٰہ علیہ و آلہ وسلم نے کہ عرشِ الٰہی کے سامنے ایک عظیم الشان نور کا ستون ہے جب کوئی دُنیا میں لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ منہ سے نکالتا ہے تب وہ نورانی ستون خود بخود جنبش میں آتا ہے۔ اُس وقت خدائے تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے ستون ٹھہر حرکت نہ کر۔ تب ستون عرض کرتا ہے کہ الٰہی جب تک لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ پڑھنے والے کی بخشش نہ ہوگی تب تک اس کی سفارش اور شفاعت کے لیے حرکت ہی میں ہونگا، ارشادِ باری ہوتا ہے کہ اچھا ہم نے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ پڑھنے والے کو بخش دیا۔

پھر وہ ستون فی الفور ٹھہر جاتا ہے۔

نکتہ یہ وہی مضمون ہے جس کو اللہ تعالیٰ اپنے مبارک کلام میں ارشاد فرماتا ہے کہ کلمۂ طیبہ کی مثال ایسی ہے جیسے کھجور کا مبارک درخت کہ جڑ زمین میں ہے اور شاخیں آسمان کی طرف۔ اسی طرح یہ کلمہ لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہ دُنیا میں ہے اور اس کی شاخ یعنی نُورانی ستون ساتویں آسمان پر ہے۔

ترمذی شریف۔ سردارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن ایک شخص کو رب العالمین اپنے قریب بُلائے گا اور اُس کے گناہوں کے بڑے بڑے دفتر اُسے دکھا کر فرمائے گا کہ اے بندۂ گنہگار دیکھ یہ تیرے گناہ ہیں۔ بندۂ گنہگار عرض کرے گا کہ ہاں یارب یہ میرے گناہ ہیں وہ گناہوں کے ننانوے دفتر ہوں گے اور ہر ایک دفتر جہاں تک نظر پہنچے وہاں تک لمبا ہوگا۔ اس وقت گنہگار خیال کرے گا کہ اب تو میں ضرور بالضرور ہلاک ہُوا اور دوزخ میں ڈالا گیا۔

تب اس ارحم الراحمین کی طرف سے اس بندۂ گنہگار کو ارشاد ہوگا کہ اے بندے تیری ایک نیکی میرے پاس پوشیدہ امانت رکھی ہے۔ اُس کو اور یہ جو ننانوے دفتر گناہوں کے ہیں ان کو اپنے ساتھ لے جا اور دونوں کو میزانِ عدالت میں تلوالے۔ اگر گناہ بھاری ہوتے تب تو تیرا انجام دوزخ ہے اور اگر نیکیاں بھاری ہوئیں تو تیرا مکان جنّت ہے۔ تب گنہگار عرض کرے گا کہ خداوندا کہاں یہ ننانوے دفتر گناہوں کے اور کہاں یہ چھوٹا سا پرزہ کاغذ کا۔ رب العزت کی طرف سے ارشاد ہوگا کہ اے بندۂ گنہگار جاؤ آج کوئی بات چھپی نہ رہے گی، تو اس پرچے کی حقیقت

سے ناواقف ہے۔ آج تجھے واقف کیا جائے گا۔ وہ بے چارہ وہ پرچہ اور ننانوے دفتر گناہوں کے اٹھا کر لائے گا اور میزان میں تولنے کے لیے رکھے گا اور یہ خیال رے گا کہ بھلا کہاں یہ دفتر کے دفتر اور کہاں یہ پرچہ۔ لیکن جس وقت فرشتہ ترازو ٹھائے گا تو وہ دفتر نہایت ہلکے اور وہ پرزہ بہت ہی بھاری ہو جائے گا۔ ب یہ بندہ حیرت کے عالم میں اس پرچے کو تعجب کی نگاہ سے دیکھے گا کہ اس رچے میں ایسا کیا لکھا ہے۔ اس میں لکھا ہوگا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّد رَسُوْلُ اللّٰہ۔ تب فرشتے پکاریں گے کہ جاؤ تم بخشے گئے اور تمہاری نجات ہو ئی کیونکہ یہ تو پہلے ہی قرآن مجید خبر دے چکا تھا کہ فَاَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِیْنُہٗ ھُوَ فِیْ عِیْشَۃٍ رَّاضِیَۃٍ۔ یعنی جس کا نیکی کا پلہ بھاری ہوگیا وہ جنتی ہے۔

نکتہ: ننانوے دفتر گناہوں کے ہلکے ہونے کے راز کو حضرت امام ربانی مجدد الفِ ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مکتوبات میں اس طرح ظاہر فرمایا ہے ؎

تیغِ لا در قتلِ غیرِ حق براند — در نگر زاں پس کہ بعد لا چہ ماند
ماند اِلَّا اللہ باقی جملہ رفت — شاد باش اے عشق شرکت سوز رفت

یعنی جب لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ کو گناہوں کے مقابل میں لا کر تولا گیا تو لا کی یغِ آبدار نے ماسوائے اللہ کو فنا اور قتل کر دیا۔ تب سوائے اِلَّا اللہ کے کچھ ھی باقی نہ رہا، تو پھر وہاں گناہوں کا نام و نشان کس طرح باقی رہ سکتا تھا۔

تاریخ آثار الاوّل عن تاریخ نیشاپور۔ ایک مرتبہ حضرت امام لی رضاؒ ابن امام موسیٰ کاظمؒ خچر پر سوار کہیں جا رہے تھے۔ اتفاق سے شہر

نیشاپور میں پہنچے ۔ آپ کے چہرہ مبارک پر نقاب پڑی تھی ۔ جس وقت آپ کی سواری نیشاپور کے بازار میں پہنچی تو امام ابوزرعہ رازی اور محمد بن اسلم طوسی آپ سے آ کر ملے ۔ ان دونوں محدثوں کے ہمراہ حدیث کے کئی ہزار سامعین اور طالبین تھے ۔ ان حضرات نے جب امام علی بن موسیٰ کاظمؓ کی سواری آتے دیکھی تو دوڑ کر جناب کی رکابیں پکڑ لیں اور عرض کیا اے سید السادات ، للہ ہمیں اپنا جمالِ مبارک ایک نظر دکھا دیجئے اور کوئی ایسی حدیث جس کی ساری سند صرف آپ کے خاندانِ مبارک کی ہو ضرور سنا دیجئے ۔ یہ کلام سن کر حضرت امام علی بن موسیٰ کاظمؓ نے اپنا چہرہ مبارک نقاب سے ظاہر فرمایا اور زبانِ الہام ترجمان سے یہ فرمایا کہ حدیث بیان کی مجھ سے میرے والد موسیٰ کاظمؓ نے انہوں نے روایت کیا اس حدیث کو اپنے والد امام جعفر صادق سے ، امام جعفر صادقؓ نے روایت کیا اس حدیث کو امام محمد باقرؓ سے ، امام محمد باقرؓ نے روایت کیا اس حدیث کو اپنے والد امام زین العابدین سے امام زین العابدینؓ نے روایت کیا اس حدیث کو حضرت امام حسینؓ شہید کربلا سے امام حسینؓ نے روایت کیا حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے ۔ فرمایا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہ حدیث بیان کی مجھ سے میرے بھائی ، میرے حبیب ۔ میری آنکھوں کی ٹھنڈک جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ یہ حدیث بیان کی مجھ سے حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اور فرمایا حضرت جبرائیلؑ نے کہ سنا میں نے حضور رب العزت حق تبارک وتعالےٰ شانہ سے کہ ارشاد فرماتا تھا کہ

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ میرا قلعہ ہے جس نے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کہہ لیا وہ میرے امن کے قلعہ میں داخل ہوا اور جو شخص میرے قلعہ میں داخل ہوا وہ میرے عذاب سے بچا اور محفوظ ہو گیا

یہ حدیث بیان فرما کر جناب امام علی رضی اللہ عنہ نے نقاب اپنے چہرۂ انور پر ڈال لی۔ جس وقت آپ یہ حدیث بیان فرماتے تھے ایک مخلوقِ الٰہی آپ کی اس حدیث کو لکھتی تھی۔ بعد میں لکھنے والوں کا شمار کیا گیا تو ان کی تعداد بیس ہزار تھی اور سننے والے حاضرین اس جلسہ کے شمار سے باہر تھے۔

امام قشیریؒ کہتے ہیں کہ یہ حدیث شریف مع اسناد جب حاکمِ سامانہ (فارس) کو پہنچی تو اس نے سونے کے پانی سے لکھوا کر اس حدیث شریف کو نہایت تعظیم سے اپنے پاس رکھا۔ اس حاکم کے مرنے کے بعد کسی نے اس کو خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ کہو کیا گزری۔ اس حاکم نے کہا کہ میرے رب نے مجھے صرف لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کی تعظیم کرنے اور ایمان لانے سے بخش دیا۔

رونق المجالس۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمسایہ میں ایک یہودی رہتا تھا اور اس یہودی کا ایک نوجوان بیٹا تھا۔ وہ اکثر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت بابرکت میں آیا کرتا تھا۔ ایک دفعہ یہودی کا لڑکا بیمار ہوا اور نزع کی حالت ہو گئی۔ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کی بیماری کی خبر سن کر عیادت کے لئے تشریف لے گئے۔ آپؐ نے اس کی آخری حالت دیکھ کر کلمہ شہادت تلقین کرنا چاہا۔ وہ لڑکا اپنے باپ کی طرف بغرضِ مشورہ دیکھتا تھا۔ اس یہودی نے اپنے بیٹے کو کلمہ طیبہ پڑھنے کی اجازت دے دی۔ لڑکے نے رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان کے مطابق لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ پڑھ لیا اور اسی وقت مر گیا۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بذاتِ خود اسے غسل دیا اور اپنے دستِ مبارک سے کفن پہنایا۔ لوگ جنازہ

لے کر چلے۔ حضور سراپا نور بھی جنازہ کے ساتھ ہیں اور آپ پورا قدم زمین پر نہیں رکھتے اور پنجوں کے بل چلتے ہیں۔ صحابیوں نے عرض کیا کہ جناب اس طرح کیوں چلتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ آسمان سے اس قدر فرشتے نازل ہوئے ہیں کہ میرے قدم رکھنے کی جگہ نہیں۔ عرض کیا کہ یا حضرتؐ یہ کیوں نازل ہوئے آپ نے فرمایا کہ اس شخص کا جنازہ دفن کرنے کے لئے۔ تب عرض کیا گیا کہ یا حضر یہ فضیلت اس شخص کو کیونکر ملی۔ فرمایا کہ اس نے جب آخری وقت میں ایک لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰه مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰه پڑھا تو اس کے باعث یہ مرتبہ

حیٰوۃ القلوب۔ ایک روز رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اس کی خبر دی گئی کہ فلاں انصاری آپ کا صحابی اس وقت حالتِ نزع میں ہے آ یہ سنتے ہی بے قرار ہوئے اور وہاں تشریف لے گئے۔ دیکھا کہ حقیقت میں نز کی حالت طاری ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ اے خدا کے بندے کہو لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰه مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰه کیونکہ آخری وقت میں کلمے کا پڑھنا جنت میں ملنے کی نشا ہے۔ آپ کا یہ مبارک خطاب سن کر ہر چند چاہا کہ منہ سے کلمہ طیبہ نکالے مگر نے کام نہ دیا۔ ناچار اُس نے کلمہ کی انگلی آسمان کی جانب اٹھائی اور کچھ اشار سے آسمان کی طرف منہ اٹھا کے کہا۔ تب حضور شافع یوم النشور نے تبسم فرمایا صحابیوں نے عرض کیا کہ ہماری جانیں آپؐ پر قربان ہوں آپ ہنسے کیوں؟ فرمایا جب میں نے اس بیمار کو کلمہ شہادت کے لئے کہا اور یہ اپنی زبان سے کلمہ نہ پڑھ اور اپنے پاس والے لوگوں کو گواہ نہ بنا سکا تو اس نے آسمان کی طرف اشار اور جو سب سے بلند و بالا ہے اس کو اپنے کلمہ کا گواہ بنایا۔ ادھر اُس نے آس

کی طرف اُنگلی اٹھائی اُدھر ارحم الراحمین رب العالمین کی سرکار سے فرشتوں کو ندا ہوئی کہ اے فرشتو! دیکھو جب میرے بندے کی زبان بند ہو گئی اور وہ اپنی زبان سے اپنے کلمے کا کسی کو گواہ نہ بنا سکا تب اُس نے ہماری طرف رجوع کیا کیونکہ ہم انسان کے سینوں کی باتوں سے واقف ہیں، اور اُس نے ہمیں اپنے کلمے کا گواہ بنایا۔ اے فرشتو! ہم تمہیں گواہ بناتے ہیں کہ ہم نے اس بندے کو بخش دیا۔ وہ بندہ ہے اور میں اس کا خدا، اس کے کلمہ کا میں گواہ ہوں۔

ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ فرمایا جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ اے لوگو لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰه کے کہنے والوں پر موت کے وقت کچھ بھی گھبراہٹ نہ ہوگی۔ نہ اُن کی قبروں میں انہیں وحشت ہوگی اور نہ حشر کے دن انہیں کوئی بے چینی ہوگی سب مجھے اس وقت گویا یہ بات نظر آ رہی ہے کہ لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰه والے اپنی قبروں سے اُٹھ رہے ہیں اور اپنے سروں سے قبر کی خاک جھاڑتے اور یہ کہتے جاتے ہیں کہ اُس پاک ذات کا شکر ہے جس نے ساری تکلیفیں ہم سے دُور کر دیں اور کوئی رنج و غم ہمارے پاس نہ رکھا۔

عمل کا استثنا

ابن جریر، ابن کثیر، دُرِ منثور۔ شفیع المذنبین رحمۃ للعالمین ارشاد فرماتے ہیں کہ بعض جماعت لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰه کہنے والوں کی اپنی شامتِ اعمال کے باعث جہنم میں جائے گی۔ ایک دن ایسا اتّفاق ہوگا کہ یہودی، نصرانی اور بُت پرست لوگ اُن مسلمانوں کو جہنم میں دیکھ کر کہیں گے اے لوگو! تمہارا لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰه کہنا تمہیں کچھ بھی کام نہ آیا، ہم بُت پرست اور تم خدا پرست آج برابر آگ میں جل رہے ہیں، پس برابر ہو گیا لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰه کہنا اور بُت پرستی

کرنا۔ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جب یہ کلام کفّار کے منہ سے نکلے گا تب فوراً دریائے الٰہی جوش میں آئے گا اور وہ پاک ذات قاضی الحاجات بہت غضب ناک ہو کر فرمائے گا کہ آج ہمیں کفّار نے بتوں کے برابر کر دیا اور توحید و شرک کو یکساں بنا دیا۔ اے جبرائیلؑ جلد جاؤ اور دیکھو جہنّم میں گنہگار مسلمانوں کا کیا حال ہو رہا ہے۔ تب حضرت جبرئیل علیہ السلام عرض کریں گے الٰہی ان گنہگاروں کے حال سے تو خوب واقف ہے مگر آج کیا بات ہے جو ان گنہگار اور مسلمان قیدیوں پر رحمت کی نظر ہوئی۔ ارشادِ باری ہو گا کہ اے جبرائیل آج کافروں اور مشرکوں نے ہمارے مسلمان بندوں لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ کہنے والوں کو توحید کا طعنہ دیا اور یہ کہا کہ تمہارا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ کہنا آج تمہارے کچھ بھی کام نہ آیا۔ اے جبرائیل یہی سبب ہے کہ آج میری رحمت کا دریا ان گنہگاروں کے لیے جوش میں ہے اور اب وہ وقت بالکل قریب ہے کہ گنہگار مسلمان بخشے جائیں حضرت جبرئیلؑ یہ سن کر دوزخ کی طرف روانہ ہوں گے۔ دوزخ کا مالک آپ کو دیکھ کر اپنے آہنی منبر پر سے اترے گا اور کہے گا کہ اے حضرت آج آپ یہاں کیوں تشریف لائے ہیں۔

حضرت جبرائیل علیہ السلام فرمائیں گے کہ اے دوزخ کے مالک بتا کہ امّت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جہنّم نے کیا حال کیا۔ وہ عرض کرے گا یا حضرت آپ ان کا حال کیا پوچھتے ہیں، ان کی حالت نہایت بری ہے، و بڑے تنگ مکان میں مقید ہیں، آگ نے ان کے جسم جلا دیئے ہیں، ہڈیاں سوخ کر دی ہیں، ہاں صرف ان کے دل اور زبانیں سلامت ہیں کیونکہ وہ ایمان کی جگہ

باقی سب کچھ جل گیا ہے۔ تب حضرت جبرائیلؑ دوزخ کے مالک سے فرمائیں گے کہ جلدی پردے ہٹا دے اور دروازہ کھول دے کہ میں بھی اپنے نبیؐ کی امّت کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لوں کیونکہ مجھے رب العزت نے فرمایا ہے کہ اپنی آنکھوں سے جا کر دیکھ۔ تب مالک جہنّم کا دروازہ کھول دے گا اور سرپوش ہٹا لے گا۔ پھر حضرت جبرئیل علیہ السلام دوزخ میں جا کر دیکھیں گے کہ گنہگار مسلمان بہت بری حالت میں ہیں جب یہ لوگ حضرت جبرائیل علیہ السلام کی صورت دیکھیں گے تو مالک سے پوچھیں گے کہ اے مالک یہ کونسا فرشتہ ہے کہ ہم نے آج تک ایسا فرشتہ نہیں دیکھا تب مالک کہے گا کہ یہ حضرت جبرائیل امین ہیں جو حضرت محمدؐ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وحی لے جاتے تھے۔ اُس وقت گنہگار جہنمی لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نامِ مبارک سنتے ہی غل اور شور مچائیں گے، پھر آہ وزاری کرتے ہوئے حضرت جبرائیلؑ سے عرض کریں گے کہ اے جبرائیل علیہ السلام خدا کے لئے ہمارے نبیؐ، ہمارے شفیع سے ہمارا سلام عرض کیجئے گا اور یہ بھی کہیئے گا کہ ہم نہایت سخت عذاب میں مبتلا ہیں۔ آپ ہماری شفاعت کیجئے۔ تب حضرت جبرائیل علیہ السلام گنہگاروں سے وعدہ فرمائیں گے کہ اے گنہگارو! میں ضرور بالضرور تمہاری حالتِ زار کی خبر تمہارے شفیع کی خدمت میں عرض کروں گا۔ جب حضرت جبرائیل علیہ السلام وہاں سے رخصت ہو کر اپنے مقام پر آئیں گے تو ارشادِ رب العالمین ہوگا کہ اے جبرئیلؑ! امتِ محمدیہ کا کیا حال دیکھا۔ عرض کریں گے کہ الٰہی تو سب کچھ جانتا ہے وہ بڑے سخت عذاب میں مبتلا ہیں۔ حضرت جبرائیلؑ اس ہم کلامی کی لذت میں محو ہو کر گنہگارانِ امّت کا وعدہ بھول جائیں گے۔ اس وقت رب العزت

ارشاد فرمائے گا کہ اے جبرائیلؑ! تم امتِ محمدیہ کے گنہگاروں سے کوئی وعدہ بھی لے کر آئے تھے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام عرض کریں گے ہاں یا رب! میں نے ان سے وعدہ کیا تھا کہ ان کا سلام ان کے نبیؐ سے عرض کروں اور جو عذاب کی تکلیف ان پر گزر رہی ہے وہ بھی آپ کو سناؤں۔ تب فرمانِ رب العزت ہوگا کہ اے جبرائیلؑ جاؤ اور آپ کو اطلاع دو۔ حضرت جبرائیلؑ فوراً آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت بابرکت میں آئیں گے۔ اس وقت آپؐ ایک محل میں تشریف فرما ہوں گے جو سفید سچے موتیوں کا بنا ہوگا اور اتنا وسیع اور عظیم الشان ہوگا کہ اس کے چار ہزار طلائی دروازے ہوں گے۔ حضرت جبرائیلؑ رو رو کر عرض کریں گے کہ یا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں آپ کے گنہگارانِ امت کے پاس سے آیا ہوں جو جہنم کے عذاب میں گرفتار ہیں۔ انہوں نے آپ کو بہت ہی رو رو کر سلام عرض ک ہے اور یہ کہا ہے کہ للہ ہماری خبر لیجئے۔ اس وقت حضورؐ اس خبر کو سنتے ہی "لا الٰہ الا اللہ اے میری امت تمہارا نبی تمہاری شفاعت کے لئے حاضر ہے" کہتے ہوئے عرشِ الٰہی کے نیچے حاضر ہوں گے اور سجدے میں گر پڑیں گے پھر خدائے تعالیٰ کی وہ وہ ثنا اور حمد بیان کریں گے کہ جس کی نظیر سارے جہان میں ملے گی۔ سات دن کی مدت کے بعد حکم ہوگا کہ اے نبیؐ سر اٹھاؤ، مانگو کیا مانگتے ہو، پیارے نبیؐ جس کی چاہو شفاعت کرو۔ ہم نے تمہاری شفاعت قبول فرمائی یہ سن کر آپ سجدہ سے یا رب امتی امتی کہتے ہوئے سر کو اٹھائیں گے تب رب العباد کی طرف سے ارشاد ہوگا کہ جاؤ جس نے ساری عمر میں ایک لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہا اور شرک نہ کیا خواہ وہ کتنا ہی گنہگار رہا ہو

بھی جہنم سے نکال لو۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شفاعت کا حکم لے کر اہلِ جنت کو اطلاع دیں گے کہ اے لوگو! محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شفاعت کا دروازہ کھلوایا ہے۔ اے اہلِ جنت تم میرے ساتھ چلو اور جس کسی کو تم پہچان لو اس کو میرے ساتھ چل کر جہنم سے نکال لو۔ یہ منادی سن کر جنت کی بے تعداد مخلوق آپؐ کے ہمراہ ہو جائے گی اور حضورؐ ان کو ساتھ لے کر دوزخ کی طرف شفاعت کے لیئے تشریف لے جائیں گے۔ اُس وقت کا سماں عجیب ہی ہوگا۔ یہ وہ مبارک مجمع ہوگا کہ آج تک کبھی ابتدائے عالم سے انتہا تک کہیں نہ ہوا تھا۔ تب دوزخ کا مالک دیکھ کر گھبرائے گا اور حضور شافع یوم النشور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیئے کھڑا ہو جائے گا۔ اُس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زار زار رو کر فرمائیں گے کہ اے مالک جلدی بتا کہ میری پیاری امت کا تو نے کیا حال کیا اور انہیں کس کس طرح جلایا اور کیا کیا عذاب کیا۔ مالک عرض کرے گا یا حضرت وہ تو نہایت عذاب اور تکلیف میں پڑے ہوئے ہیں۔ ارشاد ہوگا اے مالک جہنم کا دروازہ فوراً کھول دو میں اپنی آنکھوں سے ان کا حالِ زار دیکھوں۔ تب مالک دروازہ کھول دے گا۔ اور سرپوش اٹھا دے گا۔ اللہ اکبر جس وقت دوزخی لوگ شفیع المذنبین رحمۃ للعالمین کے جمالِ باکمال کے چہرۂ انور کو دیکھیں گے نہایت چیخیں اور چلائیں گے اور یہ کہیں گے یا حضرتؐ آگ نے ہمارے جسم جلا دیئے کلیجے جلا کر خاک کر دیئے۔ منہ سوختہ بنا دیئے اور بڑے بڑے عذاب ہوتے رہے

تب آنحضرتؐ فرشتوں کو حکم فرمائیں گے کہ ان کو جہنم سے باہر نکالو۔ یہ سن کر فرشتے ان گنت مسلمان گنہگاروں کو جو جل کر کوئلہ بن گئے ہوں گے جہنم سے نکال کر

باہر ڈالیں گے۔ پھر سرورِ دوجہاں، شفیعِ مجرماں دربارِ الٰہی میں عرض کریں گے کہ الٰہی یہ لوگ اس قابل نہیں رہے کہ ان کو جنّت میں لے جاؤں۔ ربّ العباد کا ارشاد ہوگا کہ ہم نے انہیں دوزخ میں جلا کر کوئلہ بنایا تھا اور ہم ہی جنّت میں جانے کے قابل بنائیں گے چنانچہ رضوانِ جنّت کو حکم ہوگا کہ نہر الحیات کو اس طرف چھوڑ دے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرمائیں گے کہ اے فرشتو! ان جلے ہوئے کوئلوں کو اس نہر میں ڈالو۔ فرشتے ان لوگوں کو نہر میں ڈال دیں گے، تھوڑے عرصے کے بعد ایک ایک کوئلہ اور سوختہ بدن چودھویں رات کے چاند کے مانند روشن اور نورانی ہو کر نہر سے نکلے گا اور اپنے شفیع رحمۃ للعالمین کی شفاعت سے دوزخ سے آزاد ہو کر ہمیشہ کے لیے جنّت میں آباد ہو جائے گا۔ جب کفّار، مشرک، بُت پرست اور غیر اللہ کے پُوجنے والے لوگ ان مسلمان گنہگاروں کو جنّت میں جاتے دیکھیں گے تو اُس وقت تمنّا کریں گے کہ کاش ہم بھی لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہ کہہ لیتے تو آج ضرور بخش دیئے جاتے۔

اس کے بعد ملک الموت کو حکم ہوگا کہ موت کو بلاؤ۔ ملک الموت موت کو ایک بھیڑ کی صورت میں لا کر حاضر کریں گے اور تمام اہلِ جنّت و دوزخ کو پکارا جائے گا اور حکم ہوگا کہ تم اسے پہچانتے ہو۔ لوگ کہیں گے کہ ہاں یہ موت ہے۔ حکم ہوگا کہ اسے ذبح کرو۔ ملک الموت حضرت یحیٰی علیہ السلام کے ہاتھ سے موت کو ذبح کرائیں گے پھر ایک منادی فرشتہ کھڑا ہو کر پکارے گا۔ اے اہلِ جنّت ہمیشہ ہمیشہ کے لیے تمہیں جنّت مبارک رہے، اب کبھی یہاں سے نہ نکالے جاؤ گے اور نہ کبھی تمہیں موت آئے گی اور اے اہلِ دوزخ تم ہمیشہ ہمیشہ کے لیے دوزخ میں رہو، اب کبھی نہ نکالے جاؤ گے

اور نہ کبھی تمہیں موت آئے گی۔ اس خبر کو سن کر جنتی لوگ نہایت خوش ہوں گے اور اہلِ دوزخ بے حد واویلا مچائیں گے۔ قرآن مجید میں بھی اشارہ ہے کہ اے پیارے نبی ڈراؤ ان کفار کو حسرت اور غم والم کے وقت سے جب کہ آخری فیصلہ کیا جائے گا ثُمَّ لَا يَمُوْتُ فِيْهَا وَلَا يَحْيٰى یعنی جہنمی جہنم میں نہ مرے گا اور نہ آرام سے زندگی بسر کرے گا، دن رات انواع اقسام کے عذابوں میں مبتلا رہے گا اعاذنا اللہ من ذالک بوجاھۃ سید المرسلین صلی اللہ علیہ و آلہٖ و اصحابہٖ اجمعین۔

رُوح البیان۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دحیہ کلبیؓ کے مسلمان ہو جانے کی بہت تمنا تھی اور اکثر اوقات سرورِ کائناتؐ دعا بھی فرماتے تھے۔ اس کے ساتھ سات سو قرابت دار کافر تھے اور ان سب کا اسلام لانا دحیہ کے اسلام لانے پر موقوف تھا۔ آپ کی دعا قبول ہوئی۔ ایک دن اُس کے دل میں خود بخود اسلام کی محبت و صداقت پیدا ہوئی اور مسلمان ہونے کے لئے چلا۔ اُدھر حضرت جبرائیلؑ بھی چلے اور حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بشارت دی کہ یا حضرت اللہ پاک آپ کو سلام ارشاد فرماتا ہے اور بشارت دیتا ہے کہ دحیہ عنقریب آپ کی خدمت میں اسلام لانے کے لئے حاضر ہوتا ہے۔ ذرا سی دیر ہوئی اور دحیہ حضرت سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ بابرکت میں حاضر ہوئے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے شانۂ مبارک سے چادر اتاری اور دحیہ کلبی کے لئے زمین پر بچھائی، کیونکہ حضور کی شریعت کا یہی حکم ہے کہ جب کسی قوم کا سردار تمہارے پاس آئے تو تم بھی تواضع و تعظیم کے ساتھ پیش آؤ۔ دحیہ کلبی آپ کی اس خوش اخلاقی

کو دیکھ کر رونے لگے اور آپ کی چادر مبارک کو زمین سے اٹھا کر بوسہ دیا، آنکھوں سے لگا کر سر پر رکھا اور نہایت عجز و انکسار سے عرض کیا کہ یا حضرتؐ مجھے اسلام کے شرائط بتائیے اور کلمۂ طیبہ تعلیم فرمائیے فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قل لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ آپؐ نے فرمایا کہ دحیہ پہلے کلمہ طیبہ پڑھو۔ دحیہؓ نے کلمہ طیبہ پڑھا اور زار زار رونا شروع کیا۔ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دحیہ کیوں روتے ہو۔ عرض کیا حضورؐ میں نے بہت بڑے بڑے گناہ کئے ہیں، آپ اللہ پاک کے دربار میں عرض کریں کہ دحیہؓ کے گناہوں کا کیا کفارہ ہے، یا حضرتؐ اگر آپ مجھے قتل بھی کر دیں تو مجھے بسر و چشم منظور ہے اگر میرا سارا گھر بار راہ پروردگار میں لٹا دیں تب بھی مجھے قبول ہے مگر یا حضرتؐ میرے گناہ کسی طرح معاف ہو جائیں۔

آپؐ نے فرمایا کہ دحیہؓ وہ ایسے گناہ کیا ہیں عرض کیا کہ یا حضرتؐ میں نے بوجہ عار ستر معصوم لڑکیاں زندہ قتل کی ہیں تو یا حضرت میرا یہ گناہ کس طرح معاف ہوگا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ کلام سن کر ششدر رہ گئے اور دحیہ کے ظلم پر تعجب کرنے لگے آپؐ کے دل میں خیال گزرا کہ دیکھئے یہ گناہ کبیرہ کس طرح معاف ہوتا ہے۔ ادھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ خیال فرما رہے تھے ادھر دحیہؓ خاموش کھڑے روتے تھے۔ اتنے میں حضرت جبرائیل علیہ السلام تشریف لائے اور فرمایا کہ یا حضرتؐ رب العزت نے آپ کو سلام فرمایا اور بعد سلام یہ ارشاد کیا ہے کہ آپ دحیہ کلبی سے فرما دیں کہ اے دحیہؓ حق تبارک و تعالیٰ نے ایک دفعہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہنے سے تیرا ساٹھ برس کا کفر اور بت پرستی اور ساٹھ برس کے گناہ اور ستر معصوم

بچوں کا ذبح کرنا سب بخش دیا اور معاف کر دیا۔

سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، پروردگارِ عالم کا یہ مبارک حکم سنتے ہی رونے لگے اور آپؐ کے ہمراہ تمام حاضرین بھی رونے لگے، وحیہ کلبیؓ تو روتے روتے بیہوش ہو گئے۔ اسی حالت میں سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبانِ مبارک سے یہ الفاظ نکلے کہ اے باری تعالیٰ ایک کافر نے یہ کلمہ طیبہ ایک دفعہ پڑھا جس کی برکت سے تمام لمر کی بت پرستی اور قتل اور سب گناہ معاف ہو گئے۔ بھلا اگر میری امت کا کوئی متقی سلمان لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کو پڑھتے پڑھتے مر جائے وہ یوں نہ بخشا جائے گا وہ تو ضرور ہی بخشا جائے گا۔

نکتہ جہنّم کے سات دروازے ہیں اور سات طبق ہیں اور ہر طبق میں زارہا قسم کا عذاب ہے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کے سات کلمے یں جس نے سچے دل سے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کہہ لیا وہ جہنّم کے اتوں دروازوں اور ساتوں طبقوں سے محفوظ ہو کر اللہ پاک کے قلعہ امن میں اخل ہو گیا۔

انسان کے سارے جسم میں گناہ کرنے والے بارہ اعضاء ہیں۔ دو پیر، دو ہاتھ، دو کان، شرمگاہ، زبان، دل، دماغ اور دو آنکھیں۔ یہ بارہ اعضاء تمام گناہوں کی ڑ ہیں اور ان کے باعث انسان شب و روز گناہوں کے سمندر میں غرق رہتا ہے۔ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کے حروف بھی تعداد میں بارہ ہیں تو جس نے صدقِ دل سے ہا وہ سارے گناہوں سے پاک اور صاف ہو گیا۔

حصن حصین۔ وہ ذکر جس کی فضیلت کسی وقت یا سبب یا مکان کی

خصوصیت کے بغیر وارد ہوئی ہے لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ ہے کہ یہی سب سے افضل ذکر ہے (ترمذی شریف)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے میری شفاعت سے قیامت کے دن سب سے زیادہ وہ شخص بہرہ ور ہوگا جس نے خلوصِ دل کے ساتھ کلمۂ توحید ک ہوگا۔

جو شخص اس کلمہ کو کہے گا اور اس کے دل میں جو برابر بھلائی یا ایمان ہوگا وہ دوزخ سے نکلے گا اور جو شخص اس کو کہے گا اور اس کے دل میں گیہوں برابر خیر یا ایمان ہوگا وہ بھی دوزخ سے نکلے گا، اور جو شخص اس کو کہے گا اور اس کے دل ذرّہ برابر نیکی یا ایمان ہوگا وہ بھی دوزخ سے نکلے گا (بخاری شریف)

کوئی آدمی ایسا نہیں جو یہ کلمہ پڑھے پھر اسی اعتقاد پر مر جائے اور جنّت میں داخل نہ ہو، اگرچہ اس نے زنا اور چوری کی ہو، اگرچہ اس نے زنا اور چوری کی اگرچہ اس نے زنا اور چوری کی ہو (مسلم شریف)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنا ایمان تازہ کرو۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عر کیا۔ یا رسول اللہ ایمان کس طرح تازہ کریں؟ آپؐ نے فرمایا لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ کثرت سے کہا کرو (طبرانی)

اس کلمہ کا اللہ سے کوئی پردہ نہیں، یہ اس کے پاس بلا روک ٹوک پہنچ جا ہے۔ (ترمذی)

یہ کلمہ پڑھنے سے کوئی گناہ باقی نہیں رہتا اور نہ کوئی عمل اس کے برا ہے (حاکم)

اگر ساتوں آسمان اور ساتوں زمین والے ایک پلڑے میں ہوں اور لَا اِلٰہَ لّا اللّٰہ دوسرے پلڑے میں ہو تو لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کا پلڑا ان سے بھاری ہوگا (ابن حبانؒ)

جو آدمی اخلاص کے ساتھ کبھی اس کلمہ کو کہتا ہے اُس کے لئے آسمانوں کے روازے کھول دیئے جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ وہ عرش پر پہنچ جاتا ہے جب تک ناہِ کبیرہ سے پرہیز کرتا رہے۔ (ترمذی)

کتاب الصلوٰۃ (ابن قیمؒ) فرمایا ہے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جس اخیر کلام لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ہوگا وہ بہشت میں داخل ہو جائے گا اور حدیث فاعت میں ہے کہ فرماتا ہے خداوند غالب و بزرگ قسم ہے میری عزت اور بزرگی ضرور نکالوں گا آگ سے اس شخص کو جس نے کہا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ، اور ی حدیث میں ہے پس نکالا جائے گا آگ سے جس نے نہیں عمل کیا نیک کبھی، اور ن اور مسندوں میں مذکور ہے قصہ بطاقہ والے کا جس کے لئے ننانوے اعمالنامے ولے جائیں گے۔ ہر ایک اعمالنامہ بقدر درازی نظر کی ہوگا۔ پھر نکالا جائے گا واسطے س کے ایک چھوٹا سا کپڑا جس میں اس امر کی شہادت ہوگی کہ نہیں کوئی معبود سوائے ہ کے، پس غلبہ لے جائے گا اس کی بدیوں پر، اور نہیں بیان کیا گیا اس بطاقتہ میں یر کلمہ شہادت کے کچھ اور، اور اس میں بغیر اس کے کچھ ہوتا تو البتہ کہا جاتا پس کھول یئے جائیں گے واسطے اس کی نیکیوں کے اعمالنامے، پس تولے جائیں گے اس برائیوں کے ساتھ اور کافی ہے ہم کو اس میں اس کا قول پس نکالا جائے گا آگ ے جس نے کوئی نیک عمل نہیں کیا۔ اور اگر کافر ہوتا تو البتہ ہمیشہ آگ میں رہتا کبھی اس

سے نہ نکلتا۔

فتح ربانی (شیخ عبدالقادر جیلانیؒ) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہہ کر اپنے شیاطین کو اس طرح دبلا کیا کرو جس طرح کوئی شخص بار بار سوار ہونے اور بکثرت بوجھ لادنے سے اپنے اونٹ کو دبلا کیا کرتا ہے۔ اے قوم لا الٰہ الا اللہ خالص دل سے کہہ کر اپنے شیاطین کو دبلا کرو نہ کہ فقط اس لفظ سے۔ کلمۂ توحید شیاطین انس و جن کو جلا ڈالتا ہے کیونکہ یہ شیاطین کے لئے نار اور موحدین کے لئے نور ہے۔ جب کہ تیرے دل میں چند در چند معبود ہیں تو زبان سے لا الٰہ الا اللہ کیونکر کہتا ہے۔ خدا کے سو تو جس پر اعتماد رکھے اور بھروسا کرے وہ تیرا بت ہے۔ دل میں شرک ہو تو زبا توحید تجھ کو نفع نہ دے گی۔ قلب ناپاک ہو تو جسم کی طہارت بے کار ہے۔ موحد کا شیطان دبلا ہوتا ہے۔ اخلاص تمام اقوال و افعال کا لبِ لباب ہے کیونکہ یہ اگر اخلاص سے خالی ہیں تو بے مغز چھلکے کے مانند ہیں۔ چھلکا محض جلانے کے کام کا ہوتا ہے میری بات سن اور اس پر عمل کر۔ اخلاص تیری طمع کی آگ کو بجھا دے گا، نفس کے تک کو توڑ دے گا۔ ایسی جگہ نہ جا جہاں تیری طبیعت کی آگ بھڑک جائے اور دین ایمان کا گھر تباہ ہو۔ طبیعت اور ہوا و شیطان بھڑک کر تیرے دین و ایمان اور اتقا کو غارت کر دیتے ہیں۔

نکتہ لا الٰہ الا اللہ کے بارہ حروف ہیں، اس میں چار حر اسم ذات کے ہیں یعنی اللہ کے جو نہایت عظمت والے ہیں۔ سارا لا الٰہ الا اللہ، اللہ کے چار حرفوں سے بنا ہے۔ اگر اللہ کے چاروں حر

لَا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہ کے اندر سے نکال لیے جائیں تو پھر کلمہ ہی ندارد ہو جائے گا اور اگر یہ چاروں حرف دوبارہ کلمہ کو دیئے جائیں تو پھر سارا کلمہ بن کر تیار ہو جائے گا۔

اس سے معلوم ہُوا کہ اصل وجود اللہ پاک کی ذات کے لئے ہے اور ماسوائے اللہ کے سب فنا ہے اور لَا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہ میں اللّٰہ اصل ہے اور لَا اِلٰـہَ الا اللّٰہ وہی اللّٰہ ہے۔

تعوّذ کی فضیلت

تہذیب الایمان - اللہ پاک نے قرآن شریف کی تلاوت کے وقت شیطان سے بچنے اور پناہ طلب کرنے کا اس لئے حکم فرمایا کہ قرآن شریف سینوں کے مرضوں کی شفا ہے اور شیطان جو کچھ وسوسے سینوں میں ڈالتا ہے قرآن شریف ان مرضوں یعنی وسوسوں کو دور کرتا ہے۔ نمازی اپنی نماز میں قرآن شریف کی تلاوت سے باطنی بیماری اور سینوں کے مرضوں سے شفا کا طلبگار ہے، اس لئے اَعُوذُ پڑھ کر اللہ پاک کی پناہ طلب کرتا ہے اور جو اللہ پاک کی پناہ طلب کرے اس پر شیطان ہرگز قابو نہیں پا سکتا۔ لہٰذا نمازی اپنی نماز میں اعُوذ پڑھ کر شیطان کے پھندے اور مکر و فریب سے چھُوٹ کر رحمٰن کی رحمت کی چادر میں چھپ جاتا ہے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ قرآن شریف کی تلاوت کرنے والے سے فرشتے نزدیک ہوتے ہیں اور انسیت حاصل کرتے ہیں، چونکہ شیطان فرشتوں کا مخالف اور اللہ پاک کا دشمن ہے اور نماز اللہ پاک کی حضوری کا موقع ہے اس لئے نمازی قاری کو لازم ہے کہ اللہ پاک کے دُشمن کو اپنے پاس سے دُور کرنے کے لئے اس پاک ذات کی پناہ میں آجائے۔

تیسری وجہ یہ ہے کہ قرآن شریف کی تلاوت کرنے والے پر شیطان اپنے پیادے اور سوار چھوڑتا ہے تاکہ قرآن شریف کی تلاوت کرنے والا اس کے مقصود اور برکات سے باز رہے اور نفع کامل حاصل نہ کر سکے، اگر جب قرآن شریف کی تلاوت کرنیوالا اس پاک ذات رب العزّت کی پناہ میں آنے کے لئے اعوذ پڑھے گا تو شیطان کے یہ پیادے اور سوار فوراً سرنگوں ہو کر ذلیل ہو جائیں گے اور قرآن کی تلاوت کرنیوالا قرآن پاک کے خزانہ دولتِ غیبیہ سے مالا مال ہو جائے گا۔

چوتھی وجہ یہ ہے کہ نمازی اپنی نماز میں قرآن پاک کی تلاوت کے وقت اس پاک ذات سے راز و نیاز کی باتیں کرتا ہے۔ ایسے موقع پر دشمنِ خدا یعنی شیطان کو اعوذ پڑھ کر دفع کرنا ہی ضروری ہے۔

بسم اللہ کی فضیلت

تحفۃ الاسلام۔ اللہ پاک نے بسم اللہ میں تین نام فرمائے ایک نام اللہ، دوسرا نام رحمٰن، تیسرا نام رحیم۔ یہ تین نام اس لئے یاد فرمائے کہ بندہ ہر ایک کام کو، دین کا ہو یا دنیا کا، ان تین ناموں سے شروع کرے کیونکہ یہ تین نام ہر کام کی درستی پر دلالت کرتے ہیں یعنی لفظ اللہ ہر کام کے حاصل ہونے پر دلالت کرتا ہے اور لفظ رحمٰن اس کام کے باقی رہنے پر دلالت کرتا ہے اور لفظ رحیم اس کام کے فائدہ دینے پر دلالت کرتا ہے۔ جب نمازی اپنی نماز میں بسم اللہ پڑھتا ہے تو اس کے باعث بخشا جاتا ہے اور سلام کے بعد کہا جاتا ہے کہ اے نمازی تیرے لئے جنّت کے آٹھوں دروازے کُھلے ہیں جس دروازے سے جی چاہے جنّت میں چلا جا، تیری کوشش اور محنت قبول ہے۔

نکتہ بسم اللہ گویا بندے کے کام پر اللہ پاک کی طرف سے

مُہر ہے جب کوئی کام شروع کرے اُس کام کو اس مہر کے نیچے رکھتے تاکہ بندے کی بندگی معلوم ہو جائے ۔ اسی واسطے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر کام کا آغاز بسم اللہ کے ساتھ کرتے تھے اور بسم اللہ کی برکت کی دلیل یہ ہے کہ جب حضرت نوح علیہ السلام کشتی میں سوار ہوئے تو بسم اللہ مجریہا و مرسٰہا کہہ کر کشتی کو رواں کیا ۔ اور بسم اللہ کی برکت سے کشتی طوفان سے بچ رہی ۔

حکایت ۔ ایک بزرگ نے بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم لکھ کر وصیت کی کہ اس کو میرے کفن میں رکھ دینا ۔ لوگوں نے اس کی وجہ پوچھی ۔ اُنہوں نے کہا میں نے سنا ہے کہ ایک فقیر کہیں کسی امیر کے بڑے دروازے پر کھڑا ہوا سوال کرتا تھا ۔ مکان کا مالک اس فقیر کو کچھ تھوڑا سا دینے لگا ۔ اُس فقیر نے کہا کہ اے امیر یہ تیری تھوڑی سی بخشش اس بلند دروازے کے موافق نہیں ہے یا تو بخشش بلند دروازے کے موافق کر یا دروازے کو اس بخشش کے موافق کر ۔ اسی طرح بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم کتاب اللہ کا دروازہ ہے ، قیامت کے دن اس دروازے کو لیے ہوئے اُس کے مالک سے اس کے بقدرِ عظمت بخشش طلب کروں گا ۔

نکتہ ۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم کے انیس ١٩ حرف ہیں اور عذابِ دوزخ کے فرشتے بھی انیس ١٩ ہیں ، سو جو بندہ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم پڑھتا ہے قیامت کے روز انیس ١٩ موکلوں کے عذاب سے امن میں رہے گا ۔

نکتہ ۔ دن کی ساعتیں چوبیس ہیں اور پانچ ساعتوں کے واسطے پانچ نمازیں مقرر ہیں ، باقی انیس ساعتیں رہیں ۔ ان انیس ساعتوں میں انسان چلتا پھرتا ، اٹھتا بیٹھتا ، سوتا ، جاگتا ، کھاتا پیتا ہے ۔ سو بِسْمِ اللّٰہ کو ان اوقات میں پڑھنے کے لئے

مقرر کیا تاکہ امتِ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چوبیس ساعتیں عبادت میں لکھی جائیں۔

شرح مختصر ابن ابی جمرہ۔ ایک مرتبہ حضرت بشر حافیؒ کہیں چلے جاتے تھے۔ راستے میں ایک کاغذ پڑا پایا جس میں بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ لکھا ہوا تھا۔ بشرؒ سب سے بڑے بادشاہ کا نام زمین پر پڑا ہوا دیکھ کر بہت بے قرار ہوئے۔ دوڑ کر اس مبارک کاغذ کو اٹھایا آنکھوں سے لگایا اور دو درہم کا عطر خرید کر اس میں بسایا اور اپنے عمامہ میں رکھا۔ فوراً ہی غیب سے آواز آئی کہ ہمیں اپنی عزّت و جلال کی قسم تو نے ہمارے مبارک نام کو اپنی خوشبو میں بسایا، ہم تیرے نام کو اپنی خوشبو میں بسائیں گے۔ تو نے ہمارے مبارک نام کو زمین سے سر تک اٹھایا، ہم تیرے نام کو زمین سے آسمان تک پہنچائیں گے۔

درود شریف کے فضائل

اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ یعنی پیارے نبیؐ
ں نے آپ کے ذکر کو بلند و بالا کیا۔ پھر آپ کی بلندی ذکر کے ذریعے "نام" کئے اور
ہ ذکر جس کے لئے وعدے اور وعید مقرر کئے ایسا نہیں کہ صرف نام مبارک ہی
یا کرے یعنی محمدؐ، محمدؐ یا احمدؐ، احمدؐ کہا کرے کیونکہ اس میں بے ادبی کا پہلو ہے،
خود حق تعالےٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اصلی نام سے یاد نہ فرمایا بلکہ
جب کبھی خطاب کیا یا یاد فرمایا تو کسی نہ کسی صفت کے ساتھ یاد فرمایا مثلاً

یَا اَیُّھَا الرَّسُوْلُ، یَا اَیُّھَا النَّبِیُّ وغیرہ، مگر ایک دو جگہ جہاں آپؐ کے نام مبارک کے ظاہر کرنے کی ضرورت تھی، بخلاف دوسرے انبیاءؑ کے کہ ہر جگہ ان کے ناموں کی صراحت فرمائی اور خطاب بھی اصلی نام کے ساتھ کیا جیسے یَا اِبْرَاھِیْمُ یَا مُوْسٰی وغیرہ۔

الغرض آپؐ کے ذکرِ مبارک کے لیئے ایک خاص مودبانہ طریقہ مقرر کیا گیا اور وہ طریقہ بعینہٖ دعا کے مانند ہے۔ پھر اس دعا کے چند صیغے مقرر کیئے گئے اور ہر صیغے میں جدا جدا تاثیر رکھی گئی۔ پھر ان صیغوں کو ایک خاص قسم کی شرافت عطا ہوئی اور وہ نام عطا کیا گیا جو خاص معبودِ حقیقی کی عبادت کا نام ہے یعنی صلوٰۃ۔ پس معلوم ہوا کہ معبودِ حقیقی کی عبادت کا نام صلوٰۃ ہے یعنی نماز اور وہی نام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک قسم کے ذکرِ مبارک کو دیا گیا۔

فرمایا اللہ تعالیٰ نے اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا۔ یعنی بے شک اللہ اور اس کے فرشتے صلوٰۃ بھیجتے ہیں پیغمبر پر، اے ایمان والو! تم بھی ان پر صلوٰۃ اور سلام بھیجو۔ اس آیت سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کمال تعظیم پائی جاتی ہے اور اس آیت میں آپ پر درود اور سلام بھیجنے کی کمال تاکید ہے کیونکہ اللہ جلّ جلالہٗ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر پہلے اپنا درود بھیجنا اور ملائکہ کا درود بھیجنا بیان کیا اور لفظ اِنَّ سے اس مضمون کو موکّد کیا، اس کے بعد مسلمانوں کو بلفظ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا خطاب کر کے درود و سلام بھیجنے کا بتاکید حکم دیا۔ اس کی مثال یہ ہے کہ کسی بادشاہ کو اپنے سب تابعین سے

سی امیر کی تعظیم کرانی منظور ہو تو اس کی دو صورتیں ہیں، ایک یہ کہ صرف حکم دے دے کہ م فلاں کی تعظیم کرو اور دوسری یہ کہ بادشاہ خود اس امیر کی تعظیم کرے اور اپنے امرائے مقربین سے تعظیم کرائے، اس کے بعد سب رعایا و تابعین پر یہ بات بتاکید ظاہر کرے کہ ہم اور ہمارے مقربین فلاں امیر کی تعظیم کرتے ہیں، پھر بتاکیدِ تمام حکم دے کہ تم سب اس کی تعظیم کرو۔ سو اس آیت میں مثل دوسری صورت کے ہے اور ظاہر ہے کہ اس صورت میں نہایت تعظیم و تاکیدِ تعظیم ہے بہ نسبت پہلی صورت کے۔

نکتہ یہ آیت جس طرح کمالِ تعظیم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر دلالت کرتی ہے اسی طرح کمالِ فضیلتِ درود اور شرفِ درود بھیجنے والے پر دلالت کرتی ہے اس لیے کہ اس آیت کریمہ کے موافق درود بھیجنے والا وہ کام کرتا ہے جو خداتعالےٰ اور ملائکہ کرتے ہیں اور درود بھیجنا ایسا اشرف کام ہے کہ مصدرِ اوّل اس کا خداتعالیٰ اور ملائکہ ہیں۔

شفا میں قاضی ابوبکر سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا کہ خداتعالےٰ نے فرض کیا ہے اپنی خلق پر درود اور سلام بھیجنا اپنے پیغمبر پر، اور کوئی وقت مقرر نہیں کیا پس واجب ہے کہ آدمی بکثرت درود و سلام بھیجے اور غافل نہ رہے۔

صحیح مسلم میں ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی صلوٰۃ بھیجتا ہے مجھ پر ایک بار صلوٰۃ بھیجتا ہے اس پر خداتعالیٰ دس بار۔

نسائی و دارمی نے روایت کی ہے ابوطلحہ رضی اللہ عنہ سے کہ ایک دن جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور چہرہ مبارک پر خوشحالی معلوم ہوتی تھی، آپ نے فرمایا کہ بے شک جبرئیل میرے پاس آئے اور کہا کہ تحقیق تمہارا

رب فرماتا ہے کیا تمہیں خوش نہیں کرتی اے محمدؐ یہ بات کہ جو کوئی تمہاری امّت میں سے تم پر صلوٰۃ بھیجے میں دس بار اس پر صلوٰۃ بھیجوں گا اور جو سلام بھیجے تم پر تمہاری امّت میں سے میں اس پر دس بار سلام بھیجوں گا (انتہٰی) ان حدیثوں میں کمالِ فضیلت درود سلام پائی جاتی ہے۔

نکتہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خوش ہونا بہ سبب محبّت اپنی امّت کے تھا کہ ایسی نعمتِ غیر مترقبہ اور درجاتِ عالیات اُن کو عنا ہوئے۔

تفسیر قرطبی۔ کسی نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ان اللہ وملٰئکتہ یصلون علی النبی یا ایہا الذین امنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما ہ یہ کیا بات ہے تب حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ علم پوشیدہ ہے، اگر تم سوال نہ کرتے تو اس آیت مبارک کے راز سے تم کو واقف نہ کرتا۔ سمجھ لو کہ اللہ تعالےٰ نے دو فرشتے میرے لئے مقرّر فرمائے ہیں کہ جب کسی مسلمان کے آگے میرا ذکر ہوتا ہے اور وہ مسلمان مجھ پر درود شریف بھیجتا ہے تب وہ دونوں فرشتے کہتے ہیں کہ غفر اللہ لک یعنی اللہ پاک تیرے گناہوں سے درگذر فرمائے اور رحمت نازل کرے۔ تب اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے ان دونوں فرشتوں کے جواب میں کہتے ہیں، آمین۔ اور جس نے میرا نام سنا اور درود شریف نہ پڑھا تو وہ دونوں فرشتے کہتے ہیں کہ نہ بخشے اللہ تعالیٰ تجھ کو۔ تب بھی اللہ پاک اور فرشتے کہتے ہیں آمین۔

کنز العمال۔ روایت ہے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے کہ اللہ ربّ العزت

نے بہت سے نورانی فرشتے پیدا کیے ہیں جو صرف جمعہ کی رات اور دن میں اُترتے ہیں۔ ان کے ہاتھوں میں سونے کے قلم اور چاندی کی دواتیں ہیں اور نُور کے کاغذ ہوتے ہیں۔ ان فرشتوں کا صرف یہی کام ہے کہ جو درُود نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر پڑھے جاتے ہیں اس درُود کو وہ لکھ لیتے ہیں۔

نسائی نے روایت کی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی صلوٰۃ بھیجے مجھ پر ایک بار خدا تعالیٰ اس پر صلوٰۃ بھیجتا ہے دس بار اور معاف کر دیتا ہے اس کے دس گُناہ اور بلند کرتا ہے اس کے دس درجے۔

ترمذی نے روایت کی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا بہت نزدیک مجھ سے قیامت کے دن وہ لوگ ہیں جو بکثرت مجھ پر درُود بھیجتے ہیں۔

نکتہ اہلِ ذوق کے نزدیک اس حدیث کے مانند اور کوئی حدیث بیانِ فضیلتِ صلوٰۃ میں نہیں ہے۔ قُربِ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مانند کوئی فضیلت نہیں۔ یہ بات سارے کمالات و ترقیات پر شامل ہے اور درُود پڑھنے والے کے تقربِ الٰہی پر بھی دلالت کرتی ہے کیونکہ اُمتی کو جتنا زیادہ قُرب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہوگا اتنا ہی زیادہ قُرب خدا تعالےٰ سے بھی ہوگا۔

وسیلۃ العظمیٰ روایت ہے۔ زید بن ثابتؓ سے ایک روز صبح کے وقت ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نکلے۔ جب ہم مدینہ منوّرہ کے چوراہے میں پہنچے، دیکھا کہ ایک اعرابی اپنے اونٹ کی مہار پکڑے ہوئے چلا آتا ہے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریب آکر اس طرح سلام کیا السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کا جواب دیا۔ اتنے میں ایک دوسرا شخص آیا اور اس نے کہا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ اعرابی میرا اونٹ چرالایا ہے۔ اونٹ نے اس وقت آواز دی جس کے سنتے ہی حضرت سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس اونٹ کی طرف متوجہ ہوئے اور اس اعرابی سے کہا کہ تو جھوٹا ہے، چنانچہ وہ چلا گیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس اعرابی سے متوجہ ہو کر فرمایا کہ جس وقت تو یہاں ٹھہرا ہوا تھا اس وقت کیا کہا تھا۔ عرض کیا کہ میرے ماں اور باپ آپ پر فدا ہوں اس وقت میں نے یہ درود شریف پڑھا تھا کہ ”یا اللہ درود بھیج محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اتنا کہ باقی نہ رہے کوئی درود، یا اللہ برکت نازل کر محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اتنی کہ باقی نہ رہے کوئی برکت، یا اللہ درود اور سلام بھیج محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اس قدر کہ باقی نہ رہے کوئی سلام، یا اللہ درود اور رحمت نازل فرما محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اس قدر کہ باقی نہ رہے کوئی رحمت۔“

تب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ حق تعالیٰ نے مجھ پر یہ ظاہر فرما دیا تھا جب کہ وہ اونٹ اپنا عذر بیان کر رہا تھا اور فرشتوں نے اس وقت افق کو بھر دیا تھا، یعنی اس درود شریف کی برکت سے اونٹ نے اصل واقعہ بیان کر دیا اور فرشتے اس قدر نازل ہوئے کہ تمام افق ان سے بھر گیا۔

امام احمد اور ابن ماجہ نے روایت کی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو آدمی مجھ پر درود بھیجتا ہے فرشتے اس پر درود بھیجتے ہیں یعنی اس کے لئے دعائے رحمت کرتے ہیں جب تک وہ مجھ پر درود بھیجے۔

طبرانی نے اوسط میں روایت کی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص درود بھیجے مجھ پر کسی کتاب میں، اُس پر ہمیشہ فرشتے درود بھیجتے رہیں گے جب تک کہ میرا نام اُس کتاب میں رہے گا۔

حافظ ابو نعیم نے حلیۃ الاولیاء میں روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو کوئی بھول گیا مجھ پر درود بھیجنا بہک گیا راہِ جنّت سے۔

دلائل الخیرات میں لکھا ہے کہ بھول جانے سے مراد ترک ہے یعنی جو کوئی درود بھیجنا ترک کرے وہ راہِ جنّت سے بہک گیا۔ اور جب تارکِ درود بہک جانے والا ہُوا راہِ جنّت سے تو درود بھیجنے والا سالکِ راہِ جنّت ٹھہرا۔

امام مستغفری نے روایت کی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو کوئی ہر روز سو بار مجھ پر درود بھیجے اس کی سو حاجتیں پوری کی جائیں گی تیس دُنیا کی اور باقی آخرت کی۔

درود خواں جب درود شریف کو پڑھتا ہے تو وہ تین قسم کے دریاؤں میں غوطہ لگاتا ہے، ایک نورِ توحید کا دریا، دوسرا نورِ نبوت کا دریا اور تیسرا نورِ ولایت کا دریا۔ یعنی جب اللّٰھم کہا تو گویا اُس نے تمام اسمائے حُسنیٰ کی فضیلت کو پا لیا۔ چنانچہ حضرت خواجہ حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ جس نے اللّٰھم کہا اُس نے گویا تمام اسمائے حُسنیٰ کی تلاوت کر لی اور اس کے تمام فضائل کو حاصل کر لیا۔

اللّٰھم کیا بابرکت لفظ ہے کہ جس میں توحید کا نور، اسمِ ذات کا نور، اور اسمِ صفات کا نور چمک رہا ہے اور یہ رحمتِ الٰہی کا ایک ایسا بے کنار سمندر ہے کہ اس میں غوطہ مارنے والوں کو دونوں عالم میں نہال کر دیتا ہے۔ چنانچہ حضرت

شیخ عبدالوہاب متقیؒ فرماتے ہیں کہ درود شریف کو پڑھتے وقت اپنے دل میں خیال کرنا چاہیئے کہ ہم حق تعالےٰ کے کن کن نورانی اور رحمت بھرے دریاؤں میں غوطہ زنی کر رہے ہیں۔ لہٰذا جب اَللّٰھُمَّ کہے تو اپنے دل میں سوچے کہ اب ہم اُس رحمٰن اور رحیم اور اس سبوح اور قدوس کے نورِ توحید اور رحمتِ الٰہی کے دریا میں غوطہ مار رہے ہیں۔ اور جب صلی علیٰ محمدٍ کہے تو سوچے کہ اب ہم نے حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نورِ رسالت اور فضیلت کے دریا میں غوطہ لگایا ہے اور جب وعلیٰ آلہ واصحابہ وبارک وسلم کہے تب خیال کرے کہ اب ہم نے فضل اور کرامت کے دریا میں غوطہ لگایا ہے۔

حضرت انس بن مالکؓ روایت کرتے ہیں کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب منبر کی پہلی سیڑھی پر قدم مبارک رکھا تو فرمایا کہ آمین، اسی طرح دوسری اور تیسری سیڑھی پر قدم مبارک رکھا اور فرمایا کہ آمین۔ اس کے بعد تشریف شریف رکھی۔ سو معاذ بن جبلؓ نے عرض کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تین بار آمین کہنے کا کیا باعث ہے۔ ارشاد فرمایا کہ میرے پاس جبرائیلؑ تشریف لائے اور کہا کہ جو شخص رمضان شریف کو پائے اور اُس کے گناہ بخشے نہ جائیں یعنی رمضان شریف کے برکات وفیوضات اور شب قدر کی ایک ہی شب کی فضیلت کو اور کم سے کم ایک ہزار سال کی عبادت کے ثواب کو نہ پائے اور اُس پاک ذات کے مبارک دربار میں عجز وانکسار کے ساتھ اپنے گناہوں کی معافی نہ کرا لے اور اس کے بعد مر جائے تو وہ دوزخ میں جائے گا اور اللہ تبارک وتعالےٰ کی رحمت سے دُور رہے گا۔ اس پر میں نے کہا کہ آمین۔ اور جس نے اپنے ماں باپ کو پایا اور اُن سے کسی قسم کی نیکی نہ کی

اور اُن کا حق ادا نہ کیا تو وہ بھی دوزخ میں گیا اور اللہ کی رحمت سے دُور ہوا۔ تب میں نے کہا آمین۔ اور جس نے میرا ذکر کیا اور مجھ پر درُود شریف نہ پڑھا تو وہ بھی اللہ کی رحمت سے دُور ہوا اور دوزخ میں گرا، پھر میں نے کہا آمین۔ اور آپؐ فرماتے ہیں کہ اپنی مجلسوں کو مجھ پر درُود شریف پڑھ کر زینت دو کیونکہ یہ درُود قیامت کے روز تمہارے لئے نور اور روشنی ہے۔

جامع التفاسیر میں ہے کہ جو آداب حق تعالےٰ کے ذکر کے ہیں وہی آداب درُود شریف کے ہیں یعنی باوضو ہو کر قبلہ کی طرف مُنہ کر کے نہایت محبت و اخلاص کے ساتھ مسجد میں یا کسی پاک جگہ پر درُود اور سلام پڑھے۔ اور اس وقت کسی خوشبو کا ہونا اولیٰ تر ہے۔ اگر باوضو ہو تو بہت بہتر ہے ورنہ بغیر وضو کے بھی پڑھ سکتا ہے، مگر مسجد میں باوضو ہو۔

نسیم الریاض میں ہے کہ ادنیٰ درجہ درُود شریف کی کثرت کا تین سو اور تیرہ ہے اور اس کا بھید یہ ہے کہ حق تعالےٰ نے اس عدد میں ایک ایسا اثر رکھا ہے کہ اس میں فتح مندی اور ہدایت نصیب ہوتی ہے مثلاً اصحابِ جنگِ بدر بھی تین سو تیرہ ہی تھے۔

ترمذی شریف۔ ایک بار حضرت ابی ابن کعبؓ نے عرض کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں آپؐ پر کثرت سے درُود بھیجا کرتا ہوں آپ فرمائیں کہ میں کس قدر درُود بھیجا کروں۔ آپؐ نے فرمایا کہ جتنا چاہو۔ تب عرض کیا گیا کہ میرے ورد اور وظائف کے جو اوقات ہیں اس میں چوتھائی وقت۔ آپؐ نے فرمایا کہ جتنا چاہو، گر زیادہ کرو گے تو تمہارے لئے بہتر ہے۔ غرض کہ آخر کو عرض

کیا کہ میں اپنا تمام وقت دُرود شریف کے لیئے دیتا ہوں۔ تب آپؐ نے فرما
کہ اے ابی بن کعبؓ اب جتنے بھی تمہارے غم و الم ہیں وہ دُور ہو جائیں گے
جتنے بھی تمہارے گناہ ہیں وہ بخش دیئے جائیں گے۔

جامع التفاسیر۔ حضرت ابوبکرؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ و
پر دُرود شریف کے پڑھنے سے گناہوں کی نجاست اس طرح مٹ جاتی ہے جس
طرح ٹھنڈا پانی آگ کو بجھاتا ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مجھ پر کثرت سے دُرود شریف بھیجا کر
کیونکہ درود شریف کی کثرت تمہارے لیئے زکوٰۃ ہے جس کے باعث تمہیں
ثواب بھی ملے گا اور مال بھی کثیر ملے گا اور وہ پاک ذات تمہارے تمام گناہ بھی
معاف کر دے گی (جامع التفاسیر)

حصنِ حصین کے مصنّف فرماتے ہیں کہ دُرود شریف کے فضائل
اور اس کے شیریں پھل بے حساب اور ان گنت ہیں، خصوصاً تنگی اور مشکل اور حاج
کے بر آنے میں بارہا میں نے تجربہ کیا ہے یہاں تک کہ میں اکثر خوف اور ہلاکت
کی جگہ میں پھنس گیا تو ایسے نازک وقت میں حق تبارک وتعالےٰ نے دُرود شریف
کی برکت سے مجھے نجات بخشی۔

جذب القلوب میں حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ فرماتے ہیں
کہ دُنیا اور آخرت کی تکلیفوں سے نجات حاصل کرنے کے لیئے دُرود اور سلام سے
بڑھکر دوسری کیا نعمت ہو سکتی ہے کہ جس میں ذکرِ خدا و ذکرِ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم ہو۔ چنانچہ ایک نیک آدمی پر تین ہزار درم کا قرضہ باقی تھا۔ قرض خواہ نے

اس کی نالش کی۔ قاضی نے اس نیک آدمی کو ایک ماہ کی مہلت دی کہ اس عرصے میں اپنا قرضہ ادا کر دے۔ وہ بیچارہ نہایت عجز و انکسار کے ساتھ درود شریف پڑھنے میں مشغول ہوا۔ شانِ سبحان کہ اس ماہ کی ستائیسویں شب کو کوئی خواب میں کہہ رہا ہے کہ حق تعالٰی تیرا قرض ادا کرتا ہے، تو علی بن عیسٰی وزیر کے پاس جا اور اس سے کہہ کہ حضرت محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ تین ہزار دینار میرے قرض کے ادا کرنے کو دے دے۔ غرضکہ تیسری شب کو آپؐ نے خواب میں فرمایا کہ اگر وزیر خواب کی سچائی کی دلیل پوچھے تو کہہ دے کہ تو ہر روز فجر کی نماز کے بعد پانچ ہزار مرتبہ درود شریف پڑھتا ہے اور اس راز سے حق تعالٰی اور کراماً کاتبین کے سوا کوئی واقف نہیں ہے۔ اب یہ نیک آدمی خوشی کی حالت میں وزیر کے پاس گیا اور خواب کا تمام قصہ بیان کیا۔ وزیر نہایت خوش ہوا اور کہا کہ مَرحَبَا بِرَسُولِ اللّٰہِ حَقًّا بعد اس کے نو ہزار دینار اس کو عطا کئے اور کہا کہ تین ہزار قرض خواہ کو دینا اور تین ہزار سے اپنے اہل و عیال کا نان و نفقہ کرنا اور تین ہزار سے تجارت کرنا کہ ریاض ہی کی روٹی سے دل میں نور کا ظہور ہوتا ہے اور قسم دی کہ مجھ سے ہمیشہ محبت و الفت رکھنا اور جو کچھ کہ حاجت ہو بلا تکلف مجھ سے بیان کرنا۔

حضرت امام محمد غزالیؒ اور دیگر بڑے بڑے صوفیۂ کرام فرماتے ہیں کہ درود شریف پڑھنے کے وقت حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خیال کو اپنے دل میں لائے اور یہ سمجھے کہ آپؐ کی حضوری میں درود شریف پڑھ رہا ہوں اور آپ کے سینۂ پاک سے نور میرے سینے میں آ رہا ہے۔ اگر یہ مرتبہ حاصل نہ ہو تو اتنا سمجھے کہ میرا درود اور سلام آپؐ کے حضور میں پیش کیا جاتا ہے اور وہاں سے مجھ پر خدا کی

رحمتیں نازل ہوتی ہیں اور سلام کا جواب بھی آتا ہے، اور جو شخص اتنا بھی نہ سمجھے تو بیشک وہ انسان غافل ہے اور اُس کے دل میں اللہ کی رحمتوں اور اُس پاک ذات کے سلام کے جواب کی کچھ وقعت نہیں ہے۔

احسن المواعظ۔ بعض صحابہؓ سے روایت ہے کہ جس جگہ حضرت محمد مصط صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکرِ پاک ہو یا جس جگہ درود اور سلام پڑھا جاتا ہو تو اُس وقت اس جگہ سے ایسی تیز خوشبو اُڑتی ہے کہ ساتوں آسمانوں کو چیر کر عرشِ الٰہی تک پہنچ جاتی ہے۔ اسی طرح جن و انسان کے سوا تمام مخلوق کو معطر کر دیتی ہے اور وہ سب کے سب اُس مجلس والوں کے گناہوں کی مغفرت کے لئے دعا کرتے ہیں اور اہلِ مجلس کے لئے بے شمار نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور بے شمار درجے بھی بلند کئے جاتے ہیں۔

سیرتِ محمدیہ میں ہے کہ ہر شخص کے دونوں لبوں پر دو ایسے فرشتے ہیں جو اُس کے درود کے نگہبان ہیں۔

کتاب مفتاح میں ہے کہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ جو کوئی کتاب میں درود شریف لکھتا ہے تو جب تک کہ وہ کتاب برقرار ہے اُس وقت تک فر اس کے حق میں اُس کے گناہوں کی بخشش مانگتے رہتے ہیں۔

مشکوٰۃ شریف۔ احمد بن عوفؓ سے روایت ہے کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باہر نکلے اور کسی کھجوروں کے باغ میں داخل ہوئے۔ پھر آپؐ نے بہت دیر تک سجدہ کیا یہاں تک کہ مجھ کو اس بات کا خوف پیدا ہوا کہ شاید حضورؐ انتقا فرما گئے ہوں تب میں قریب آیا کہ دیکھوں کیا حال ہے۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سر مبارک اٹھایا اور فرمایا کہ کیا ہوا تم کو جو گھبرائے ہوئے ہو۔ میں نے اپنے واق

کو عرض کیا۔ پھر فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جبرائیلؑ نے مجھ سے کہا کہ خوشخبری دیتا ہوں میں آپؐ کو کہ حق تعالےٰ آپ کو فرماتا ہے کہ جو شخص آپ پر درود پڑھے اُس پر میں صلوٰۃ بھیجتا ہوں جو شخص آپؐ پر سلام کرے اُس پر میں سلام کرتا ہوں۔

نکتہ اب تک کُل اہلِ عرب بلکہ بدویوں تک یہ بات جاری ہے کہ جب سلام کرتے ہیں یا سلام کا جواب دیتے ہیں تو پھر وہ کسی قسم کا ضرر اور نقصان نہیں پہنچاتے۔ اور جب ان کو ضرر پہنچانا منظور ہوگا تو نہ سلام کریں گے اور نہ سلام کا جواب دیں گے۔ یہاں سے معلوم ہوا کہ سلام صداقت اور اخلاص کی دلیل ہے۔ اس وجہ سے حق تعالےٰ نے تمام اہلِ ایمان کو تاکید کے ساتھ حکم فرمایا وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ہمیشہ سلام عرض کیا کریں تاکہ ہر وقت دربارِ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں عقیدت اور اخلاص کا اظہار ہوا کرے۔ اسی لئے ہر نماز میں خواہ فرض ہو یا نفل دربارِ سرورِ کائناتؐ میں سلام عرض کرنا ضروری ٹھہرایا گیا کیونکہ رحمۃ للعالمین شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ مبارک مخلوق اور خالق کے درمیان تمام فیوضات حاصل کرنے کا واسطہ ہے۔ اللہ رب العزت نے اسی واسطہ کے باعث اپنے بندوں پر رحمت کے دروازے کھول دیتے ہیں اور فرشتے بھی اسی واسطے سے فیض و رحمت کے طلبگار رہیں۔ فرشتوں کا آپؐ پر درود شریف بھیجنے کا باعث بھی یہی ہے کہ یہ بھی بنی آدم کے مانند آفات و بلیّات اور غیظ و غضبِ الٰہی سے ڈرتے ہیں اور ابلیس کے واقعہ اور ہاروت و ماروت کے حادثہ سے اللہ رب العزت کی پناہ طلب کرتے ہیں۔ ان فرشتوں نے اپنی دعا کی قبولیت کے لئے درود شریف کو وسیلہ بنایا تاکہ اس کی برکت سے آفات و بلیّات سے

محفوظ رہیں۔ اس کے بعد اللہ پاک نے سارے ایمان والوں کو خواہ جن ہو خواہ انس، آفات و بلیات اور غضبِ الٰہی سے محفوظ رہنے کے لیئے اور اپنی پناہ میں آنے کے لیئے صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا۔ ارشاد فرمایا یعنی اے مسلمانو میرے محبوب پر درود شریف اور سلام بھیجا کرو۔

وسیلۃ العظمیٰ۔ روایت ہے ابی بکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تم لوگ مجھ پر زیادہ درود شریف پڑھا کرو حق تعالےٰ نے ایک فرشتہ مقرر کیا ہے کہ وہ میری قبر کے پاس رہے گا۔ میرا امتی جب مجھ پر درود پڑھے گا تو وہ فرشتہ مجھ سے کہہ دے گا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم فلاں ابن فلاں نے اس وقت آپ پر درود پڑھا ہے۔

مسالک الحنفاء۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ حق تعالےٰ نے کئی فرشتے مقرر کیئے ہیں کہ وہ فرشتے سیر کیا کرتے ہیں اور میری امت کا سلام مجھ کو پہنچاتے ہیں۔

نیز فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ جو بندہ مجھ پر درود پڑھتا ہے اُس وقت تک فرشتے اُس کے حق میں دعا کرتے ہیں جب تک کہ وہ درود شریف پڑھتا رہتا ہے۔ (کنز العمال)

ابو ذرعہ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک شخص کو خواب میں دیکھا کہ آسمان میں فرشتوں کے ساتھ نماز پڑھتا ہے۔ اس سے سببِ حصول اس درجہ کا پوچھا، اُس نے بیان کیا کہ میں نے دس لاکھ حدیثیں لکھیں، جب نام آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا آتا تھا میں درود لکھتا تھا اس سبب سے مجھے یہ درجہ ملا (انتہیٰ) اور نہ لکھنا لفظ صلی اللہ علیہ وسلم کا

ساتھ اسم مبارک کے بہت بُرا ہے۔ علمائے معتبرین نے نقل کیا ہے کہ ایک شخص حدیث لکھتا تھا اور نام مبارک کے ساتھ بسبب بُخل کاغذ کے درُود نہیں لکھتا تھا اُس کے سیدھے ہاتھ کو مرض آکلہ عارض ہُوا یعنی اُس کا ہاتھ گل گیا۔

شیخ ابن حجرؒ نے بھی نقل کیا ہے کہ ایک شخص وسلّم نہیں لکھتا تھا، صرف صلی اللہ علیہ پر اکتفا کرتا تھا۔ آپؐ نے اس شخص کو خواب میں فرمایا کہ تو کیوں اپنے تئیں چالیس نیکیوں سے محروم رکھتا ہے یعنی وسلّم چار حرف ہیں اور ہر حرف ایک نیکی اور ہر نیکی دس گونہ ثواب ہیں لہٰذا وسلّم کی چالیس نیکیاں ہوئیں۔ پس چاہیئے کہ جب اسم مبارک کے لکھے لفظ صلی اللہ علیہ وسلم کامل لکھے کسی طرح کی کوتاہی نہ کرے۔

عبیداللہ بن عمر قواریریؒ نے بیان کیا کہ ایک کاتب میرا ہمسایہ تھا، وہ مرگیا تو میں نے اُسے خواب میں دیکھا۔ میں نے پوچھا خدا تعالےٰ نے تیرے ساتھ کیا کیا۔ کہا مجھے بخش دیا۔ میں نے کہا کس سبب سے۔ کہا میری عادت تھی جب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک کتاب میں لکھتا درود بھیجتا یعنی لفظ صلی اللہ علیہ وسلم کا کتاب میں لکھتا اور زبان سے بھی کہتا۔ سو خدا تعالےٰ نے مجھے ایسا کچھ دیا کہ نہ کسی آنکھ نے دیکھا اور نہ کسی کان نے سنا اور نہ کسی کے دل میں آیا۔

حکایت۔ شیخ ابن حجر مکّی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ ایک مرد صالح نے مقرر کیا تھا کہ ہر رات سوتے وقت درُود بعددِ معیّن پڑھا کرتا تھا۔ ایک رات خواب میں دیکھا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُس کے پاس تشریف لائے اور اُس کا تمام گھر روشن ہو گیا۔ آپؐ نے فرمایا لا اس مُنہ کو جو درُود شریف بہت پڑھتا ہے کہ میں بوسہ دوں۔ اُس شخص نے شرم کی اور اپنا رخسارہ سامنے کیا جناب رسول اللہؐ

نے اُس کے رخسار پر بوسہ دیا۔ اس کے بعد وہ بیدار ہُوا تو سارے گھر میں مشک کی خوشبو بھری ہوئی تھی اور ایک ہفتہ تک اُس کے رخسارہ میں مشک کی خوشبو باقی رہی۔

شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے ترجمہ مشکوٰۃ شریف میں ذکر کیا ہے کہ جب میں مکہ معظمہ سے مدینہ طیبہ کو بقصدِ زیارت قبرِ اطہر چلا شیخ عبدالوہاب متقیؒ نے بوقتِ رخصت فرمایا کہ جان لو اس راہ میں کوئی عبادت بعد فرائض کے مثل درود کے نہیں ہے، پس تم اپنے سب اوقات اسی میں صرف کیجیو۔ میں نے کہا کہ کوئی عدد معیّن ہو۔ اُنہوں نے فرمایا یہاں تعیّنِ عدد شرط نہیں ہے، اتنا پڑھو کہ درُود کے رنگ میں رنگ جاؤ اور اس میں مستغرق ہو جاؤ۔

ابونعیمؒ نے حلیہ میں روایت کی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص جمعہ کے دن مجھ پر سَو بار درُود بھیجے قیامت کے دن اس کے ساتھ ایسا نور ہوگا جو اگر ساری خلق پر تقسیم کیا جائے تو سب کے لئے بس ہو یعنی سب کو نُورانی کر دے” اور دیلمی نے روایت کی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص جمعہ کے دن مجھ پر سو بار درُود بھیجے اُس کے اسّی برس کے گناہ بخشے جائیں گے۔

شاہ ولی اللہ محدثؒ نے فیوض الحرمین میں لکھا ہے کہ میں مکہ معظمہ میں تھا، مکان مولد شریف میں بروزِ ولادت شریف لوگ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درُود بھیجتے تھے اور آپؐ کے معجزات بیان کرتے تھے جو بوقتِ ولادت ظاہر ہوئے تھے اور حالات ماقبل نبوت کا تذکرہ کرتے تھے۔ میں نے دیکھا کہ یکبارگی

انوار بلند ہوئے، میں نہیں کہہ سکتا کہ میں نے دیدۂ جسم سے دیکھا یا دیدۂ روح سے خدا جانے کیا حال تھا، سو میں نے ان انوار میں تامل کیا اور معلوم ہوا کہ وہ انوار فرشتوں کے ہیں جو ایسی مجالسِ متبرکہ کے لئے مقرر ہیں اور میں نے دیکھا کہ انوارِ ملائکہ سے انوارِ رحمت بھی ملے ہوئے ہیں۔

طبرانی نے اوسط میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا دعا محجوب رہتی ہے یعنی رکی جاتی ہے مقبولیت سے جب تک درود نہ بھیجے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر۔ اور ترمذی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے نقل کی ہے کہ انہوں نے کہا کہ دعا ٹھہرائی جاتی ہے درمیان زمین و آسمان کے، نہیں چڑھتی ہے اس میں سے کچھ جب تک درود نہ بھیجے تو اپنے پیغمبر پر۔ ابو سلیمان دارانیؒ نے کہا ہے جسے کچھ حاجت ہو وہ بکثرت درود پڑھے۔ پھر خدا تعالیٰ سے اپنی حاجت مانگے اور ختم بھی درود پر کرے، خدا تعالیٰ دونوں درودوں کو تو بے شک قبول کریگا اور وہ کریم ہے ایسا نہ کرے گا کہ بیچ کی چیز کو چھوڑ دے۔

نکتہ سِرّ اس بات کا کہ درود سب اوراد و اذکار سے افضل ہے یہ ہے کہ ہر ذکر کی خوبی یہی ہے کہ عبادتِ الٰہی ہے اور افضل جملہ عبادات ایمان ہے اور درود مضمونِ ایمان پر مشتمل ہے ساتھ زیادتی کے، کیونکہ ایمان عبارت ہے اقرار الوہیتِ خدا تعالیٰ اور نبوتِ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے اور درود میں درخواست ہوتی ہے خدا تعالیٰ سے نازل کرنے رحمتِ خاصّہ کاملہ کے جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر، پس اس میں بے شک اقرار الوہیتِ خدا تعالیٰ اور نبوتِ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہوا اور اس کے ساتھ تضرع اور اظہارِ حاجت ہے جنابِ الٰہی

ہیں اور ظہورِ محبت ہے ساتھ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے۔

قولِ بدیع میں امام سخاویؒ نے درود شریف پڑھنے کے خاص اوقات احادیث اور آثار سے بیان کئے ہیں۔ وہ یہ ہیں۔

وضو کے بعد۔ تیمم کے بعد۔ غسلِ جنابت کے بعد۔ نماز میں اور بعد نماز کے۔ اقامت کے وقت۔ صبح کے بعد۔ مغرب کے بعد۔ التحیات میں۔ قنوت میں۔ تہجد کے لئے اٹھنے کے وقت اور بعد تہجد کے۔ جب کسی مسجد میں گزر ہو اور مسجد کو دیکھنے کے وقت مسجد میں داخل ہونے کے وقت اور نکلتے وقت۔ بعد جواب دینے مؤذن کے۔ جمعہ کے روز اور جمعہ کی رات میں۔ ہفتہ، اتوار، پیر اور منگل کے روز۔ جمعہ کے خطبہ میں عیدین کے خطبہ میں۔ استسقاء میں۔ کسوف کے وقت۔ خسوف کے وقت۔ عیدین کی تکبیروں کے وقت۔ جنازہ میں۔ میت کو قبر میں اتارنے کے وقت۔ رجب میں شعبان میں۔ کعبہ شریف کو دیکھنے کے وقت۔ صفا اور مروہ پر۔ تلبیہ سے فارغ ہو کر۔ حجر اسود کے بوسہ کے وقت۔ ملتزم کے پاس۔ عرفہ کے دوپہر کے بعد۔ مسجد خیف میں۔ مدینہ منورہ کے دیکھنے کے وقت۔ قبر شریف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے وقت۔ جب کبھی اس مبارک جگہ پر نظر پڑ جائے جہاں شہنشاہِ دو عالم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہوئے ہوں۔ بیع کے وقت۔ کتابت کے وقت۔ وصیت کے وقت۔ نکاح کے خطبہ میں۔ صبح کے وقت۔ شام کے وقت۔ جب سونے کا ارادہ ہو۔ سفر کے ارادہ کے وقت۔ سواری پر سوار ہوتے وقت۔ جب نیند اچٹ جائے۔ بازار میں جانے کے وقت۔ دعوت میں جانے کے وقت۔ گھر میں داخل ہوتے وقت۔ خطبہ میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے بعد۔ غم کے وقت

مصیبت اور سختی کے وقت۔ محتاجی اور فقیری میں۔ ڈوبنے کے وقت۔ طاعون میں۔ دعا کے شروع اور درمیان اور آخر میں۔ جب کان میں آواز ہونے لگے۔ جب پاؤں سُن ہو جائیں۔ چھینکنے کے وقت۔ جب کسی چیز کو بھول جائے اس کے یاد آنے کے وقت۔ جب کوئی چیز اچھی معلوم ہو۔ مولی کھاتے وقت۔ جب گدھے کی آواز سنے۔ گناہ سے توبہ کرنے کے وقت۔ جب کوئی حاجت پیش آئے۔ جب کسی شخص پر تہمت لگائی جائے اور وہ اسے بری معلوم ہو۔ دوستوں سے ملنے کے وقت۔ جب چند آدمی مجلس سے اٹھنے لگیں۔ قرآن شریف ختم کرنے کے وقت۔ حفظ کرنے کے وقت۔ مجلس ختم ہونے کے وقت۔ جس مجلس میں اللہ تعالےٰ کے ذکر کے لئے جمع ہوں۔ بات کرنے کے وقت۔ علم پڑھنے اور پڑھانے کے وقت۔ وعظ کہنے کے وقت۔ فتوےٰ دینے کے وقت۔ حکم کرنے کے وقت۔ جب اسم مبارک محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لکھے۔

دعا کی فضیلت

حصن حصین۔ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے دعا عبادت کی جڑ ہے، پھر آپؐ نے یہ آیت پڑھی " لوگو! تمہارا پروردگار فرماتا ہے کہ ہم سے دعائیں مانگتے رہو۔ ہم تمہاری دعا قبول کریں گے (سنن اربعہ، ابو داؤد۔ ترمذی)

دعا مومن کا ہتھیار ہے، دین کا ستون ہے، آسمان و زمین کی روشنی ہے۔ (حاکم)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک ایسی قوم کے پاس سے گزرے جو کسی بلا

میں گرفتار تھی۔ آپؐ نے انہیں دیکھ کر فرمایا کیا یہ لوگ (آرام و راحت کے زمانہ میں) اللہ سے عافیت نہیں مانگا کرتے تھے (بزار)

جو کوئی مسلمان اللہ تعالےٰ کی طرف کوئی چیز مانگنے کے لیے اپنا منہ اٹھاتا ہے تو اللہ تعالےٰ اس کا سوال ضرور پورا کر دیتا ہے، یا تو مانگی مراد مل جاتی ہے یا اس کے واسطے آخرت میں اسے ذخیرہ کر دیتا ہے (مسند احمد)

حدیثِ قدسی میں آیا ہے کہ اے میرے بندو تم سب گمراہ ہو مگر ہیں جسے سیدھی راہ دکھا دوں، اے میرے بندو مجھ سے ہدایت طلب کرو میں تمہیں ہدایت دوں گا۔ اے میرے بندو تم سب کے سب ننگے، برہنہ ہو مگر ہیں جسے کپڑا پہنا دوں، مجھ سے کپڑا مانگو میں دوں گا۔ اے میرے بندو تم سب کے سب بیمار ہو مگر ہیں جسے تندرست رکھوں، مجھ سے شفا مانگو میں شفا دوں گا۔ اے میرے بندو تم سب کے سب محتاج اور فقیر ہو مگر ہیں جسے غنی اور تونگر کروں۔ مجھ سے غنا طلب کرو میں تمہیں غنی کروں گا۔ مجھے پکارو میں سنوں گا۔ مجھ سے دعا کرو میں دوں گا۔ اور قرآن مجید میں اس سارے مضمون کو ایک آیت میں بیان کیا ہے کہ واللہ الغنی وانتم الفقراء یعنی اللہ ہی غنی ہے اور تم سب فقیر اور محتاج ہو۔ فقیر کا کام مانگنا اور ربِ غنی کا کام دینا ہے۔ بے شک

اللھم اھدنی

دعا قبول ہونے کے چند اسباب ہیں۔ پہلا سبب اعمال صالحہ بجا لانا ہے یہ دعا کے قبول ہونے کے لئے نہایت اعلیٰ درجے کا وسیلہ ہے۔

نزہۃ النواظر۔ حضرت حذیفہ مرعشیؒ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ حضرت ابراہیم ادہمؒ کے ساتھ تھا اور کئی روز سے کھانا نہیں کھایا تھا۔ فاقہ کی تکلیف سے چہرہ

زرد اور ہاتھ پاؤں سرد ہو گئے تھے جب کوفہ کے ایک ویران مکان میں پہنچے تو آپ نے فرمایا کہ حذیفہؓ تمہارے چہرے پر بھوک کے آثار معلوم ہوتے ہیں۔ عرض کیا کہ ہاں یا حضرت۔ تب آپ نے فرمایا کہ دوات قلم اور کاغذ مجھے لا دو۔ اس عاجز نے بموجب ارشاد حاضر کیا اور آپ نے اس پر یہ تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم انت المقصود بکل حال والمشار الیہ بکل معنی انا حامد انا شاکر انا ذاکر انا جائع انا عاری ھی ستۃ وانا الضمین بنصفھا فکن الضمین بنصفھا یا باری

یعنی ہر حال میں ہر شے کا تو ہی مقصود بالذات ہے۔ ہر قسم کے معنی کا تیری طرف اشارہ ہے یعنی ظاہر و باطن میں ہر شے کا مطلوب و مقصود تو ہی ہے۔ میں تیری حمد کرتا ہوں، شکر کرتا ہوں اور تیرا ذکر کرتا ہوں۔ میں بھوکا بھی ہوں اور ننگا بھی اور بے آرام بھی، خداوندا یہ چھ باتیں ہیں ان میں سے پہلی تین باتوں یعنی حمد و شکر اور ذکرِ الٰہی کا بجا لانا میرا ذمّہ ہے اور پچھلی باتیں یعنی بھوک، پیاس اور لباس کا نہ ہونا۔ ان تکالیف کا دفع کرنا اے خدا تو اپنے ذمّے لے۔

پھر حضرت حذیفہؓ سے کہا کہ جاؤ اور اللہ پاک کے سوا کسی کا خیال دل میں نہ لانا اور جو شخص سب سے اول تمہیں ملے اُسے یہ کاغذ دینا۔ حضرت حذیفہؓ کہتے ہیں کہ جب میں اس پرچہ کو لے کر چلا تو سب سے پہلے مجھے ایک شخص جو خچر پر سوار تھا ملا۔ میں نے اُس کو وہ پرچہ دیا۔ اُس نے پڑھا تو زار زار رونا شروع کیا اور پوچھا کہ اس کا لکھنے والا کہاں ہے۔ میں نے کہا کہ فلاں ویرانہ مکان میں ہے۔ اُس نے اسی وقت چھ سو اشرفیوں کی ایک تھیلی نکال کر مجھے دی اور کہا کہ یہ انہیں دے دینا۔ میں

بہ تسلی کیے کہ حضرت ابراہیم ادہمؒ کی خدمت میں پہنچا اور سارا قصہ بیان کیا۔ فرمایا کہ وہ شخص نصرانی تھا اور وہ ابھی حاضر ہوتا ہے۔ تھوڑی دیر میں وہی شخص آیا اور جناب کے قدموں پر گر کر مشرف با سلام ہوا۔ سبحان اللہ! خاصانِ خدا کی دعا یوں قبول ہوتی ہے۔

دوسرا سبب دعا کی قبولیت کا توبہ اور استغفار ہے استغفروا ربکم انہ کان غفارا یرسل السماء علیکم مدرارا ویمددکم باموال وبنین ویجعل لکم انہارا ما لکم لا ترجون للہ وقارا وقد خلقکم اطوارا۔ باری تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ لوگو توبہ استغفار کرو اللہ سے وہ تمہارا بخشنہار ہے، بارش برسائے گا اور اولاد و مال تمہاری مدد کرے گا، تمہیں نہریں اور باغ عطا کرے گا، پھر تمہیں کیا ہوا جو اپنے اللہ کی تعظیم نہیں کرتے جس نے تمہیں رنگ برنگ پیدا کیا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جس بندہ نے ہمیشہ کے لیے توبہ و استغفار کرنا لازم کر لیا تو اللہ تعالیٰ اسے ہر طرح کی مصیبت اور قلت اور روزی کی تنگی سے بچائے گا، اور قیامت کے روز اپنے دامنِ رحمت و مغفرت میں چھپائے گا۔

دعا کے قبول ہونے کا تیسرا سبب یہ ہے کہ کسی نبی یا مرسل یا ولی کامل کا ذ
اور وسیلہ پروردگارِ عالم کے دربار میں پیش کر کے دعا مانگی جائے

نسائی۔ ترمذی۔ بیہقی۔ عثمان بن حنیفؓ کہتے ہیں کہ ایک نابینا
سردارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ یا حضرت آپ

یرے لئے دعا کریں کہ اللہ تعالےٰ میری آنکھیں روشن کر دے۔ آنجناب رسالتماب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اچھا جاؤ وضو کرو اور دو رکعتیں آنکھیں روشن ہونے کے ارادہ سے پڑھو اور جب نماز سے فارغ ہو جاؤ تب یہ دعا کرو کہ اے اللہ پاک! سوال کرتا ہوں اور متوجہ ہوتا ہوں بوسیلہ تیرے پیارے نبی کے جن کا نام مبارک محمد ہے اور لقب نبی الرحمۃ ہے۔ اے محمد! میں توجہ کرتا ہوں آپ کے وسیلہ سے اللہ پاک کی طرف اور سوال کرتا ہوں کہ الہ العالمین میری آنکھیں روشن کر دے۔ ادھر دعا کی ادھر اس اندھے کی آنکھیں روشن ہوئیں۔

بخاری شریف۔ جب قحط سالی ہوتی حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ جناب باری میں عرض کرتے کہ الٰہی پہلے تو ہم تیرے رسول مقبول اور اپنے نبی کے وسیلہ سے بارش مانگتے اور تو بارانِ رحمت برساتا تھا، اور اب ہم اپنے نبی کے بوڑھے چچا کے وسیلہ سے بارش مانگتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا یہ قول سن کر حضرت عباسؓ فرماتے۔ الٰہی تیرے نبی کی امت نے مجھے وسیلہ بنایا ہے، میرے بڑھاپے کی لاج رکھ لے، فوراً بارانِ رحمتِ الٰہی کا فیضان شروع ہو جاتا اور بارش برسنے لگتی۔

قبولیتِ دعا کا چوتھا سبب دعا کے وقت اسمِ اعظم کا پڑھنا ہے۔ محدثین اور مفسرین نے بے حد کوشش کے بعد چند روایتیں نقل فرمائی ہیں۔

تفسیر کبیر میں ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ اللہ پاک کا اسمِ اعظم الحیّ القیوم ہے۔ امام فخر الدین رازیؒ فرماتے ہیں کہ جنگِ بدر کے موقع پر سخت بے چینی اور بے قراری کی حالت میں سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ میں دعا کرتے تھے

تو اسی اسمِ اعظم یا حَیُّ یا قَیُّوم کو زبانِ مبارک سے تلاوت فرماتے تھے۔

ترمذی شریف۔ اسماء بنت یزیدؓ کہتی ہیں کہ جناب سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسمِ اعظم ان دو آیتوں میں ہے پہلی آیت والٰھکم الٰہ واحد لا الٰہ الا ھو الرحمن الرحیم ہ اور دوسری آیت اللہ لا الٰہ الا ھو الحی القیوم ہ ہے۔

الترغیب والترھیب۔ ایک بزرگ نے اللہ پاک کے دربار میں عرض کیا تھا کہ الٰہی مجھے وہ اسمِ اعظم جس کی برکت سے دعا قبول ہو جائے بتا دیجئے۔ رات کو خواب میں دیکھا کہ آسمان کے ستاروں میں یہ لکھا ہوا ہے یا بدیع السموٰت والارض یا ذا الجلال والاکرام

ابو داؤد۔ سعد بن ابی وقاصؓ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت یونس علیہ السلام کی دعا جو آپ نے مچھلی کے پیٹ میں کی تھی کہ لا الٰہ الا انت سبحانک انی کنت من الظالمین ہ قبولیت کے لئے اور رنج و غم دفع کرنے کے لئے اکسیر اعظم ہے۔ خود قرآن مجید میں ارشاد ہے کہ جب یونس علیہ السلام نے اندھیروں میں لا الٰہ الا انت سبحانک انی کنت من الظالمین ہ کہا تب ہم نے یونسؑ کو غم سے نجات دی۔

ابو عبداللہ مغربیؒ فرماتے ہیں کہ میں ایک رات خواب میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت اور دیدار مبارک سے مشرف ہوا اور میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میری ایک حاجت ہے میں کیا پڑھوں حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دو رکعتیں پڑھ اور چار

سجدوں میں چالیس چالیس مرتبہ لا الٰہ الا انت سبحانک انی کنت من الظالمین ٥ پڑھ انشاء اللہ تیری مراد بہت جلد بر آئے گی۔ چنانچہ مراد بر آئی۔

پانچواں سبب دعا کے قبول ہونے کا یہ ہے کہ کسی متبرک مقام میں دعا کی جائے مثلاً خانہ کعبہ، یا میدانِ عرفات، کوہ صفا و مروہ، یا مزدلفہ، یا بیت المقدس یا مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں جا کر دعا مانگی جائے یا کوئی نیک عمل کرتے وقت دعا مانگی جائے مثلاً پنجگانہ نماز کے بعد، یا روزہ افطار کرتے وقت، یا تلاوتِ قرآن شریف کے بعد، زکوٰۃ دینے اور خیرات کرنے کے بعد۔ حدیث پڑھانے کے وقت اور وعظ و نصیحت کے بعد۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ارشاد فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ بندہ کی دعا قبول ہوتی ہے مگر بندہ جب تک جلدی نہ کرے۔ عرض کیا یا حضرتؐ جلدی کرنے کے کیا معنی۔ فرمایا جب بہت دفعہ دعا کر چکے اور قبولیت کا اثر نہ دیکھے تو یہ کہے کہ خدائے پاک میری دعا قبول نہیں فرماتا پھر میں کیوں دعا مانگوں، یہ خیال کر کے دعا کرنی چھوڑ دیتا ہے۔ پس ایسے شخص کی دعا قبول نہیں ہوتی۔

طہارت القلوب۔ حضرت ابی سعیدؓ سے روایت ہے کہ فرمایا جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ جب کوئی بندہ مسلمان دعا کرتا ہے گر کسی ناجائز بات کی دعا نہ کی ہو اور نہ کسی اپنے بیگانے مسلمان کی مضرت کی دعا کی ہو تو وہ دعا ضرور قبول ہوتی ہے لیکن اس کا اثر یا تو یہاں دنیا ہی میں ظاہر ہو جاتا ہے یا اس کا

اثر دوسری صورت میں نظر آتا ہے کہ کوئی آسمانی یا دُنیوی بلا اور مصیبت جو اس بند پر نازل ہونے والی تھی وہ اس دعا سے دفع ہو گئی اور اسے اس کی خبر نہ ہوئی، یا اس کی دعا کا اثر قیامت میں ظاہر ہو گا جو نہایت ضرورت کا وقت ہے اور وہاں ہر ایک مسلمان یہ تمنّا کرے گا کہ کیا اچھا ہوتا اگر میری ایک بھی دعا دُنیا میں قبول نہ ہوتی۔

حدیث شریف میں وارد ہے کہ قیامت کے دن اللہ پاک اپنے بندوں کو سامنے بلا کر فرمائے گا کہ اے بندو! دُنیا میں ہم نے تمہیں حکم دیا تھا کہ تم دعا کرو ہم قبول کریں گے۔ بندے عرض کریں گے کہ ہاں اے رب، تب ارشاد ہو گا کہ تم نے جو دعائیں دُنیا میں مانگیں ہم نے وہ سب قبول فرمائیں۔ اے بندو دیکھو تمہاری فلاں دن فلاں وقت کی فلاں دعا کا اثر دُنیا میں ظاہر کر دیا تھا۔ عرض کریں گے ہاں بے شک خداوندا۔ ارشاد ہو گا کہ تمہاری فلاں فلاں دُعا فلاں فلاں وقت ہم نے قبول فرمائی مگر ہم نے اس کا اثر بدل دیا۔ اُس دعا کے بدلے تم پر فلاں مصیبت آنے والی تھی، ہم نے تمہاری دعا کے سبب وہ مصیبت رفع کر دی اور تمہیں اس صدمہ سے بچا لیا۔ عرض کریں گے ہاں بے شک خداوندا ایسا ہی ہوا تھا۔ پھر ارشاد ہو گا کہ اے بندو تم نے فلاں دن فلاں وقت فلاں فلاں دعائیں مانگی تھیں مگر ہم نے اس کا کوئی نتیجہ دُنیا میں ظاہر نہیں کیا بلکہ آج کے دن کے لئے رکھ چھوڑا تھا۔ لو یہ تمہاری امانت موجود ہے۔ پھر جو کچھ اُن کے سامنے اُن کی دعاؤں کے ثمرے آئیں گے تو سب کے سب یہ تمنا کریں گے کہ الٰہی کاش ہماری کسی دعا کا اثر دُنیا میں ظاہر نہ ہوتا۔ ساری کی ساری دُعائیں آج کے دن کے لئے جمع رہتیں تو کیا اچھا ہوتا۔

الترغیب والترہیب۔ حضرت مالک اشجعی صحابیؓ کے بیٹے عوفؓ کسی لڑائی میں کافروں کے ہاتھ قید ہو گئے۔ عوفؓ کی والدہ بہت ہی رونے لگیں اور کھانا پینا سب چھوٹ گیا۔ تب عوفؓ کے والد حضرت مالک رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حضوری میں حاضر ہو کر عوفؓ کی والدہ کے رونے دھونے کا حال عرض کیا۔ آپ نے سنتے ہی فرمایا کہ کسی طرح عوفؓ کو یہ کہلا بھیجو کہ وہ اٹھتے بیٹھتے۔ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ کا وظیفہ کرے۔ اسی وقت سانڈنی سوار عوفؓ کے پاس بھیجا اور وظیفہ شریف پڑھنے کی بہت تاکید کر دی۔ عوفؓ نے لاحول کا وظیفہ پڑھنا شروع کر دیا۔ قدرت رب العزت سے کہ دو چار دن کے بعد عوفؓ کی بیڑیاں اور ہتھکڑیاں گر کر ٹوٹ پڑیں اور فوراً قید خانے سے باہر نکلے۔ قدرتِ الٰہی سے دروازہ کے پاس ایک سانڈنی کھڑی پائی۔ عوفؓ اس پر سوار ہو کر مدینہ طیبہ چلے۔ چند قدم چلے ہوں گے کہ سامنے سے مدینہ منورہ نظر آیا۔ عوفؓ مدینہ طیبہ میں داخل ہوئے۔ گھر والے دیکھنے کے لئے دوڑے اور آپ کی ماں سے کہا کہ لو مبارکہ! عوفؓ زندہ سلامت آ گئے۔ گھر والے بہت خوش ہوئے۔ ماں نے کلیجہ سے لگایا اور شہنشاہِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی۔ عوفؓ نے اپنی سواری کی سانڈنی کا فتوے پوچھا، آپؐ نے فرمایا کہ وہ تمہارا مال ہے جو جی چاہے کرو۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کتاب ازالۃ الخفا عن خلافۃ الخلفاء میں نقل کرتے ہیں کہ حضرت امیر المومنین عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالےٰ عنہ نۂ خلافت میں ایک وقت بارش کی کمی ہوئی۔ اس سال آپ جہاد کے لئے

لشکر اسلام کے آراستہ کرنے اور فوج کی روانگی میں مشغول تھے۔ نماز استسقاء کے ادا کرنے کا آپ کو مطلق خیال نہ رہا۔ لیکن اس وقت کوئی صحابیؓ مزار پُر انوار آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کے لئے حاضر ہوئے۔ اتفاقاً صلوٰۃ وسلام عرض کرتے کرتے وہیں سو گئے۔ ان صحابیؓ نے خواب میں دیکھا کہ رحمۃ للعالمین علیہ الصلوٰۃ والسلام مزار مبارک سے باہر تشریف لائے اور یہ فرمایا کہ جاؤ عمرؓ سے کہو کہ بہت ہوشیار اور نہایت خبردار ہو جاؤ اور صلوٰۃ استسقاء ادا کرو کیونکہ بندگانِ خدا کی حالت تنگ ہو گئی ہے۔ ان صحابیؓ کی مارے خوشی کے آنکھ کھل گئی اور فوراً حضرت فاروق اعظمؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور جو کچھ خواب میں دیکھا تھا وہ سب عرض کر دیا اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پیغام پہنچا دیا۔ آپ سیدِ ابرار صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ پیغام سن کر زار زار روئے۔ دوسرے دن استسقاء کی نماز ادا کی اور دعا کے لئے نہایت عجز وانکسار کے ساتھ اپنے دونوں ہاتھ حضور رب العزت کی بارگاہ میں بارش مانگنے کے لئے پھیلائے۔ سبحان اللہ! فوراً ابر نمودار ہوا اور بہت ہی زور شور سے مینہ برسنے لگا۔ نمازی لوگ اپنے اپنے گھر چلے گئے۔ جب بارش موقوف ہوئی تو ہر ایک جانب سے لوگ مدینہ طیبہ میں آئے۔ ان میں سے ایک شخص نے یہ بیان کیا کہ میں فلاں وقت اور فلاں دن اور فلاں ساعت اپنے کھیت میں کھڑا تھا کہ یکایک ابر کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا آسمان پر پیدا ہوا اور بہت جلد جلد بڑھنے لگا۔ میں اس وقت اللہ پاک کی رحمت کے آثار کا مشاہدہ کر رہا تھا کہ اچانک اس ابر میں سے آواز آئی کہ اے ابر جلد چل اور بارش برسا کیونکہ عمرؓ کی فریاد آسمان پر پہنچ گئی ہے۔ اس بیان کو مطابق کیا گیا تو خاص وہی وقت تھا کہ جب امیر المومنین حضرت عمرؓ منبر پر کھڑے

بارش کے لئے دعا کر رہے تھے۔ سبحان اللہ وبحمدہٖ! بندۂ مومن جب دعا کرتا ہے اسی وقت اللہ تعالیٰ اس کو مقبولیت کا جامہ پہناتا ہے۔

سلک السلوک۔ اہلِ جہان کو معلوم ہو کہ آدمی کے لئے ناز و نعمت میں شکر سے بڑھ کر کوئی جائے قرار نہیں، اور نیاز و غنا میں دعا سے بڑھ کر کوئی جائے قرار نہیں۔ دعا کو وہ درجہ حاصل ہے جو کسی عبادت کو حاصل نہیں، اس لئے کہ عبادتوں میں سے بعض دن کا وظیفہ ہیں جیسے نماز فریضہ، بعض رات کا وظیفہ ہیں۔ بعض کے نزدیک ہفتے کا جیسے نماز جمعہ، بعض وظیفے مہینوں کے ہیں جیسے ماہِ رمضان کے روزے، اور بعض وظیفے سال کے ہیں جیسے زکوٰۃ، قربانی، اور بعض وظیفے عمر کے ہیں جیسے حج۔ لیکن دعا ایک ایسی چیز ہے جو پاک و ناپاک، محتاط و بے باک اور آقا و غلام سے صبح و شام جائز ہے۔ بزرگوں کا قول ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کو جس نام سے بڑے عجز و نیاز سے بلائے اسے قبول کرتا ہے۔

سنو! سنو!! ایک دفعہ کوئی شخص سلطان العارفین شیخ بایزید بسطامیؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ اے خواجہ! اللہ تعالیٰ کا کونسا نام بزرگ ہے؟ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے سب نام بزرگ ہیں، خورد کونسا ہے، خدا کے سبھی نام بزرگ ہیں۔ لیکن دعا کا راستہ پاک ہونا چاہیئے یعنی دل۔ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَقْبَلُ الدُّعَاءَ مِنْ قَلْبٍ غَافِلٍ (بے شک اللہ تعالیٰ غافل دل کی دعا کو قبول نہیں کرتا) اور یہ بھی کہتے ہیں کہ اَلدُّعَاءُ بِلَا عَمَلٍ کَالْقَوْسِ بِلَا وَتَرٍ (بغیر عمل کے دعا ایسی ہے جیسے بے تانت کی کمان) تین دعائیں ہیں جو کبھی رد نہیں ہوتیں۔ والدین کی دعا، مسافر کی دعا اور مظلوم کی دعا۔ اور

ہر آدھی رات کو یہ ندا آسمان سے آتی ہے۔

هَلْ مِنْ دَاعٍ فَيُسْتَجَابَ لَهُ وَهَلْ مِنْ مُسْتَغْفِرٍ فَيُغْفَرُ لَهُ وَهَلْ مِنْ سَائِلٍ فَيُعْطَى مَسْأَلَتَهُ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ۔

(ترجمہ) "کیا کوئی دعا کرنے والا ہے کہ اس کی دعا قبول کی جائے اور کیا کوئی بخشش طلب کرنے والا ہے کہ اسے بخشا جائے اور کیا کوئی سوالی ہے کہ اسکا سوال پورا کیا جائے۔" اور یہ آواز دن نکلنے تک برابر آتی رہتی ہے۔

کہتے ہیں کہ ایک دفعہ مغلوں کی بلا نیشا پور کے قریب پہنچ گئی۔ بادشاہ نے کسی کو ایک درویش کے پاس بھیجا کہ دعا کرو۔ درویش نے کہا بلا نازل ہو چکی ہے اب دعا کا وقت نہیں، اب رضا کا وقت ہے اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ عِلْمٍ لَا يَنْفَعُ وَقَلْبٍ لَا يَخْشَعُ وَبَطْنٍ لَا تَشْبَعُ وَدُعَاءٍ لَا تُسْمَعُ

ترجمہ۔ اے بارِ خدایا میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں ایسے علم کی نسبت جو نفع نہ دے، اور ایسے دل کی نسبت جس میں خشوع نہ ہو اور ایسے پیٹ کی نسبت جو کبھی سیر نہ ہو اور ایسی دعا کی نسبت جو سنی نہ جائے یعنی قبول نہ ہو۔

قطعہ

نخشبی در دعا مکن اہمال — از دعا التماس دادہ شود
ہر درے راکہ آسمان بندد — بکلیدِ دعا کشادہ شود

ترجمہ۔ اے نخشبی دعا میں کوتاہی نہ کر کیونکہ دعا ہی سے خواہش پوری ہوتی ہے جو دروازہ کہ آسمان بند کر دے وہ دعا کی چابی سے کھل جاتا ہے۔

دُعا کے آداب

حصن حصین۔ آدابِ دعا میں سے بعض کو رکنیت کا درجہ حاصل ہے اور بعض کو شرط کا اور ان کے علاوہ کچھ ایسے ہیں جن کے کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور کچھ ایسے ہیں جن کے کرنے سے روکا گیا ہے اور وہ سب ۴۳ تنتالیس ہیں۔

آدابِ دعا یہ ہیں۔ (۱) کھانے پینے پہننے اور کمانے میں حرام چیزوں سے پرہیز کرنا۔ (۲) اخلاص (۳) دعا سے پہلے کچھ نیک عمل کرنا اور سختی کے وقت اپنی کی ہوئی نیکی یاد کرنا (۴) پاک صاف ہونا (۵) وضو کرنا (۶) قبلہ کی طرف مُنہ کرنا (۷) دعا سے پہلے نماز پڑھنا (۸) دوزانو بیٹھنا (۹) دعا کے اوّل و آخر اللہ کی حمد و ثنا کرنا (۱۰) اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر دعا سے پہلے درود بھیجنا (۱۱) دونوں ہاتھوں کا پھیلانا (۱۲) دونوں ہاتھوں کا اٹھانا (۱۳) ہاتھ مونڈھوں کے برابر اٹھانے چاہئیں۔ (۱۴) دونوں ہاتھوں کو کھلا رکھنا (۱۵) دعا مانگتے وقت باادب رہنا (۱۶) فروتنی و عاجزی کرنا (۱۷) فروتنی اور عاجزی کے ساتھ ذلّت و مسکنت کا اظہار کرنا۔ (۱۸) دعا کے وقت اپنی نگاہ آسمان کی طرف نہ اٹھائے (۱۹) اللہ سے اُس کے اسمائے ذاتی اور صفاتی کا واسطہ دے کر مانگے (۲۰) دُعاؤں میں بہ تکلف قافیہ بندی سے پرہیز کرے (۲۱) دعائیں خوش الحانی کے ساتھ گانا نہ گائے (۲۲) انبیاء علیہم السلام کے وسیلہ سے دعا مانگے۔ (۲۳) اللہ کے نیک بندوں کا واسطہ دے (۲۴) آواز پست کرنا۔ (۲۵) گناہ کا اعتراف کرنا (۲۶) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح ماثورہ دعاؤں کا اختیار کرنا کیونکہ آپ نے کسی غیر کے بتانے کی حاجت نہیں رکھی۔ (۲۷)

جامع دعائیں اختیار کرنا (۲۸) اپنی ذات سے دعا کی ابتدا کرے اور اپنے والدین اور مومن بھائیوں کے لئے دعا کرے (۲۹) اگر امام ہو تو تنہا اپنے لئے دعا نہ مانگے (۳۰) عزم و یقین کے ساتھ دعا مانگے (۳۱) انتہائی رغبت و اشتیاق سے دعا مانگے (۳۲) کوشش و محنت سے حضورِ قلب کے ساتھ تہہ دل سے دعا کرے اور اچھی امید رکھے (۳۳) ایک ہی دعا بار بار مانگے (۳۴) ایک ہی دعا کے بار بار پڑھنے کا ادنیٰ درجہ کم از کم تین بار کہنا ہے (۳۵) دعا میں اصرار و مبالغہ کرے (۳۶) گناہ اور قطع رحمی کی دعا نہ کرے (۳۷) جو چیز ازل سے ہو چکی ہے اس کی دعا نہ کرے (۳۸) معدوم و محال امر کے بارے میں حد سے تجاوز نہ کرے (۳۹) رحمتِ خداوندی کو تنگ نہ کرے (۴۰) اپنی تمام حاجتیں مانگے (۴۱) دعا کرنے اور سننے والے آمین کہیں (۴۲) دعا سے فارغ ہونے کے بعد اپنے دونوں ہاتھ منہ پر پھیرے (۴۳) اس قدر جلدی نہ کرے کہ قبولیت میں دیر سمجھے یا یہ کہنے لگ جائے کہ میں نے دعا کی تھی قبول نہیں ہوئی۔

الدّاء والدّواء (حافظ ابن قیم جوزیؒ)

دعا منجملہ ادویہ کے ایک نہایت مفید دوا ہے اور وہ ہر قسم کی مصیبت اور بلا کی دشمن ہے اور اس کی مدافعت اور مقابلہ میں اس کو پورا پورا دخل ہے اور اہلِ ایمان کے لئے مصیبت کے وقت ایک مضبوط ہتھیار کا کام دیتی ہے۔ چنانچہ صحیح حاکم میں بروایت حضرت علیؓ مروی ہے کہ جناب پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا الدعاء سلاح المومن وعماد الدین ونور السمٰوٰت والارض یعنی دعا ایمان دار کے لئے ایک ہتھیار اور دین کا ستون اور زمین و آسمان کا نور ہے۔

اور مصیبت کے مقابلہ پر اس کے تین حالات ہیں اوّل یہ کہ دُعا مصیبت کے وقت قوی نہ ہو جسے وہ روک دیتی ہے۔ دوم یہ کہ مصیبت کی نسبت کمزور ہو۔ اس صورت میں مصیبت غالب آتی ہے اور آدمی اس میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ مگر باوجود کمزور ہونے کے مصیبت کے زور کو کم کر دیتی ہے۔ سوم یہ کہ ہر دو قوت میں برابر ہوں۔ اس صورت میں ہر دو آپس میں مقابلہ کرتی ہیں" اور صحیح حاکم میں بروایت حضرت عائشہ صدیقہؓ مروی ہے کہ جناب پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا لا یغنی حذر من قدر والدعاء ینفع مما نزل ومما لم ینزل وان البلاء لینزل فیلقاہ الدعاء فیعتلجان الی یوم القیامۃ۔ یعنی خدا کے ارادہ یا حکم سے بچنا کچھ مفید نہیں ہو سکتا، اور دُعا اس مصیبت کے لیئے جو نازل ہو چکی ہے اور اس مصیبت کے لیئے جو ابھی نازل نہیں ہوئی مفید ہے۔ اور مصیبت نازل ہو کر دُعا سے ملتی ہے اور قیامت تک ہر دو آپس میں مدافعت کرتی ہیں۔ اور نیز صحیح حاکم میں بروایت ابن عمرؓ مروی ہے کہ جناب پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا الدعاء ینفع مما نزل ومما لم ینزل فعلیکم عباد اللہ بالدعاء۔ یعنی دُعا مصیبتِ نازلہ اور غیر نازلہ ہر دو کے لیئے مفید ہے، سو اے بندگانِ خدا ہر حالت میں تم دُعا کو لازم پکڑے رہو اور نیز صحیح حاکم میں بروایت ثوبانؓ مروی ہے کہ جناب پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا لا یرد القدر الا الدعاء ولا یزید فی العمر الا البر وان الرجل لیحرم الرزق بالذنب یصیبہ یعنی حکم یا ارادۂ الٰہی کو بجز دُعا کے کوئی چیز نہیں روک سکتی اور زندگی کو بجز نیکی کے کوئی چیز نہیں بڑھا سکتی

اور آدمی گناہ کی وجہ سے آنے والے رزق سے محروم رکھا جاتا ہے۔

اور مفید تر ادویہ میں سے ایک بات یہ ہے کہ دعا میں پورا پورا اقرار اور الحاح کیا جائے۔ سنن ابن ماجہ میں بروایت ابوہریرہؓ مروی ہے کہ جناب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا من لم یسال اللہ یغضب علیہ یعنی جو شخص اللہ تعالےٰ سے سوال نہیں کرتا اللہ تعالےٰ اس پر ناراض ہوتا ہے اور صحیح حاکم میں بروایت حضرت انسؓ مروی ہے لا تعجزوا فی الدعاء فانہ لا یہلک مع الدعاء احد یعنی دعا سے مت رکو کیونکہ دعا کے ہوتے ہوئے کوئی شخص ہلاک نہیں ہوتا۔ اور اوزاعی عن الزہری عن عروہ عن عائشہ رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان اللہ یحب الملحین فی الدعاء یعنی اللہ تعالےٰ دعا میں اصرار کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے اور امام احمد کتاب الزہد میں بروایت قتادہ عن مورقؒ لکھتے ہیں کہ میں نے ایماندار آدمی کی صحیح مثال اس شخص کو پایا ہے جو سمندر میں ایک تختۂ چوب پر سوار ہو اور یارب یارب کر کے پکار رہا ہو اس خیال پر کہ اللہ تعالےٰ اس کو ورطۂ ہلاکت سے بچا لے گا۔

اور منجملہ ان آفتوں کے جو اثر دعا کو روکتی ہیں ایک یہ بھی ہے کہ آدمی حصول مطلب کے لئے جلدی کرے اور اجابت دعا میں توقف معلوم کر کے تھک جائے اور دعا کرنا چھوڑ دے۔ اور اس کی مثال بعینہ یہ ہے کہ کوئی شخص بیج بوئے یا کوئی درخت لگائے اور وہ اس کی ہر طرح خبر گیری کرتا رہے اور اس کے پکنے یا میوہ دار ہونے میں ایک مہلت دراز کو معلوم کر کے اس کی تربیت سے کنارہ کش

ہو جائے۔

صحیح بخاری میں بروایت حضرت ابوہریرہؓ مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ دعا قبول کی جاتی ہے بشرطیکہ انسان جلدبازی کرکے یہ نہ کہنے لگ جائے کہ میں نے دعا کی اور وہ قبول نہ ہوئی۔ اور

صحیح مسلم میں بروایت حضرت ابوہریرہؓ مروی ہے کہ آدمی کی دعا ہمیشہ قبول کی جاتی ہے جب تک کہ وہ کسی گناہ یا قطع رحم کی بابت دعا نہ کرے بشرطیکہ وہ جلدبازی نہ کرے۔ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسولؐ اللہ جلدبازی سے کیا معنی ہیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ وہ آدمی یوں کہنے لگ جائے کہ میں نے بار بار دعا کی مگر اسے قبول ہوتے نہیں دیکھا پس تھک کر رہ جائے اور دعا کو چھوڑ دے۔ اور

مُسند امام احمد میں بروایت انسؓ مروی ہے کہ پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا کہ آدمی ہمیشہ بھلائی کے ساتھ رہتا ہے جب تک کہ وہ جلد بازی نہ کرے۔ صحابہؓ نے عرض کیا جلدبازی کیسے ہوتی ہے؟ آپؐ نے فرمایا کہ وہ یوں کہنے لگ جائے کہ میں نے خدا کو پکارا مگر اُس نے میری نہ سنی۔

جب دعا کے ساتھ کامل حضورِ قلب ہو اور اپنے مطلوب پر پوری پوری توجّہ کی جائے اور منجملہ ان اوقاتِ ذیل سے کے جو قبولِ دعا کے لئے مخصوص کئے گئے ہیں کوئی ایک وقت ہو۔

(۱) رات کا آخری تیسرا حصہ۔

(۲) اذان اور نیز اذان واقامت کے مابین۔

(۳) ادائے نمازِ فریضہ کے بعد۔

(۴) جمعہ کے دن امام کے منبر پر چڑھنے سے نماز ادا کرنے کے وقت تک

(۵) جمعہ کے دن عصر کی نماز سے غروبِ آفتاب تک۔

اور پورا خشوع و خضوع کیا جائے اور اپنی ذلت اور مسکینی اور عجز و انکسار کو بحضور رب العالمین بدرجۂ غایت پہنچایا جائے اور دعا کرنے والا رو بقبلہ او باطہارت ہو، اور ہر دو ہاتھ اٹھا کر سب سے اوّل اللہ تبارک و تعالےٰ کی ثنا او حمد کہے۔ پھر درود شریف پڑھے۔ پھر گناہوں سے توبہ و استغفار کرے۔ اس کے بعد اپنے آپ کو اللہ کی جناب میں حاضر سمجھ کر نہایت عجز سے اپنی حاجت کو پیش کرے اور پیش کرتے وقت دل میں امیدِ رحمت اور خوفِ عذاب ہر دو کو ملحوظ رکھے۔ اور اپنی حاجت کے ساتھ خداوند کریم کے اسماء و صفات اور توحید کو با بار زبان پر لائے اور ضروری ہے کہ دعا کرنے سے پہلے کچھ صدقہ دے۔ اس جب اس طریق پر دعا کی جائے تو یقیناً رد نہیں ہوگی اور خصوصاً جب کہ ادعیۂ ماثورہ یعنی وہ دعائیں جو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے علیحدہ علیحدہ امور کے لئے مروی ہیں پڑھی جائیں کیونکہ ان میں قبولیت کی توقع زیادہ ہے یا اس لئے کہ ان میں اسمِ اعظم پایا جاتا ہے۔

منجملہ ان کے ایک وہ دعا ہے جو سنن اور صحیح ابنِ حبان میں بروایت عبد بن بریدہ عن ابیہ مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شخص کو یوں کہتے سنا اللھم انی اسئلک بانی اشھد انک انت الذی لا الٰہ الا انت الاحد الصمد الذی لم یلد و لم

یُوْلَدْ وَلَمْ یَکُنْ لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ۔ تو آپؐ نے فرمایا کہ اس شخص نے خداوند کریم کے اس اسم کے ذریعہ سے اپنی حاجت طلب کی ہے کہ جب اس کو ایسے کہہ کر حاجت طلب کی جائے تو خدا اس کو پورا کر دیتا ہے۔ اور اگر اس کو پکارا جائے تو وہ اس پکار کو قبول کرتا ہے۔

ایک اور روایت میں بالفاظ نقل سألت اللہ باسمہ الاعظم مروی ہے اور صحیح ابی حاتم ابنِ حبان میں بروایت انس بن مالکؓ مروی ہے کہ وہ جناب سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت بابرکت میں بیٹھے تھے اور ایک شخص نماز پڑھ رہا تھا۔ اس نے نماز کے بعد یہ دعا پڑھی اللّٰھم انی اسئلک بان لک الحمد لا الٰہ الا انت المنان بدیع السمٰوٰت والارض یا ذوالجلال والاکرام یا حیّ یا قیّوم۔ جناب سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اس شخص نے خدا تعالےٰ کے اس اسمِ اعظم کے ذریعے حاجت طلب کی ہے کہ جب اس کو ایسے کہہ کر پکارا جائے تو وہ اس پکار کو قبول کرتا ہے اور جب حاجت طلب کی جائے تو پوری کر دیتا ہے۔ ان ہر دو احادیث کا امام احمدؒ نے بھی اپنی مسند میں ذکر کیا ہے۔ اور جامع ترمذی میں بروایت اسما بنت یزید مروی ہے کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اسمِ اعظم ان آیتوں میں ہے۔

(۱) وَاِلٰـهُكُمْ اِلٰـهٌ وَّاحِدٌ لَآ اِلٰـهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ۔

(۲) سورۂ آلِ عمران کا شروع۔ الٓمّٓ۔ اللہ لا الٰہ الا ھو الحی القیوم۔

ترمذی نے اس حدیث کو صحیح لکھا ہے اور مسند امام احمدؒ اور صحیح حاکم میں

بروایت ابو ہریرہؓ و انس بن مالکؓ و ربیعہ بن عامر رضی اللہ عنہم مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا الظوا بیاذا الجلال والاکرام یعنی ذوالجلال والاکرام سے چمٹ جاؤ۔ مطلب یہ ہے کہ اسے ہمیشہ پکڑے رہو۔ اور جامع ترمذی میں بروایت ابو ہریرہؓ مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو جب کوئی امر عظیم پیش آجاتا تو آسمان کی طرف سر اٹھاتے اور جب دعا میں زیادہ مبالغہ کرتے تو فرماتے۔ یا حیّ یا قیوم۔

نیز ترمذی شریف میں بروایت انس بن مالکؓ مروی ہے کہ جب آپؐ کو کوئی مصیبت کا سامنا ہوتا تو آپ فرمایا کرتے "یا حیّ یا قیّوم برحمتك استغیث"۔ اور

صحیح حاکم میں بروایت ابی امامہؓ مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالےٰ کا اسمِ اعظم قرآن مجید کی تین سورتوں میں ہے بقرہ، آل عمران، اور طٰہٰ۔ قاسمؒ فرماتے ہیں کہ میں نے تلاش کرنے کے بعد معلوم کیا کہ وہ اسم صرف آیۃ الحیّ القیّوم ہے۔ اور

جامع ترمذی اور صحیح حاکم میں بروایت سعد بن ابی وقاصؓ مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت یونس علیہ السلام کی دعا جب کہ وہ مچھلی کے پیٹ میں تھے یہ تھی۔ لَآ اِلٰـهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحَانَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ

یہ وہ دعا ہے کہ کوئی مسلمان اس کے ذریعے خدا سے التجا نہیں کرتا مگر کہ یقیناً اللہ تعالےٰ قبول فرمالیتا ہے۔ ترمذی میں اس کو حدیثِ حسن صحیح لکھا ہے

اور نیز صحیح حاکم میں بروایت سعدؓ مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آیا میں تمہیں آگاہ کردوں ایک چیز پر کہ جب تم میں سے کسی پر کوئی مصیبت نازل ہو تو اس چیز کے ذریعہ سے خداوند کریم اس مصیبت کو رفع کر دے۔ وہ مذکورہ بالا دعا ہے یونس علیہ السلام کی۔

نیز صحیح حاکم میں سعدؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے جناب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا تھا کہ آیا میں تمہیں اللہ تبارک وتعالیٰ کے اسم اعظم کا پتہ دوں۔ وہ اسم اعظم وہی یونس علیہ السلام کی دعا ہے۔

ذکر کی فضیلت

قرآن مجید کی بے شمار آیتوں سے ذکر کی فضیلت ثابت ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ (تم ہماری یاد میں لگے رہو کہ ہمارے ہاں بھی تمہارا ذکرِ خیر ہوتا رہے) يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا اللَّهَ ذِكْرًا كَثِيرًا۔ (مسلمانو! کثرت سے اللہ کو یاد کرو)

سفیان ابن عیینہؒ فرماتے ہیں مجھے حدیثِ قدسی پہنچی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میں نے اپنے بندوں کو ایسی چیز دی ہے اگر جبرئیل اور میکائیل کو دیتا

تو ان کو بڑی نعمت دیتا" اور وہ یہ آیت ہے "فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ"

علامہ امام غزالیؒ کی مشہور تصنیف احیاء علوم الدین میں ثابتؒ بنانی سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا میں جانتا ہوں جس وقت میرا پروردگار مجھے یاد کرتا ہے۔ لوگوں نے متعجّب ہو کر پوچھا یہ آپ کیونکر جانتے ہیں؟ انہوں نے کہا جب میں اس کو یاد کرتا ہوں تو وہ بھی مجھے یاد کرتا ہے۔

علامہ شیخ علی متّقیؒ نے لکھا ہے۔ ذکر یہ ہے کہ انسان کو غفلت و نسیان سے نجات حاصل ہو جائے اور حق جلّ علیٰ کے ساتھ حضورِ قلب کا دوام میسّر آجائے اور ہمیشہ دل و زبان سے اللہ کا نام جاری رہے۔ افضل تو یہ ہے کہ ذکر دل و زبان دونوں سے ہو، اور اگر ایک سے ہو تو دل سے ذکر کرنا افضل ہے۔ علامہ امام نوویؒ نے بھی شرح مُسلم میں اسی طرح فرمایا ہے، ذکر خواہ اسم ذات ہو یا اسم صفت یا حکم یا فعل کا ہو برابر ہے اور اس میں قاری، حافظ، متکلّم، محدّث، فقیہ، مفتی، مدرّس، واعظ سب شامل ہیں۔

حصن حصین (حدیث قدسی) اللہ تعالےٰ فرماتا ہے میں اپنے بندہ کے گمان کے ساتھ ہوں جو وہ میرے متعلق رکھتا ہے اور جب وہ مجھے یاد کرتا ہے تو میں اپنی رحمت و نصرت سے اس کے ساتھ ہوتا ہوں، اگر وہ مجھے دل میں یاد کرتا ہے تو میں بھی اسکو دل میں یاد کرتا ہوں اور اگر وہ مجلس میں یاد کرتا ہے تو میں اُس سے بہتر مجلس میں اُس کو یاد کرتا ہوں (بخاری۔ مسلم۔ ابن ماجہ

کیا میں تمہیں تمہارا بہترین عمل نہ بتلاؤں؟ جو تمہارے پروردگار کے نزدیک سب سے سُتھرا ہے اور تمہارے جنّت کے درجات میں سب سے بلند ہے اور وہ تمہارے لئے دُنیا میں سونے اور چاندی کے خرچ کرنے سے بہتر ہے

اور نیز تمہارے لئے اس بات سے بہتر ہے کہ میدانِ جنگ میں دشمن سے تمہارا مقابلہ ہو اور وہ تمہاری گردنیں کاٹیں اور تم ان کی گردنیں کاٹو، صحابہؓ نے عرض کیا ہاں بتلایئے! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا وہ اللہ کا ذکر ہے۔

(ترمذی، ابن ماجہ)

ایک صحابیؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ اسلام کے احکام مجھ پر بہت ہو گئے ہیں مجھے ایسی چیز بتا دیجئے جس پر میں اعتماد اور بھروسہ کر لوں۔ آپ نے فرمایا تیری زبان ہمیشہ اللہ کے ذکر سے تر رہے۔ (ترمذی، ابن حبّان)

حضرت معاذ بن جبلؓ کہتے ہیں آخری بات جس پر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جدا ہوا یہ تھی کہ میں نے عرض کیا اللہ کو سب سے پیارا عمل کونسا ہے؟ آپ نے فرمایا وہ یہ ہے کہ تم دنیا سے اس حال میں رخصت ہو کہ تمہاری زبان اللہ کے ذکر سے تر ہو۔

حضرت معاذ بن جبلؓ کہتے ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے کچھ نصیحت فرمایئے۔ آپ نے فرمایا جتنا ہو سکے تقوٰے اختیار کرو۔ ہر پتھر اور درخت کے پاس اللہ کو یاد کرو اور جو کچھ برائی کی ہو اس کی اللہ ہی سے توبہ کرو، پوشیدہ گناہ کی پوشیدہ توبہ، ظاہری گناہ کی ظاہری توبہ (طبرانی فی الکبیر)

اگر ایک آدمی کی گود میں درہم ہوں جن کو وہ تقسیم کر رہا ہو اور دوسرا شخص اللہ کا ذکر کرتا ہو تو ذاکر اس سے افضل واعلےٰ ہے۔ (طبرانی)

ہر آدمی کے دل میں دو مکان ہیں، ایک میں فرشتہ رہتا ہے دوسرے میں شیطان۔ جب وہ اللہ کا ذکر کرتا ہے تو شیطان پیچھے ہٹ جاتا ہے، اور

جب ذکر نہیں کرتا تو شیطان اپنی چونچ اس کے دل میں رکھ دیتا ہے اور وسوسہ ڈالتا ہے۔ (ابن ابی شیبہ)

شرح - دوسری حدیث میں آتا ہے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے تم میں سے ہر ایک کے دو ساتھی مقرر کئے گئے ہیں ایک جنّ دوسرا فرشتہ۔ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ آپؐ کے لئے بھی؟ فرمایا میرے لئے بھی! لیکن اللہ تعالےٰ نے میری مدد فرمائی اور وہ جنّ مسلمان ہو گیا۔ اب مجھے نیکی ہی کا حکم دیتا ہے۔

مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں ہے کہ ایک عارف نے اللہ سے درخواست کی کہ اسے شیطان کے وسوسہ کی کیفیت دکھلا دے تو خواب میں اس بزرگ نے دیکھا کہ شیطان بائیں شانہ کی ہڈی کے پیچھے مچھر کی سی سونڈ لئے بیٹھا ہے اور اسی سونڈ کو آدمی کے دل میں رکھ کر اس کو وسوسہ میں ڈالتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالےٰ نے حضرت یحییٰ بن زکریا علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پانچ چیزوں کا حکم دیا کہ وہ خود ان پر عمل کریں اور بنی اسرائیل سے بھی کرائیں اور آپ نے پوری حدیث بیان فرمائی یہاں تک کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل سے فرمایا میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ تم اللہ کا ذکر کرو کیونکہ ذاکر کی مثال اُس شخص کی سی ہے جس کے پیچھے دشمن دوڑتا ہُوا نکلا اور اس نے ایک مضبوط قلعہ پر پہنچ کر اپنے آپ کو بچا لیا، اسی طرح بندہ اپنے آپ کو بغیر ذکرِ خداوندی کے شیطان سے نہیں بچا سکتا (ترمذی، ابن حبان، حاکم)

حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جب آدمی اللہ کا ذکر کرتا ہے تو شیطان پیچھے ہٹ جاتا ہے اور جب اللہ کا ذکر نہیں کرتا تو واپس اپنی جگہ آ جاتا ہے اور وسوسے ڈالتا ہے۔

بخاری شریف۔ فرمایا جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے کہ حق سبحانہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ میرا بندہ میری نسبت جس طرح کا گمان رکھے گا میں بھی اُس کے ساتھ ویسا ہی معاملہ کروں گا یعنی جو لوگ اللہ پاک سے رحمت و مغفرت کا گمان پیدا کریں گے وہ بخشے جائیں گے اور جو اللہ پاک سے بدگمان ہوں گے اُن کے معاملات خراب ہوں گے۔ پھر ارشاد ہوا کہ جو بندہ مجھے چُپکے چُپکے مخفی طور سے یاد کرے گا میں بھی اسی طرح مخفی طور سے یاد کروں گا اور جو بندہ مجھے مجمع اور مجلسوں میں بیٹھ کر یاد کرے گا میں بھی فرشتوں کے مجمع اور مجلسوں میں یاد کروں گا، پھر میری مجلس اُس کی مجلس سے بڑی اور بہتر ہوگی، اور جو بندہ نیک عمل یا نیک خیال کے ذریعہ سے میری طرف تھوڑا سا متوجّہ ہوگا میں اُس سے زیادہ اُس کی طرف نظرِ رحمت فرماتا ہوں گا، پھر اگر وہ میری طرف اور زیادہ آتا ہے میں اُس کی طرف دو حصے زیادہ نظرِ رحمت کے ساتھ توجہ کرتا ہوں، جو میری طرف تھوڑا تھوڑا سا آہستہ آہستہ چل کر آتا ہے میں اُس کی جانب جلد جلد بنظرِ رحمت متوجہ ہوتا ہوں فاذکرونی اذکرکم تم مجھے تھوڑا سا یاد کرو میں تمہیں بہت سا یاد کروں گا۔

مُسلم شریف۔ فرمایا رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے کہ اللہ پاک نے بہت سے فرشتے ایسے پیدا کئے ہیں کہ وہ ہر جگہ ذکرِ الٰہی کی مجلسوں کی تلاش

کرتے پھرتے ہیں جب کہیں کوئی موقع نظر آیا تو پھر اور فرشتوں کو آواز دیتے ہیں کہ اے فرشتو! ادھر آؤ یہاں تمہارا مطلوب موجود ہے۔ پھر تو وہ سب کے سب زمین سے آسمان تک جمع ہو کر اپنے پروں سے اس مجلس پر سایہ کرتے ہیں، پھر آخر تک اسی طرح کھڑے ذکرِ الٰہی سنتے ہیں۔ اِدھر مجلس ختم ہوئی اُدھر وہ فرشتے آسمان پر پہنچے اُس وقت رب العزت کی طرف سے ارشاد ہوتا ہے کہ فرشتو بتاؤ تم کہاں سے آئے ہو۔ فرشتے عرض کرتے ہیں کہ الٰہی تیرے بندوں کے پاس سے آئے ہیں جو زمین پر ہیں۔ اللہ رب العزت فرماتا ہے میرے بندے کیا کرتے تھے۔ عرض کرتے ہیں الٰہی تیری یاد میں مشغول تھے اور جناب باری کی بڑی بڑی خوبیاں بیان کرتے تھے۔ پھر اللہ پاک فرماتا ہے کیا انھوں نے مجھے دیکھ لیا ہے جو میری تعریف کرتے تھے۔ عرض کرتے ہیں کہ دیکھا تو نہیں۔ تب اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر وہ مجھے دیکھ لیں تو اُن کا کیا حال ہو؟ عرض کرتے ہیں الٰہی اگر وہ تجھے دیکھ لیں تو اور بھی بے حد و حساب عبادتِ الٰہی میں مصروف ہو جائیں۔ تب اللہ پاک فرماتا ہے کہ اے میرے فرشتو! تم گواہ رہو ہم نے ان سب کو بخشا۔ پھر ایک فرشتہ کہتا ہے کہ الٰہی ایک شخص بڑا گنہگار اُدھر سے راستہ پر چلا آ رہا تھا، مجلس کا یہ ہنگامہ دیکھ کر وہ بھی ان کے ساتھ بیٹھ گیا۔ اُس کے لئے کیا ارشاد ہے۔ تب رب العزت فرماتا ہے فرشتو! اس کو بھی بخش دیا کیونکہ ذکرِ الٰہی کرنے والے ایسے بلند مرتبے کے لوگ ہیں کہ ان کی صحبت میں بیٹھنے والا بھی محروم نہ جائے گا۔

روض الریاحین۔ شیخ عبدالواحدؒ نے جناب باری میں عرض کیا تھا کہ الٰہی جنت میں جو لوگ میرے رفیق ہوں گے اُن کی زیارت مجھے یہاں بھی نصیب کر

الہام ہوا کہ اُن میں سے ایک تو میمونہ سودا ہے اُس کو جا کر دیکھ لو۔ حضرت شیخ عبدالواحدؒ پوچھتے پوچھتے اس گاؤں میں پہنچے جہاں میمونہ رہتی تھیں۔ وہاں معلوم ہوا کہ وہ جنگل میں بکریاں چرانے گئی ہیں۔ ان کو چونکہ از حد شوق ملاقات تھا وہیں جنگل میں جا پہنچے۔ دیکھا کہ میمونہؒ ایک درخت کے نیچے نماز پڑھتی ہیں۔ اور بکریاں اور بھیڑیئے ملے جُلے پھرتے ہیں اور چرتے ہیں۔ یہ حیرت سے دیکھتے رہے۔ میمونہؒ نے سلام پھیر کر فرمایا کہ اے عبدالواحد! ملاقات کی جگہ جنت ہے دُنیا نہیں ہے یہاں کیسے آئے؟ آپ نے عرض کیا کہ جو ہوا سو ہوا، مگر یہ تو بتا دیجئے کہ آپ کی بکریوں سے بھیڑیوں نے کب سے صلح کر لی۔ میمونہؒ نے کہا جب سے میں نے اللہ پاک سے صلح کر لی تب سے ہر شے نے مجھ سے صلح کر لی ہے یہاں تک کہ میری بکریوں سے بھیڑیوں نے صلح کر لی۔ شیخ عبدالواحدؒ محبتِ الٰہی اور یادِ الٰہی کا بہت بڑا سبق میمونہؒ سے لے کر واپس چلے آئے

الترغیب والترہیب۔ ابی المخارقؓ روایت کرتے ہیں کہ جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے شبِ معراج میں ایک شخص کو عرشِ الٰہی کے قریب نُور کے دریا میں ڈوبا ہوا دیکھا۔ عرض کیا کہ الٰہی یہ کوئی فرشتہ ہے؟ حکم ہوا کہ نہیں۔ یہ کوئی نبی ہے؟ فرمایا کہ نہیں۔ الٰہی پھر کون ہے؟ ارشاد ہوا کہ ایک مسلمان ہے جس کی زبان دُنیا میں ہر وقت یادِ الٰہی میں جاری تھی اور دل میں ہر وقت مسجد اور نماز کا خیال رکھتا تھا۔

حکایت۔ شیخ مظہر سعدیؒ ایک بزرگ ہیں جو اللہ جل شانہٗ کے عشق و شوق میں ساٹھ برس تک روتے رہے۔ ایک شب خواب میں دیکھا گویا ایک

نہر ہے جس میں خالص مُشک بھرا ہُوا ہے اس کے کناروں پر موتیوں کے درخت سونے کی شاخوں والے لہلہا رہے ہیں وہاں چند نو عمر لڑکیاں پکار پکا کر اللہ کی تسبیح میں مشغول ہیں۔ انہوں نے پوچھا تم کون ہو؟ تو لڑکیوں نے دو شعر پڑھے جن کا مطلب یہ تھا کہ ہم کو لوگوں کے معبود اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پروردگار نے ان لوگوں کے واسطے پیدا فرمایا ہے جو رات کو اپنے پروردگار کے سامنے اپنے قدموں پر کھڑے رہتے ہیں اور اپنے اللہ سے مناجات کرتے رہتے ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ دُنیا میں جو لوگ خدا کی یاد کرتے ہیں وہ فرشتوں کے نزدیک ایسے روشن دکھائی دیتے ہیں جیسے کہ تم کو ستارے روشن دکھائی دیتے ہیں! اور حدیث قدسی میں ہے کہ جو مجھ سے ایک بالشت قریب ہوتا ہے میں اس سے ایک گز قریب ہوتا ہوں اور جو مجھ سے ایک گز قریب ہوتا ہے میں اس سے بہت ہی قریب ہوتا ہوں۔ اور جو میرے پاس چل کر آتا ہے تو میں اس کے پاس دوڑ کر آتا ہوں اور جو مجھ سے زمین بھر خطا لے کر ملتا ہے اس حال میں کہ وہ مجھ کو وَحدَہٗ لَا شَرِیکَ لَہٗ سمجھتا ہے تو میں زمین بھر مغفرت لے کر ملتا ہوں۔

حدیث شریف میں وارد ہے کہ جب تم کسی بلا کو دیکھو تو حق تعالےٰ سے خیر اور عافیت مانگو۔ لہٰذا جن کو آفت اور بلا نے گھیر لیا ہے یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ کی یاد سے غافل ہیں۔

حق تعالےٰ ان فرشتہ صفت لوگوں کی تعریف کرتا ہے جو ہر حال میں خدا

کی یاد کرتے ہیں خواہ کھڑے ہوں، بیٹھے ہوں یا لیٹے ہوں۔ اور یہ وہ لوگ ہیں جن کے دل ذاکر ہیں کیونکہ زبانی ذکر ہمیشہ نہیں ہو سکتا اور دلی ذکر میں کچھ فتور واقع نہیں ہوتا۔ انہی باخدا لوگوں کو اہلِ تصوّف کہتے ہیں۔ چنانچہ کہا گیا ہے کہ اگر تمہیں اپنی مجلس کی حلاوت اور مٹھاس کی ضرورت ہو تو اہلِ تصوّف کی مجلس اختیار کرو کہ اُن کے نورانی حلقوں اور نورانی مجلسوں میں حق تبارک و تعالیٰ کی خالص محبت کے چشمے انسان کے اندر جاری کئے جاتے ہیں جس کی قدر و نعمت وہی جانتے ہیں جنہیں ذکرِ الٰہی کی توفیق عطا ہو چکی ہے۔

حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ اپنی غذا کو اور اپنے کھانے کو نماز کے ساتھ گلاؤ اور ذکرِ الٰہی کے ساتھ گلاؤ۔ اور ادنیٰ درجہ ذکرِ الٰہی کا یہ ہے کہ دو رکعت نماز پڑھے یا سَو بار سبحان اللہ کہے یا کھانے کے بعد ہر مرتبہ کوئی سورت ہی پڑھ لیا کرے کہ کھانے کے بعد ذکرِ الٰہی نہ کرنے سے دل سخت ہو جاتا ہے اور جب ذکرِ الٰہی کے بغیر سو جاتا ہے تو دل میں ظلمت اور اندھیرا چھا جاتا ہے اور دل کی زمین سخت ہو جاتی ہے۔ لہذا کھانے کے بعد جب خدا کی یاد کی جاتی ہے تو ذکرِ الٰہی کے انوار اُس کے کھانے کو نور سے منوّر کر دیتے ہیں اور اُس کے خیال میں نورانی کاموں کی چاہت پیدا ہو جاتی ہے، ورنہ ایک قسم کی سیاہی اور نجاست پھیل جاتی ہے۔

خزانہ جلالی میں ہے کہ روح بادشاہ ہے اور عقل روح کی وزیر ہے اور روح کا لشکر خوفِ خدا ہے۔ اب اس کے خلاف دوسری طرف نفس بادشاہ ہے اور نفس کا وزیر شیطان ہے اور نفس کا لشکر حرص و ہوا ہے۔ ان دونوں

میں ہمیشہ لڑائی ہوا کرتی ہے۔ اگر ہم روح کو اس کی روحانی غذا یعنی ذکرِ الٰہی سے تر و تازہ کرتے رہے تب یہ روح اپنے وزیر اور لشکر کے ساتھ نفس اور شیطان اور حرص و ہوا پر غالب آجائے گی جس کے باعث خیر و برکت کے تمام امورِ شریعتِ پاک کے مبارک احکام اور حضرت محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ظاہری افعال اور ظاہری فرمان خلوصِ دل سے بلا تکلف ادا ہوا کریں گے۔ اور اگر ہم نے اپنی روح کو اس کی روحانی غذا نہ دی یعنی نماز اور ذکرِ الٰہی اور درود سے بے پروائی کی اور شریعتِ پاک کے احکام کی پروا نہ کی اور ہمیشہ جسم کی پرورش کی اور اس کی تر و تازگی ہی کی دیکھ بھال کرتے رہے تب نفسِ بد اور شیطان اور حرص و ہوا اپنی روح پر اور عقل پر اور خوفِ خدا پر غالب آکر آخرت کے دردناک عذاب کا مستحق ٹھہرا دے گی، اور دل پر ایسی سیاہی اور نجاست چھا جائے گی کہ نماز اور صلوٰۃ اور تسبیح اور تہلیل کا ذوق و شوق اور الفت کا نور دل سے دور ہو جائے گا۔

اربعین (امام غزالیؒ) حق تعالٰے شانہٗ ارشاد فرماتا ہے: "اللہ کا کثرت سے ذکر کرو تاکہ فلاح پاؤ" اور حدیث میں آیا ہے کہ "اللہ کا ذکر جہاد اور صدقات اور خیرات سب سے افضل ہے" (ابن شاہین) اس سے معلوم ہوا کہ ذکر اللہ سے بہتر کوئی عمل نہیں ہے۔ ذکرِ الٰہی کے لئے ایک مغز اور تین پوست ہیں اور مغز تو مقصود بالذات ہے مگر پوست اس لئے مقصود اور محبوب ہیں کہ وہ مغز تک پہنچنے کے ذرائع اور اسباب ہیں پہلا پوست صرف زبان سے ذکر کرنا ہے اور دوسرا پوست قلب سے ذکر کرنا اور جبراً بتکلف اس کا خوگر ہونا

یاد رکھو کہ قلب کو اپنی حالت پر چھوڑنا نہ چاہیئے کیونکہ اس کو تفکرات و تخیلات میں پڑنے سے پریشانی ہوتی ہے۔ لہٰذا مناسب ہے کہ اس کی مرغوب شے یعنی ذکرِ الٰہی اس کے حوالے کر دی جائے تاکہ اس کو اطمینان حاصل ہو جائے تیسرا پوست یہ ہے کہ ذکرِ الٰہی قلب میں جگہ کر لے اور ایسا گڑ جائے کہ اس کا چھڑانا دشوار ہو جائے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ دوسرے درجہ میں جس طرح قلب کو ذکر کی عادت ڈلانے میں دقت پیش آئی ہوتی تھی اس تیسرے درجہ میں قلب سے ذکر اللہ کی عادت چھڑانا اس سے زیادہ دشوار ہو۔ چوتھا درجہ جو مغز اور مقصود بالذات ہے وہ یہ ہے کہ قلب میں ذکر کا نام و نشان بھی باقی نہ رہے بلکہ مذکور یعنی حق تعالےٰ کی ذات ہی ذات رہ جائے کہ نہ قلب کی طرف توجّہ رہے نہ ذکر کی جانب التفات اور نہ اپنی خبر ہو نہ کسی دوسرے کی، غرض ذاتِ بحت میں استغراق ہو جائے۔ اس حالت کا نام فنا ہے اور اس حالت پر پہنچ کر بندہ کو نہ اپنی ظاہری حس و حرکت کا علم ہوتا ہے اور نہ باطنی عوارض کا۔ یہاں تک کہ اپنے فنا ہو جانے کا بھی علم باقی نہیں رہتا کیونکہ فنا ہو جانا بھی تو خدا کے علاوہ دوسری ہی چیز ہے اور غیر اللہ کا خیال میل کچیل اور کدورت ہے۔ پس فنا کا علم بھی اس درجہ میں پہنچ کر کدورت اور بُعد ہوا یہی وہ حالت ہے جس میں اپنے وجود کے فنا کے ساتھ خود فنا سے بھی فنائیت ہوتی ہے ایسی محویت سمجھ میں آنی مشکل ہے بلکہ بظاہر ناممکن اور دعوےٰ بلا دلیل معلوم ہوگا، لیکن اگر تم کو کسی حسین صورت پر عاشق ہونے یا کسی عاشقِ صادق کے دیکھنے کا اتفاق ہوا ہوگا تو اس حالت کو کبھی دشوار نہ سمجھوگے۔ کیا حسن پرست

فریفتہ انسان اپنی معشوقہ کے فکر اور خیال میں ایسے محو و مستغرق اور بے خود نہیں ہو جاتے کہ بسا اوقات زبان سے کوئی بات کرتے ہیں اور اس کو خود بھی نہیں سمجھتے، پاؤں ڈلتے کہیں ہیں اور پڑتا کہیں ہے۔ ان کے سامنے سے آدمی گزر جاتا ہے حالانکہ ان کی آنکھیں کھلی ہوئی ہیں مگر وہ ان کو نظر نہیں آتا۔ دوسرا شخص اُن سے بات کرتا ہے مگر یہ سنتے ہی نہیں۔ اگر ان سے پوچھا جائے کہ کیوں بھائی کیا دیکھا اور کیا سنا؛ تو وہ کچھ بھی جواب نہیں دے سکتے۔ پس معلوم ہوا کہ ان کو ایسی محویت ہو گئی کہ اپنی محویت کا بھی ان کو علم نہیں رہا؛ کہ دیوانے بن گئے اور ایسے دیوانے بنے کہ اپنی دیوانگی کی بھی خبر نہیں رہی، مجنوں ہو گئے اور اپنے جنون کی بھی اطلاع نہیں۔ یہ سب اسی معشوقہ مطلوبہ محبوبہ کے خیال میں مستغرق ہو جانے کا اثر ہے۔ اس کو بھی جانے دیجئے اس سے بھی آسان طریقہ سے فنا کی فنائیت سمجھ میں آ سکتی ہے، دیکھو تم کو اپنی آبرو اور مال کے ساتھ محبت ہے۔ پس اگر خدانخواستہ کسی دشمن کی طرف سے تمہارے مال یا آبرو پر حملہ ہو تو اس کے غصہ اور طیش میں جو کچھ تمہاری حالت ہو گی اس پر غور کرو کہ وہ کیسی بے خودی کی حالت ہے۔ ظاہر ہے کہ غیظ و غضب میں نہ تم کو اپنی خبر رہتی ہے اور نہ دوسرے کی اور تم ایسے بے خود ہو جاتے ہو کہ اس وقت تم کو اپنی بے خودی کا بھی احساس نہیں رہتا۔ پھر بھلا اگر کوئی بندہ اپنے مولا کے خیال میں ایسا محو ہو جائے کہ خود فنا سے فنا اور بے خود ہو جائے تو کیا تعجب ہے؛ ہم نے یہ مثالیں سمجھانے کی غرض سے بیان کر دی ہیں ورنہ اصل بات تو یہی ہے کہ جس وقت خدا کے فضل سے اس حالت پر پہنچو گے تو فنائیت اور

فناء الفنا کی اصل حقیقت اسی وقت معلوم کر سکو گے۔

عوارف المعارف۔ انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے کہ آپؐ نے فرمایا ہے کوئی صبح اور کوئی شام ایسی نہیں ہے مگر یہ کہ زمین کے بقعے ایک دوسرے کو پکارتے ہیں — آیا تیرے اوپر کوئی شخص گزرا جس نے تیرے اوپر نماز پڑھی یا اللہ کا ذکر کیا، تو بعض کہتے ہیں کہ ہاں اور بعض کہتے ہیں کہ نہیں، تو جس وقت کہا کہ ہاں تو یہ بقعہ جان لیتا ہے کہ اس بقعہ کو میرے اوپر اس وجہ سے فضیلت ہے، اور کوئی بندہ نہیں جس نے زمین کے کسی ایک بقعہ پر اللہ کا ذکر کیا یا اُس پر اللہ کے واسطے نماز ادا کی مگر یہ کہ وہ بقعہ اُس کی شہادت کے لئے اس کے پروردگار کے سامنے آئے اور اُس پر مرنے کے روز روئے۔

عمران بن حصینؓ نے روایت کی کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اللہ کا ہو رہا اللہ اس کو ما یحتاج معیشت میں کفایت کرتا ہے اور اُس کو اس طرح روزی دیتا ہے جس کا وہ حساب نہیں کرتا اور جو شخص دُنیا کا ہو رہا۔ اُسے اللہ اسی دُنیا کے سپرد کرتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کہا فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر آئینہ نیک مسلمانوں کے سبب اُس کے گھر کی اور ہمسایہ کے سو آدمیوں سے بلا دور ہوتی ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت ہے کہ فرمایا اگر اللہ کے بندے نماز پڑھتے اور بچے دودھ پیتے اور مویشی چرتے نہ ہوتے تو ہر آئینہ تمہارے اوپر اللہ سخت عذاب ڈالتا اور پھر خوب کوٹتا اور

پیتا۔ اور ابن عبداللہؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر آئینہ اللہ تعالےٰ ایک مرد کی صلاح اور نیکوکاری سے اُس کی اولاد اور اولاد کی اولاد اور گھر والوں اور ہمسایوں کو صاحبِ صلاح و فلاح کرتا ہے اور جب تک یہ شخص اُن میں رہے گا وہ ہمیشہ اللہ کی حفاظت اور پناہ میں رہیں گے۔

سلک السلوک۔ کہتے ہیں کہ بہشت میں ایک وادی ہے۔ جب انسان ذکرِ الٰہی میں مشغول ہوتا ہے تو فرشتے اُس کے لیئے اس وادی میں درخت لگاتے ہیں اور جب ذکرِ حق بند کر دیتا ہے تو وہ بھی درخت لگانا بند کر دیتے ہیں۔

ایک مرتبہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ بوجہ متابعتِ سنّت لبوں کے بال حجام سے کٹوا رہے تھے اور آہستہ آہستہ لب ہلا رہے تھے۔ حجام نے عرض کی "جناب ایک لحظہ لبوں کو ساکن کرو، ایسا نہ ہو کہیں کٹ جائیں" آپ نے فرمایا "یادِ الٰہی سے ساکن ہونے کی نسبت ان کا کٹ جانا بہتر ہے"۔ قطعہ

نخشبی یادِ حق قوی چیزیست
گفتِ بے ذکر جملہ خاموشیست

ہر کہ از یادِ حق بدر باشد
آں نہ یاد است آں فراموشیست

ترجمہ۔ اے نخشبی یادِ الٰہی بہت بڑی قوّت ہے، بے ذکر کی گفتگو محض خاموشی ہے جو شخص یادِ حق سے غافل رہے وہ یاد نہیں بلکہ فراموشی ہے۔

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ کے ذکر کی خصوصیّت

مرصاد العباد۔

اللہ تعالےٰ جل شانہٗ فرماتا ہے " فَاذْکُرُوْنِیْ اَذْکُرْکُمْ " واذکروا اللہ کثیراً لعلکم تفلحون " یعنی تم مجھے یاد کرو میں تجھے یاد کروں گا اور اللہ تعالےٰ کی یاد کثرت سے کرو شاید تمہاری بہتری ہو جائے۔

اور پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں افضل الذکر لا الٰہ الا اللہ وافضل الدعاء الحمد للہ یعنی سب ذکروں سے افضل ذکر لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کا ذکر ہے اور سب دعاؤں سے افضل دُعا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ہے۔

واضح رہے کہ سالکوں کو جو حجاب ہوتا ہے وہ نسیان کا نتیجہ ہے اور نسیان اس سبب سے ہوتا ہے کہ فطرت کے شروع میں جب روح کا وجود ظاہر ہوتا ہے تو اس سے اس کے وجود اور اللہ تعالےٰ کے درمیان دوگانگی ہو جاتی ہے اگرچہ روح نے حق تعالےٰ کو بیگانگی کے مقام میں جانا لیکن اس بیگانگی کو پہچانا نہیں اس لئے کہ پہچان شہود سے ہوتی ہے اور شہود وجود سے ٹھیک نہیں ہو سکتا کیونکہ یہ وجود کی ضد ہے والضد ان لایجتمعات (ضدیں جمع نہیں ہو سکتیں) روح کا تعلق قالب سے اس واسطے تھا کہ جب نفس اور دل اس کے دو فرزند ہو جائیں تو شہود کے مقام میں جب روح اپنے وجود کو چھوڑ دے " اذا جاء الحق وزھق الباطل (جب سچ آتا ہے تو جھوٹ زائل ہو جاتا ہے) تو اس کے خلیفہ بن کر قائم مقامی کریں۔ یہ ایک بڑا بھید ہے جسے ہر شخص کی سمجھ نہیں پہنچ سکتی۔ اور حق تعالےٰ فرماتا ہے واذکر ربک اذ نسیت یعنی

اللہ تعالیٰ کی یاد اس وقت کر جب تو اپنے آپ کو بھول جائے۔ یعنی میرے سوا
کو بھول کر پھر میری یاد کر تاکہ اس میں شرکت نہ پائی جائے۔ جب روح عالمِ ملک
اور ملکوت سے پھر پھرا کر قالب میں آئی تو جس چیز کو دیکھا اسی کا ذکر اس میں رہا۔ اور
اسی یاد کے موافق وہ ذکرِ حق سے باز رہی۔ بعض لوگوں کو مختلف چیزوں کی یاد کے
حجاب اس قدر واقع ہوئے کہ انہوں نے حق تعالےٰ کو بالکل فراموش کر دیا اور اللہ تع
نے بھی ان کو اپنی یاد سے فراموش کر دیا نسو اللہ فنسیھم (انہوں نے
اللہ تعالےٰ کو بھلا دیا اور اللہ تعالےٰ نے انہیں بھلا دیا) پس جب نسیان کے سبب
حجاب پیدا ہوئے اور فی قلوبھم مرض کی بیماری کا سبب بھی یہی تھا اس لئے
اس کا علاج کرنے کے لئے العلاج بالضد کے مطابق قرآنی شفا خانے سے
اذکر اللہ ذکراً کثیراً کا شربت تجویز کیا گیا تاکہ ذکرِ کثیر سے نسیانِ کثیر کے
حجابوں اور اس مرض کی آفت سے خلاصی پائے لیکن لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ کے
ذکر کا اختصاص ظاہری وجہ سے تو اس واسطے ہے کہ پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا ہے افضل الذکر لا الٰہ الا اللہ لیکن باطنی طور پر اس میں یہ حکمت ہے
کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے الیہ یصعد الکلم الطیب یعنی اس کی طرف پاک
کلمات صعود کرتے ہیں اور کلمہ طیب لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ ہے یعنی اس کلمے کو بارگا
کی طرف راہ حاصل ہے، اس واسطے کہ اس میں نفی اثبات کا کلمہ ہے اور نسیان
بیماری کو نفی اثبات کی معجون سے دور کر سکتے ہیں۔

اس واسطے کہ نسیان بھی نفی اثبات سے مرکّب . . . .
جس میں ذکرِ حق کی نفی اور غیرِ حق کے ذکر کا اثبات شامل ہے پس نفی کے سر کے

اثبات کی شکر سے کوئی سکنجبین کا سا شربت بنانا چاہیئے تاکہ نسیان کے صفرادی مادے کو دور کرے۔ لا الٰہ سے ماسوائے حق کی نفی کرتا ہے اور الا اللہ سے حق تعالیٰ کا اثبات۔ جب اس علاج کو ہمیشہ کرتا ہے تو بتدریج روح کا مرض جو ماسوائے حق سے تعلقات پیدا کرنے سے ہوا ہے لا الٰہ کے شربت کے استعمال سے زائل ہو جائے گا اور نسیان کی بیماری کی تکلیف رفع ہو جائے گی اور سلطانِ الا اللہ کے جمال کے سبب ذاکر کی صحتِ الٰہی پردوں کے پیچھے سے منہ دکھائے گی اور فاذکرونی اذکرکم کے وعدے کے مطابق حرف اور آواز کے لباس سے ذکر مجرّد ہو جائے گا اور عظمتِ الوہیت کے نور کی تجلّی میں کل شیئٍ ھالکٌ الا وجہہ (سوائے اس کے چہرے کے تمام چیزیں ہلاک ہونے والی ہیں) کی خاصیت ظاہر ہو جائے گی۔ اور ذکر روح روح کی ذاکری اور اس کے وجود سمیت "اذکرکم" کے لاانتہا سمندر میں غرق ہو جائے گا اور ہلاک ہو جائے گا اور پھر "اذکرکم" ہی ذاکری روح کی نیابت کریگا۔ یہاں پہنچ کر ذاکر، ذکر اور مذکور تینوں ایک ہو جاتے ہیں اور اس مقام پر بے شرکت ذکر نصیب ہوتا ہے ؎

تا زخود بشنود نہ از من و تو   لمن الملک واحد القہار

"شھد اللہ انہ لا الٰہ الا ھو" کا بھید بھی اسی مقام پر ظاہر ہوتا ہے۔ اور یوسف بن الحسین رازی علیہ الرحمۃ کا اشارہ بھی جو فرماتے ہیں "ما قال احد اللہ الا اللہ" اسی مقام پر سمجھ میں آتا ہے اور معلوم ہو جاتا ہے کہ مسلمانی کی بنا اس کلمے پر کیوں رکھی گئی ہے اور دوسرے کلمات پر کیوں نہ رکھی گئی۔ اس لئے کہ جب باطنی شرکت سے خلاصی سوائے اس کلمے کے حاصل نہیں ہو سکتی تو ظاہری

شرکت سے بھی سوائے اس کلمے کی صورت کے خلاصی حاصل نہیں ہو سکتی جیسا کہ کسی بزرگ نے فرمایا ہے ؎

آفرینش را بہ پے کن بہ تیغِ لا الٰہ
تا جہاں صافی شود سلطانِ الا اللہ را

اللہ تعالیٰ ہر چیز بخشے گا [illegible] مگر
یہ آیت بخشے گا نہیں [illegible]

اسمائے حسنیٰ کے فضائل

حصن حصین۔ اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ جن کے ساتھ ہمیں دعا کرنے کا حکم دیا گیا ہے، ننانوے 99 نام ہیں جو شخص ان کو یاد کرلے گا وہ جنّت میں داخل ہوگا (بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، حاکم، ابن حبان)

امام بخاریؒ نے یہ جملہ اس طرح روایت کیا ہے کہ کوئی شخص ان اسمائے حسنیٰ کو یاد نہیں کرے گا مگر جنّت میں داخل ہوگا۔

شرح۔ اسمائے حسنیٰ یعنی اللہ کے پیارے پیارے ناموں کا حصر

ننانوے ناموں ہی پر نہیں ہے، بلکہ اس کے علاوہ اور بھی نام ہیں، ان سے تو یہ مقصود ہے کہ ان ناموں کی جو خاصیت ہے انہیں ناموں کے ساتھ مخصوص ہے لوامع النجوم میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ایک ہزار نام ایسے ہیں جن کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا اور ایک ہزار نام ایسے ہیں جنکو صرف فرشتے ہی جانتے ہیں اور ایک ہزار نام ایسے ہیں جو مسلمانوں کی زبان پر جاری وساری ہیں، ان میں سے تین سو توریت میں، تین سو انجیل میں، تین سو زبور میں اور سو کلام اللہ میں مذکور ہیں، جن میں سے ننانوے نام تو لوگوں پر ظاہر ہیں اور ایک نام پوشیدہ ہے اور وہی اسمِ اعظم ہے۔

حضرت ابو عبید اللہؒ سے منقول ہے کہ میں نے اللہ کے نام قرآن مجید میں تلاش کئے تو ایک سو تیرہ ملے مگر بعض مکرر تھے جیسے غافر، غفور، غفّار وغیرہ، مکرّرات حذف کرنے کے بعد ننانوے ہی باقی رہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا (سورۂ اعراف) یعنی اللہ کے سب ہی نام اچھے ہیں، تو اس کے نام لے کر اس کو جن ناموں سے چاہو پکارو۔

۱۔ اللہ: ذات واجب الوجود، معبودِ حقیقی کا نام ہے، یہ نام اس کی ذات کے علاوہ کسی دوسرے پر نہیں بول سکتے، نہ حقیقۃً نہ مجازاً، مگر دوسرے نام مجازاً اوروں پر بولے جاتے ہیں۔ اس وجہ سے یہ نام سب سے افضل و اعلیٰ ہے اور اسی لئے بعض حضرات نے اس کو اسمِ اعظم کہا ہے۔

بندہ کو چاہیئے ان اسمائے حسنیٰ کے معنی اپنے اندر پیدا کرے اور ان اوصاف سے متصف ہو، ذیل میں اسمائے حسنیٰ کی شرح میں اس بات کو نصیحت سے تعبیر

کیا جائے گا۔

لفظ "اَللّٰہُ" تعلق کے لیئے ہے تخلّق یعنی خلق پکڑنے کے لیئے۔

نصیب یہ ہے کہ اس سے لگاؤ پیدا کرے، اپنا دل اس کی یاد میں مستغرق رکھے، اس کے سوا دوسرے کی طرف التفات نہ کرے، اس کے غیر سے کچھ اُمید نہ رکھے اور اس کے علاوہ کسی سے خوفزدہ نہ ہو۔

خاصیّت:۔ جو اس نام کو ہزار بار پڑھے اس میں عزم و یقین کی قوّت پیدا ہو جائے، اگر نماز کے بعد سو بار پڑھے تو باطن کشادہ ہو جائے اور کشف ہونے لگے۔

۲۔ "اَلرَّحْمٰنُ" بخشنے والا، نہایت رحم والا۔

۳۔ "اَلرَّحِیْمُ" نہایت مہربان، دونوں مبالغے کے وزن ہیں مگر رحیم میں مبالغہ زیادہ ہے کیونکہ دُنیا اور آخرت دونوں کی رحمت کو شامل اور صرف خدا کی مقدّس ذات کے ساتھ مخصوص ہے۔

نصیب یہ ہے کہ مخلوقات پر مہربانی کرے اور نظرِ رحمت رکھے، اپنے سب کام اللہ کے سپرد کرے کہ وہی منعمِ حقیقی ہے، اس کے علاوہ کسی دوسرے سے مدد نہ چاہے، بُرائی کے دُور کرنے میں سعی و کوشش کرے اور جہاں تک ہو سکے بلاغرض اور بلاعوض محتاجوں کی حاجت روائی کرے۔

خاصیّت:۔ نماز کے بعد جو شخص "الرحمٰن الرحیم" کہتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے دل سے غفلت، بھول اور سختی دُور کر دیتا ہے اور جو ہر روز سو بار "رحیم" کہے تو تمام مخلوق اس پر مہربان ہو جائے۔

۴۔ "اَلْمَلِکُ" بادشاہ حقیقی، دونوں جہان اسی کے قبضۂ قدرت میں ہیں۔ وہ

سب سے بے نیاز ہے، اور سب اس کے محتاج ہیں، مَلِک مالک سے اخص اور ابلغ ہے، یعنی دونوں میں عموم خصوص مطلق کی نسبت ہے یہی وجہ ہے کہ ہر مَلِک کو مالک تو کہہ سکتے ہیں مگر ہر مالک کو مَلِک نہیں کہہ سکتے۔

نصیب: جب یہ معلوم ہوگیا کہ بادشاہِ حقیقی اللہ ہے تو اسی کی درگاہ کا غلام اور اسی کی گلی کا گدا بنے، اور اسی کی اطاعت و فرمانبرداری سے اپنی عزت چاہے، اور سب سے بے نیاز ہو کر اسی کی قدرت اور تصرّف سے رشتہ جوڑ کے اس کے علاوہ کسی غیر سے نہ اپنی حاجت ظاہر کرے، نہ اُمید و خوف رکھے ظاہر و باطن میں اپنا تصرّف کرے، اور اعضاء و جوارح کو اس کا مطیع بنائے، تاکہ اپنے عالمِ وجود کا بادشاہ ہو بعض مشائخ سے کسی نے وصیّت چاہی تو فرمایا کہ دُ اور آخرت کا بادشاہ ہو جا، یعنی اپنی حاجت اور خواہش کو دُنیا سے منقطع کر کیونکہ بادشاہی اور مُلک رانی آزادی اور بے نیازی کا نام ہے۔

خاصیّت: جو اس نام کو "القدوس" کے ساتھ مِلا کر ہمیشہ پڑھتا رہے اگر صاحبِ مُلک ہو تو اس کا مُلک ہمیشہ باقی رہے اور اگر صاحبِ مُلک نہ ہو اس کا نفس اس کا فرماں بردار ہو جائے، اگر عزّت و حرمت کے لئے پڑھے تو مجرّب ہے۔

۵۔ "اَلْقُدُّوْسُ" تمام عیبوں سے پاک۔

نصیب یہ ہے کہ اپنے علم کو بُرے خیالوں سے اور اپنے ارادوں کو شہو کی لذّتوں سے پاک و صاف کرے۔

خاصیّت: زوال کے وقت جو شخص اس نام کو پڑھے اس کا دل صاف

اور نمازِ جمعہ کے بعد جو اس نام کو اَلسُّبُّوحُ کے ساتھ ملا کر روٹی کے ٹکڑے پر لکھ کر کھلائے فرشتہ صفت ہو جائے اور دشمن سے بچنے کے لئے بھاگنے کے وقت جس قدر پڑھ سکے پڑھے۔ اگر مسافر راہ میں اس کی مداومت کرے کبھی ماندہ اور عاجز نہ ہو، اگر تین سو انیس ۳۱۹ بار شیرینی پر پڑھ کر دشمن کو کھلائے تو مہربان ہو جائے۔

۶۔ "اَلسَّلَامُ" تمام نقصانات سے محفوظ، یہ اصل میں مصدر ہے بمعنی سلامت؛ مگر یہاں سالم کے معنی میں ہے، یعنی وہ جس کی ذات ہر طرح کے عیب اور نقصان سے سالم اور محفوظ ہے۔

نصیب یہ ہے کہ برے اخلاق اور بیکار کاموں سے محفوظ رہے۔

خاصیت۔ جو شخص اس اسم کو ایک سو پندرہ مرتبہ بیمار پر پڑھ کر دم کرے اللہ تعالٰی اس کو صحت اور شفا عطا فرمائے، اگر اس کو ہمیشہ پڑھتا رہے تو خوف سے نڈر رہو۔

۷۔ "اَلْمُؤْمِنُ" اپنے وعدہ میں سچا یا اپنے عذاب سے امن دینے والا لفظ مؤمن کا ماخذ امن و امان ہے یا ایمان ہے۔ اگر امن و امان ہے تو مومن کے معنی ہوئے امن دینے والا، یعنی دنیا میں اسباب امن کا مہیا کرنے والا یا عقبٰی میں نکوکاروں کو عذاب سے امان میں رکھنے والا، اور اگر ماخذ ایمان ہے تو مومن کے معنی ہوئے مصدق یعنی ایمانداروں کے ایمان کو باور کرنے والا۔

نصیب یہ ہے کہ مخلوقِ خدا کو اپنی اور غیروں کی برائی سے مامون و محفوظ رکھے

خاصیت۔ جو کوئی اس اسم کو پڑھے یا اپنے ساتھ رکھے، اللہ تعالٰی اس کو شیطان کی شر سے محفوظ رکھے گا اور کوئی اس پر قدرت نہ پا سکے گا۔ اور اس کا

سب سے بے نیاز ہے، اور سب اس کے محتاج ہیں، مَلِک مالک سے اخص اور ابلغ ہے، یعنی دونوں میں عموم خصوص مطلق کی نسبت ہے یہی وجہ ہے کہ ہر مَلِک کو مالک تو کہہ سکتے ہیں مگر ہر مالک کو مَلِک نہیں کہہ سکتے۔

نصیب: جب یہ معلوم ہو گیا کہ بادشاہِ حقیقی اللہ ہے تو اسی کی درگاہ کا غلام اور اسی کی گلی کا گدا بنے، اور اسی کی اطاعت و فرمانبرداری سے اپنی عز چاہیے، اور سب سے بے نیاز ہو کر اسی کی قدرت اور تصرف سے رشتہ جوڑے اس کے علاوہ کسی غیر سے نہ اپنی حاجت ظاہر کرے، نہ امید و خوف رکھے ظاہر و باطن میں اپنا تصرف کرے، اور اعضاء و جوارح کو اس کا مطیع بنائے، تاکہ اپنے عالمِ وجود کا بادشاہ ہو، بعض مشائخ سے کسی نے وصیت چاہی تو فرمایا کہ دُ اور آخرت کا بادشاہ ہو جا، یعنی اپنی حاجت اور خواہش کو دُنیا سے منقطع کر کیونکہ بادشاہی اور ملک رانی آزادی اور بے نیازی کا نام ہے۔

خاصیت: جو اس نام کو "القدوس" کے ساتھ ملا کر ہمیشہ پڑھتا ہے اگر صاحبِ مُلک ہو تو اس کا ملک ہمیشہ باقی رہے اور اگر صاحبِ ملک نہ ہو اس کا نفس اس کا فرماں بردار ہو جائے، اگر عزّت و حرمت کے لئے پڑھے تو مجرّب ہے۔

۵۔ "اَلْقُدُّوْسُ" تمام عیبوں سے پاک۔

نصیب یہ ہے کہ اپنے علم کو بُرے خیالوں سے اور اپنے ارادوں کو شہ کی لذتوں سے پاک و صاف کرے۔

خاصیت: زوال کے وقت جو شخص اس نام کو پڑھے اس کا دل صاف

اور نمازِ جمعہ کے بعد جو اس نام کو اَلسُّبُّوْحُ کے ساتھ ملا کر روٹی کے ٹکڑے پر لکھ کر کھلائے فرشتہ صفت ہو جائے اور دشمن سے بچنے کے لئے بھاگنے کے وقت جس قدر پڑھ سکے پڑھے، اگر مسافر راہ میں اس کی مداومت کرے کبھی ماندہ اور عاجز نہ ہو، اگر تین سو انتیس ۳۱۹ بار شیرینی پر پڑھ کر دشمن کو کھلائے تو مہربان ہو جائے۔

۶۔ "اَلسَّلَامُ" تمام نقصانات سے محفوظ، یہ اصل میں مصدر ہے بمعنی سلامت، مگر یہاں سالم کے معنی میں ہے، یعنی وہ جس کی ذات ہر طرح کے عیب اور نقصان سے سالم اور محفوظ ہے۔

نصیب یہ ہے کہ برے اخلاق اور بیکار کاموں سے محفوظ رہے۔

خاصیت۔ جو شخص اس اسم کو ایک سو پندرہ مرتبہ بیمار پر پڑھ کر دم کرے اللہ تعالیٰ اس کو صحت اور شفا عطا فرماتے، اگر اس کو ہمیشہ پڑھتا رہے تو خوف سے نڈر رہو۔

۷۔ "اَلْمُؤْمِنُ" اپنے وعدہ میں سچا یا اپنے عذاب سے امن دینے والا لفظ مومن کا ماخذ امن و امان ہے یا ایمان ہے۔ اگر امن و امان ہے تو مومن کے معنی ہوئے امن دینے والا، یعنی دنیا میں اسباب امن کا مہیا کرنے والا یا عقبیٰ میں نیکوکاروں کو عذاب سے امان میں رکھنے والا، اور اگر ماخذ ایمان ہے تو مومن کے معنی ہوئے مصدق یعنی ایمانداروں کے ایمان کو باور کرنے والا۔

نصیب یہ ہے کہ مخلوقِ خدا کو اپنی اور غیروں کی برائی سے مامون و محفوظ رکھے

خاصیت۔ جو کوئی اس اسم کو پڑھے یا اپنے ساتھ رکھے، اللہ تعالیٰ اس کو شیطان کی شر سے محفوظ رکھے گا اور کوئی اس پر قدرت نہ پا سکے گا۔ اور اس کا

ظاہر و باطن حق تعالیٰ کی امان میں رہے گا اور جو بکثرت پڑھتا رہے تو مخلوق اس کی مطیع و فرمانبردار ہو جائے گی۔

۸۔ "اَلْمُهَيْمِنُ" نگہبان یا گواہ۔ اَلْمُهَيْمِنُ کا لفظ وہی المؤمن ہے۔ المؤمن باب افعال سے ہے اور المہیمن باب مفاعلہ سے تو المہیمن اصل میں المؤمن تھا۔ دوسرے ہمزہ میں قاعدہ تلیین جاری کر کے اسے ی سے بدل لیا اور پہلے ہمزہ کو ہ سے۔ معناً المؤمن اور المہیمن ایک ہیں۔

نصیب یہ ہے کہ اپنے دل کا مراقب اور محافظ بنے اور اس کے احوال و اسرار پر مطّلع ہو اور اپنے اچھے اوصاف پر غالب رہے۔

خاصیت۔ جو کوئی غسل کر کے اس اسم کو ایک سو پندرہ مرتبہ پڑھے تو چھپی اور پوشیدہ چیزوں پر مطّلع ہو، اور اگر ہمیشہ پڑھتا رہے تو تمام آفتوں سے محفوظ رہے۔

۹۔ "اَلْعَزِيزُ" غالب، قوی، قاہر، اصل میں عزیز اسے کہتے ہیں جس کی بارگاہ میں بآسانی پہنچنا ممکن نہ ہو۔

نصیب یہ ہے کہ اپنے نفس اور خواہشاتِ نفسانی اور شیطان پر غالب ہو اور حرص و طمع اور سوال و ذلت کے سبب سے اہلِ دنیا کے دروازہ پر اپنی آبروریزی نہ کرے، اور اپنی حاجت اللہ کے سوا اور کسی سے ظاہر نہ کرے اور علم و عمل اور عرفان میں بے مثل بنے۔

خاصیت۔ نماز فجر کے بعد جو اس اسم کو اکتالیس بار پڑھے، کسی کا محتاج نہ ہو اور ذلت کے بعد عزت پائے اور اس اسم کی عجیب و غریب خاصیتیں ہیں۔

۱۰۔ "اَلْجَبَّارُ" بگڑی بنانے والا، زبردست، بڑا دباؤ والا، جبّار مبالغے کا صیغہ ہے، جبر سے مشتق ہے اور جبر کے اصل معنی ہیں ٹوٹتے ہوئے کو جوڑنا اور کسی کے حال کی اصلاح کرنا اور کسی کو زورِ غلبہ سے کسی کام پر آمادہ کرنا، پہلی صورت میں یہ اسم جمالی ہوگا اور دوسری میں جلالی۔

نصیب یہ ہے کہ اپنے نفس کے نقصانوں کو فضائل و کمالات کے حاصل کرنے سے درست کرے، اور اپنے نفسِ سرکش پر غالب ہو کر لزومِ تقویٰ اور دوامِ طاعت سے مرتبۂ کمال کو پہنچے۔

خاصیت: جو کوئی مسبعات عشر کے بعد اکیس بار یہ اسم پڑھے ظالموں کے شر سے محفوظ رہے اور جو شخص ہمیشہ پڑھتا رہے۔ مخلوق کی عیب جوئی اور بدگمانی سے مامون رہے اور دولت اور سلطنت والا ہو جائے، اور اگر انگوٹھی پر نقش کر کے پہنے تو اس کی ہیبت و شوکت لوگوں کے دلوں میں قائم ہو۔

مسبعات عشر سے یہ دس چیزیں مراد ہیں جن کو بسم اللہ کے ساتھ سات سات مرتبہ پڑھا کرتے ہیں۔ الحمد، سورۂ فلق، سورۂ ناس، سورۂ اخلاص، سورۂ کافرون، آیۃ الکرسی، کلمۂ تمجید، درود شریف اور یہ دعا۔ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَارْحَمْھُمَا کَمَا رَبَّیَانِیْ صَغِیْرًا۔ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِجَمِیْعِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُسْلِمِیْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ اَلْاَحْیَاءِ مِنْھُمْ وَالْاَمْوَاتِ اِنَّکَ مُجِیْبُ الدَّعْوَاتِ یَا قَاضِیَ الْحَاجَاتِ وَیَا دَافِعَ الدَّرَجَاتِ بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ۔

اور یہ دعا۔ اَللّٰھُمَّ یَا رَبِّ افْعَلْ بِیْ وَبِھِمْ عَاجِلًا وَّ اٰجِلًا

فِی الدِّیْنِ وَالدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ مَا اَنْتَ لَہٗ اَھْلٌ وَلَا تَفْعَلْ

بِنَا، یَا مَوْلَانَا مَا نَحْنُ لَہٗ اَھْلٌ اِنَّکَ غَفُوْرٌ حَلِیْمٌ

جَوَادٌ کَرِیْمٌ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ

۱۱۔ "اَلْمُتَکَبِّرُ" بڑی عظمت و بزرگی والا۔ تکبر اور استکبار کے معنی ہیں گردن کشی کرنا اور بزرگی ظاہر کرنا اور ایک لفظ ہے کبریا، جس کے معنی ہیں بزرگی، یہاں متکبّر سے مراد ہے کمال بزرگی والا۔

نصیب یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کی جناب پاک میں پہنچنے کے سوا اور پہنچنے کے سامان کے سوا دنیا کی لذت کی تمام چیزوں کو بلکہ آخرت کی لذیذ چیزوں کو بھی حقیر سمجھے اور دنیا اور اہل دنیا کی چکنی چپڑی چیزوں اور لذتوں کی طرف مائل نہ ہو اور نہ ان کی کچھ قدر سمجھے کیونکہ انسان کی شان بہت بڑی ہے اور دین کا مرتبہ بہت بلند ہے، اس لئے یہ زیبا نہیں کہ اپنے آپ کو بزرگ اور اپنی ذات کو بڑا جانے

خاصیت:۔ اگر اس اسم کو اپنی حلال منکوحہ سے صحبت کرنے سے پہلے دس مرتبہ پڑھے تو اللہ تعالےٰ اس کو فرزند رشید اور بزرگ عطا فرمائے اور ہر کام کی ابتداء میں بکثرت پڑھے تو مراد پائے۔

۱۲۔ "اَلْخَالِقُ" ہر چیز کا پیدا کرنے والا۔

۱۳۔ "اَلْبَارِئُ" ہر چیز کا موجد۔

۱۴۔ "اَلْمُصَوِّرُ" تمام مخلوقات کی طرح طرح کی صورتیں بنانے والا۔

خالق، باری، مصوّر، تینوں مترادف المعنی ہیں۔ یعنی تینوں کے معنی ہیں پیدا کرنا، اختراع کرنا، مگر باعتبار استعمال ہر ایک کے ساتھ ایک خصوصیت جداگا

مثلاً خلق مستعمل ہوتا ہے کسی چیز کے وجود میں لانے سے پیشتر اس کے اندازہ کرنے میں، اور برء ایجاد و پیدا کرنے میں، اور تصویر صورت بنانے اور ہیئت بخشنے میں، اور اس میں کچھ شک نہیں کہ جو چیز عدم سے وجود میں آتی ہے وہ محتاج ہوتی ہے اوّلاً اندازہ کرنے کی، ثانیاً صورت بنانے کی۔

نصیب یہ ہے کہ جب اوراد و وظائف سے فارغ ہو تو کوئی ایسا کام کرے جس سے اکل حلال حاصل ہو خصوصاً وہ کام اختیار کرے جس کا اثر اس کی موت کے بعد بھی باقی رہے اور خلقِ خدا کو فائدہ پہنچے، مثلاً علم دین کی درس و تدریس یا تصنیف و تالیف وغیرہ۔

خاصیت۔ جو شخص الخالق ہمیشہ پڑھتا رہے تو اللہ تعالےٰ ایک فرشتہ پیدا کرتا ہے جو قیامت تک اس کے لئے عبادت کرتا ہے اور اس کا چہرہ منوّر فرماتا ہے، اور جو کوئی ہفتہ میں سو بار الباری پڑھے تو حق تعالیٰ اس کو قبر میں نہیں چھوڑیگا بلکہ ریاضِ قدس کی طرف لے جائے گا، اور جس شخص کی بیوی بانجھ ہو تو سات روز روزہ رکھے اور افطار کے وقت اکیس بار المصوّر پڑھے اور پانی پر دم کرکے پلائے تو انشاء اللہ اس کی بیوی حاملہ ہو جائے گی اور نیک فرزند جنے گی۔

۱۵۔ "الغفّار" بہت بخشنے والا، مبالغہ ہے غافر کا اور غفور بھی مبالغہ کا صیغہ ہے۔ اس میں غفار کی بہ نسبت مبالغہ زیادہ ہے، اسی وجہ سے دونوں کو الگ الگ ذکر کیا گیا، غفّار لیا گیا ہے غفران اور مغفرت سے جس کے معنی ہیں بخشنا مگر کبھی غفر بمعنی ستر بھی آتا ہے، اس وقت اس کے معنی ہوں گے گناہوں کا چھپانے والا۔

نصیب یہ ہے کہ لوگوں کے گناہ معاف کرے خطاؤں سے درگزر کرے اور ان کی پردہ پوشی کرے اور عیب چھپائے۔

خاصیت۔ جو شخص نمازِ عصر کے بعد سو بار یا غفّار اغفرلی کہے تو اللہ تعالےٰ اس کو بخشے ہوئے لوگوں کے زمرہ میں داخل کر دیتا ہے۔

۱۶۔ "اَلْقَهَّارُ" زبردست یا غلبہ رکھنے والا، تمام عالم اس کے قبضۂ قدرت کے نیچے عاجز و پابند ہے۔

نصیب یہ ہے کہ اپنے سب سے بڑے دشمن نفس و شیطان پر غالب ہو۔

خاصیت۔ جو شخص اس اسم کو بکثرت پڑھتا رہتا ہے اللہ تعالےٰ دُنیا کی محبت اس کے دل سے نکال دیتا ہے اور اس کا خاتمہ بخیر کرتا ہے اور خدا کی محبت اس کے دل میں پیدا ہو جاتی ہے۔

۱۷۔ "اَلْوَهَّابُ" بخشش عطا کرنے والا، بلا معاوضہ بہت دینے والا، وہب اور ہبہ کہتے ہیں بخشنے اور عطا کرنے کو، موہبت، بخشش، وہاب مبالغہ ہے یعنی کثیر الہبہ، دائم العطاء۔

نصیب یہ ہے کہ اللہ کے واسطے اپنی جان و مال بلا غرض اور بلا معاوضہ خرچ کرے۔

خاصیت۔ جو شخص فقر و فاقہ میں مبتلا ہو وہ اس اسم کو ہمیشہ پڑھتا رہے یا لکھ کر اپنے پاس رکھ لے تو اللہ تعالےٰ اس سے فقر و فاقہ اس طرح دُور فرمائے گا کہ وہ حیران و متحیر رہ جائے گا۔ اور اگر کوئی نمازِ چاشت کے بعد آیت سجدہ پڑھ کر سجدہ کرے اور سجدہ میں سات بار اس اسم کو پڑھے تو مخلوق سے بے پروا ہو جائے۔

اور اگر کسی قسم کی حاجت ہو تو رات کو گھر یا مسجد کے صحن میں تین بار سجدہ کر کے ہاتھ اٹھائے اور سو بار اس کو پڑھے تو اس کی حاجت پوری ہو جائے۔

۱۸۔ "اَلرَّزَّاقُ" مخلوقات کو روزی پہنچانے والا، یہ بھی رازق کا مبالغہ ہے یعنی خدا تعالیٰ نے تمام مخلوق کو مناسبِ حال اور موافقِ حکمت روزی پہنچاتا ہے۔

رزق کی دو قسمیں ہیں محسوس اور معقول، محسوس ابدان کے لئے اور معقول ارواح کے لئے۔

نصیب یہ ہے کہ خلقِ خدا کو روحانی اور جسمانی رزق سے نفع پہنچائے۔

خاصیت۔ جو شخص صبح صادق کے طلوع ہونے کے بعد اور نمازِ فجر سے پہلے اپنے گھر کے چاروں کونوں میں دس دس بار اس اسم کو پڑھے تو اس کے گھر میں ہرگز بیماری اور مفلسی نہ ہو، پڑھتے وقت داہنے کونے سے شروع کرنا چاہیئے اور قبلہ کی طرف منہ رکھنا چاہیئے۔

۱۹۔ "اَلْفَتَّاحُ" مشکل کشا یا بندوں میں حکم کرنے والا، فتح کے معنی کھولنے اور حکم کرنے کے ہیں یعنی خدا تعالیٰ نے اپنی مخلوق پر رحمت اور علم و معرفت کے دروازے کھولتا ہے اور وہ خلائق میں حاکم علی الاطلاق ہے۔

نصیب یہ ہے کہ خلقِ خدا کی مشکلات حل کرے ان کے مصائب دور کرے۔

خاصیت۔ جو شخص نمازِ فجر کے بعد دونوں ہاتھ سینہ پر باندھ کر ستر بار یہ اسم پڑھے تو اس کے دل سے سیاہی و زنگ دور ہو جاتا ہے، اور نور اور صفائی پیدا ہو جاتی ہے۔

۲۰۔ "اَلْعَلِیْمُ" بہت جاننے والا، ظاہر و باطن کا علم رکھنے والا، مبالغہ ہے

عالم کا یعنی خدا تعالیٰ ظاہر و پوشیدہ بلکہ خطراتِ دل تک کا جاننے والا ہے۔

نصیب یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ سے علم کی زیادتی کی دعا کرے اور اس کے حاصل کرنے میں سعی و کوشش کرے

خاصیت۔ جو شخص بکثرت اس اسم کو پڑھتا رہتا ہے تو اللہ تعالےٰ اس کی مغفرت فرما دیتا ہے اور جو ذکر کے بعد "یا عالم الغیب" سو بار کہے تو صاحبِ کشف ہو جائے۔

۲۱۔ "اَلْقَابِضُ" ہر چیز کا روک دینے والا (بندوں کی روزی محدود کرنے والا اور دل تنگ کرنے والا اور روح قبض کرنے والا۔ قبض و بسط دونوں باہم ایک دوسرے کی ضد ہیں، قبض کہتے ہیں تنگی و گرفتگی کو اور بسط فراخی و کشائش کو یعنی جس کی روزی چاہتا ہے تنگ کرتا ہے اور جس کی چاہتا ہے فراخ کرتا ہے)۔

خاصیت۔ جو شخص چالیس روز اس اسم کو چار لقموں پر لکھ کر کھائے تو بھوک اور قبر کے عذاب سے محفوظ رہے۔

۲۲۔ "اَلْبَاسِطُ" ہر چیز کو کھولنے والا (بندوں کی روزی فراخ کرنے والا) قبض و بسط کے یہ معنی بھی ہیں کہ سوتے میں لوگوں کی روحیں قبض کرتا ہے اور بیدار کے وقت بسط کرتا ہے۔

نصیب ان دونوں اسموں سے یہ ہے کہ بندوں کا دل خوفِ الٰہی سے تنگ کرے اور بیانِ وسعتِ رحمت اور فضلِ لامتناہی سے اس کو فراخ کرے۔

خاصیت۔ جو شخص سحر کے وقت ہاتھ اٹھا کر دل میں دس بار اس اسم (الباس کو پڑھے اور منہ پر ہاتھ پھیرے تو کبھی اس بات کا محتاج نہ ہوگا کہ کسی سے کچھ مانگ

۲۳۔ "اَلْخَافِضُ" (نافرمانوں کو) پست کرنے والا۔

۲۴۔ "اَلرَّافِعُ" (فرمانبرداروں کا) بلند کرنے والا۔

خفض ضد ہے رفع کی، کیونکہ خفض کہتے ہیں پست کرنے کو اور رفع بلند کرنے کو، خدا کے خافض و رافع ہونے کے یہ معنی ہیں کہ وہ اپنے فرمانبرداروں کو قُرب کی دولت عطا فرما کر انہیں بلند کرتا اور نافرمانوں کو بارگاہِ عالی سے دُور کر کے پستی میں ڈالتا ہے۔

نصیب یہ ہے کہ اہل باطل سے نفرت اور دشمنی رکھے اور ان سے مل کر باطل کو مٹائے اور اس کی بیخ کنی کی کوشش کرے، اور اہلِ حق سے محبت اور تعلّق رکھے اور ان کے ساتھ مل کر اسلام کو بلند کرے اور اس کے پھیلانے کی پوری پوری سعی کرے۔

خاصیت۔ جو شخص تین روزے رکھے اور چوتھے روز ایک مجلس میں ستّر بار الخافضُ پڑھے تو دشمن پر فتحیاب ہو اور جو شخص ہر مہینہ کی چودھویں رات کو آدھی رات میں الرّافعُ سَو بار پڑھے تو اللہ تعالےٰ اس کو خلائق سے برگزیدہ، تونگر اور بے نیاز فرمائے۔

۲۵۔ "اَلْمُعِزُّ" عزّت دینے والا۔

۲۶۔ "اَلْمُذِلُّ" ذلیل کرنے والا۔

اعزاز کہتے ہیں عزیز کرنے کو اور اذلال، خوار و ذلیل کرنے کو، یعنی خدا جسے چاہتا ہے عزیز کرتا ہے دُنیا میں توفیقِ طاعت دے کر اور عقبیٰ میں علوِ مرتبت اور نعیمِ جنّت عطا فرما کر، اور جسے چاہتا ہے ذلیل کرتا ہے دُنیا میں توفیقِ طاعت

سلب کر کے اور آخرت میں اسفل السافلین میں داخل کر کے۔ حضرت امام غزالیؒ کا قول ہے کہ ان لفظوں کے معنی یہ ہیں کہ خدا جسے چاہتا ہے ملک دیتا ہے اور جس سے چاہتا ہے چھین لیتا ہے۔

نصیب یہ ہے کہ اللہ تعالے نے جن لوگوں کو علم و معرفت کی دولت سے سرفراز فرمایا ہے ان کی قدر و منزلت کرے اور جن کو اللہ تعالے نے کفر و گمراہی کے سبب سے ذلیل و خوار کیا ہے ان کو حقیر سمجھے اور ذلیل کرے۔

خاصیت۔ جو شخص شب دوشنبہ یا جمعہ کو نماز مغرب کے بعد ایک سو چالیس مرتبہ اَلْمُعِزُّ پڑھے تو لوگوں کی نظر میں اس کی ہیبت اور وقار قائم ہو، اور وہ اللہ کے علاوہ کسی سے نہ ڈرے، جو شخص کسی ظالم حاسد سے ڈرتا ہو تو پچھتر بار اَلْمُذِلُّ پڑھے اور سجدہ میں جا کر کہے کہ یا اللہ فلاں ظالم کی شر سے محفوظ رکھ تو اللہ تعالے اس کے شر اور برائی سے بچائے گا۔

۲۷۔ اَلسَّمِیْعُ۔ بہت سننے والا۔

۲۸۔ اَلْبَصِیْرُ۔ بہت دیکھنے والا۔

نصیب یہ ہے کہ خلافِ شرع کسی بات کے کہنے اور کسی چیز کے دیکھنے اور کسی چیز کے سننے سے احتراز کرے اور اللہ تعالیٰ کو اپنی تمام حرکات و سکنات پر حاضر و ناظر جانے۔

خاصیت۔ جو شخص جمعرات کے روز چاشت کے بعد اَلسَّمِیْعُ پانچسو بار اور ایک قول کے مطابق سو بار پڑھے اور پڑھتے وقت بات نہ کرے اور اس کے بعد دعا مانگے تو اس کی دعا قبول ہوتی ہے۔ اور جو شخص جمعرات کے دن فجر کے فرض

اور سنتوں کے درمیان صحیح عقیدہ سے سو مرتبہ پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس کو نظرِ خاص سے سرفراز فرماتا ہے۔

۲۹۔ "اَلْحَکَمُ" مخلوقات کا حاکم

نصیب یہ ہے کہ فیصلے کرنے اور حکومت کرنے میں عدل و انصاف برتے اور اپنے نفس پر منصف اور حاکم بنا رہے۔

خاصیت۔ جو شخص جمعہ کی رات یہ اسم اس قدر پڑھے کہ بے خود ہو جائے تو اللہ تعالیٰ اس کے باطن کو اپنے بھیدوں کی کان بنا دیتا ہے۔

۳۰۔ "اَلْعَدْلُ" منصف یعنی فیصلہ میں ظلم نہ کرنے والا، یہ ضد ہے ظلم کی اور کبھی استقامت اور اعتدال اور ایک چیز کو ایک چیز کے برابر کرنے کے معنی میں بھی آتا ہے، مطلب یہ ہے کہ خدا جور و ظلم سے منزّہ ہے کیونکہ ملکِ غیر میں تصرّف کرنے کو ظلم کہتے ہیں اور عالم میں کوئی چیز ایسی نہیں جو اس کی ملک سے خارج ہو

نصیب یہ ہے کہ خلق اور حق کے معاملات میں انصاف کرے۔

خاصیت۔ جو شخص جمعہ کے دن اس اسم کو بیس لقموں پر لکھ کر کھائے تو اللہ تعالیٰ مخلوقات کو اس کا مطیع کر دیتا ہے۔

۳۱۔ "اَللَّطِیْفُ" باریک بین، لطف کہتے ہیں کسی کام میں نرمی کرنے کو اور کبھی نیکی کرنے کے معنی میں بھی آتا ہے، لطیف کے معنی باریک بین کے بھی ہیں۔

نصیب یہ ہے کہ خلقِ خدا کو اُس کے معبودِ حقیقی کی طرف نرمی و شفقت کے ساتھ بلائے۔

خاصیت۔ جو شخص فقر و فاقہ میں مبتلا ہو یا تنہائی میں کوئی مونس نہ ہو، یا بیماری

ہیں غمخوار نہ ہو۔ یا لڑکی کے لئے رشتہ نہ ملتا ہو تو وہ اچھی طرح سے وضو کرے اور دوگانہ پڑھ کر اس اسم کو اپنے مطلب کی نیت سے سو بار پڑھے تو اللہ تعالےٰ اس کو اپنے مقصد میں کامیاب کر دیتا ہے۔

۳۲۔ "اَلْخَبِیْرُ" آگاہ، دانا، عالم، عارف، خبر سے مشتق ہے اور خبر کے معنی ہیں آگاہی کے، خبیر آگاہ اور دانا، یعنی ملک و حکومت میں کوئی چیز متحرک و ساکن نہیں ہوتی اور زمین و آسمان میں کوئی ذرہ مضطرب و مطمئن نہیں ہوتا اور کون و مکان میں کوئی سانس نہیں لیتا مگر خدائے تعالےٰ اس سے خبردار ہوتا ہے۔

نصیب یہ ہے کہ دین و دنیا کے کاموں میں باخبر اور باریک بین ہو۔

خاصیت۔ جو شخص خواہشاتِ نفسانی میں مبتلا ہو وہ بکثرت اس اسم کو پڑھے تو اللہ تعالےٰ اس سے چھٹکارا عطا فرما دیتا ہے۔

۳۳۔ "اَلْحَلِیْمُ" نہایت بردبار، حلم، آہستگی اور بردباری۔ حلیم اسے کہتے ہیں جو مغضوب الغضب نہ ہو اور انتقام لینے میں جلدی نہ کرے بلکہ باوجود اقتدا کے عفو و درگذر سے کام لے، خدا کو حلیم اس لئے کہا کہ وہ گنہگار بندوں کی تادیب و تعذیب میں جلدی نہیں کرتا۔

نصیب یہ ہے کہ بدبختوں، ذلیلوں، کمینوں کی ایذا رسانی پر تحمل کرے او زیردستوں کی تکلیف دہی میں بردباری سے کام لے۔

خاصیت۔ جو شخص اس اسم کو کاغذ پر لکھ کر دھوئے اور اس کا پانی اپنی کھیتی میں چھڑک دے تو اللہ تعالیٰ اس کی کھیتی کو آفت سے محفوظ رکھے گا۔

۳۴۔ "اَلْعَظِیْمُ" اپنی ذات وصفات میں بزرگ و برتر، عظیم و بزرگ ہونا خواہ کسی اعتبار سے بھی ہو۔

نصیب یہ ہے کہ اپنی ہمت رکھے اور دُنیا کی طرف مائل نہ ہو اور کونین کی سلطنت کو اللہ تعالیٰ کی عظمت کے مقابلہ میں حقیر سمجھے اور وہ کمالات حاصل کرے جن سے اس کی قدر بڑھے۔

خاصیت۔ جو شخص اس اسم کو بلا ناغہ جس قدر ہو سکے پڑھتا رہے تو لوگوں کی نظروں میں عزیز اور بزرگ ہو جاتا ہے۔

۳۵۔ "اَلْغَفُوْرُ" بہت بخشنے والا، غفّار کے معنی میں ہے اور دونوں مبالغے کے صیغے ہیں۔ مگر غفور میں زیادہ مبالغہ ہے یعنی جو بڑے بڑے گناہ بخشے اور اس کی بخشش اتم و اکمل ہو، دوسرے معنی یہ ہیں کہ بندوں کے گناہ اعمال نامہ سے محو کر دے یعنی حساب نہ لے یا دُنیا میں پردہ فاش نہ کرے کیونکہ غفر کے معنی مٹانے اور چھپانے کے بھی آیا کرتے ہیں۔

نصیب یہ ہے کہ لوگوں کے گناہ معاف کرے، خطاؤں سے درگزر کرے اور ان کی پردہ پوشی کرے اور عیب چھپائے۔

خاصیت۔ جو شخص کسی مرض مثلاً تپ اور درد سر وغیرہ اور رنج و غم میں مبتلا ہو تو اس اسم کو کاغذ پر لکھے اور اس کا نقش روٹی سے جذب کر کے کھا لے، اللہ تعالےٰ اس کو مرض سے شفا اور غم و الم سے نجات دے گا اور اگر اس کو بکثرت پڑھے تو اس کے دل سے زنگ و سیاہی دُور ہو۔ صحیح حدیث میں ہے کہ جو کوئی سجدہ کرے اور سجدہ میں یَارَبِّ اغْفِرْلِیْ تین بار کہے تو حق تعالےٰ

اس کے اگلے پچھلے گناہ معاف فرما دیتا ہے۔

۳۶۔ "اَلشَّکُوْرُ" بڑا قدر شناس۔

نصیب یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کا اس طرح شکر ادا کرے کہ تمام نعمتوں کو اس کی طرف سے جانے، اور ہر عضو کو جس واسطے پیدا کیا ہے اس میں مصروف رکھے۔

خاصیت۔ جس شخص کو معاش کی تنگی ہو، یا دل میں کدورت ہو، یا آنکھ میں تاریکی ہو، تو اس اسم کو اکتالیس مرتبہ پانی پر دم کر کے پی لے اور آنکھ پر ملے اللہ تعالیٰ اس کو شفا اور نجات دے گا۔

۳۷۔ "اَلْعَلِیُّ" بہت اونچا، بڑا بلند مرتبہ، مشتق ہے علوّ سے اور علوّ کہتے ہیں بلندی کو اور جگہ کے بلند ہونے کو، اور کبھی بلندی پر چڑھنے اور کسی چیز کے اوپر ہونے کو بھی علوّ کہتے ہیں اور اس کی دو قسمیں ہیں، حسّی اور عقلی، حسّی جیسے ایک جسم کا دوسرے جسم پر ہونا اور عقلی جیسے ایک چیز کا دوسری چیز سے فوق المرتبہ ہونا۔ خدا تعالےٰ چونکہ سب سے بلند ہے اور مرتبے میں سب سے بالاتر اس لئے اسے علیّ کہتے ہیں۔

نصیب یہ ہے کہ اپنی طاقت علم و عمل کے حاصل کرنے میں صرف کرے تاکہ اپنے ہم جنسوں میں ممتاز رہے۔

خاصیت۔ جو کوئی اس اسم کو ہمیشہ پڑھتا رہے یا اپنے پاس رکھے اگر خوار اور بے قرار ہو گا تو اللہ تعالےٰ اس کو بزرگی عنایت فرمائے گا اور اگر فقیر ہو گا تو اس کو تونگر کر دے گا۔ اور اگر سفر میں سرگردان ہو گا تو اس کو وطن مالوف میں

پہنچا دے گا۔

۳۸۔ "اَلکَبِیْرُ" بڑا بزرگ، ایسا بڑا جس سے بڑا کوئی متصور نہیں ہو سکتا۔

نصیب یہ ہے کہ اپنی طاقت علم و عمل کے حاصل کرنے پر خرچ کرے تاکہ اپنے ہم جنسوں میں معزز و ممتاز رہے۔

خاصیت۔ جو شخص اس اسم کو بکثرت پڑھے وہ بزرگ اور عالی مرتبت ہو۔ اگر حکّام اور والیانِ ملک اس پر مداومت کریں تو تمام لوگ ان سے خوفزدہ ہوں اور مہمّیں بخوبی سَر ہوں۔

۳۹۔ "اَلحَفِیْظُ" محافظ، نگہبان، حفظ کہتے ہیں نگاہ رکھنے والے کو۔ اور خدا تعالٰے چونکہ تمام مخلوق کو آفت و بلا سے محفوظ رکھتا ہے اس لئے اسے حفیظ کہتے ہیں۔

نصیب یہ ہے کہ اپنے آپ کو ظاہر و باطن کی مہلکات یعنی گناہوں سے محفوظ رکھے۔

خاصیت۔ جس شخص کو ڈوبنے یا جلنے یا زخمی ہونے کا خوف ہو یا پریوں کا وہم اور گھبراہٹ ہو یا حرام نگاہوں سے ڈرتا ہو تو اس اسم کو لکھ کر اپنے بازو پر باندھ لے۔ انشاء اللہ ان چیزوں سے مامون رہے گا۔

۴۰ "اَلمُقِیْتُ" مخلوقات کو قوت یعنی روزی پہنچانے والا، ماخوذ ہے قوت سے اور قوت کہتے ہیں اس خورش کو جو بدنِ انسان کے قیام کا باعث ہو، اقامت کے معنی قوت دینا اور کبھی مقیت توانا، اور گواہ، اور حاضر اور نگاہ رکھنے والے کے معنی میں بھی مستعمل ہوتا ہے۔

نصیب یہ ہے کہ غریبوں، مسکینوں اور محتاجوں کو کھانا کھلائے۔ مہمانوں کی مہمان نوازی کرے، بھٹکے ہوؤں کو راہ بتائے۔

خاصیت: اگر کسی غریب کو دیکھے یا خود کو غربت پیش آئے یا لڑکا بدخوئی کرے یا بہت روئے تو سات بار خالی آبخورے پر اس اسم کو پڑھ کر دم کرے، پھر اس میں پانی ڈال کر خود پیئے یا دوسروں کو پلائے تو اپنا مقصد حاصل ہو۔ اگر کسی روزہ دار کو روزہ کی وجہ سے ہلاک ہونے کا خوف ہو تو اس کو پھول پر دم کر کے سونگھے۔ انشاء اللہ اس کو اتنی طاقت و قوّت ہو جائے گی کہ وہ روزہ بآسانی رکھ سکے گا۔

۴۱۔ "اَلْحَسِیْبُ" بہت ہی کافی، بڑا حساب لینے والا۔ حسب کے معنی ہیں اور احساب کہتے ہیں کسی چیز کا کافی ہونا، اور بعض علماء کہتے ہیں کہ محاسب کے معنی میں ہے جیسے جلیس بمعنی مجالس کے اور ندیم مناد کے یعنی خدا تعالےٰ قیامت کے روز ساری مخلوقات کا حساب لے گا۔

نصیب یہ ہے کہ غریبوں اور محتاجوں کی حاجت روائی کرے اور اپنے نفس کا محاسبہ کرے۔

خاصیت: جو شخص چور، دشمن، بُرے ہمسایہ یا نظرِ بد لگنے سے ڈرے ت آٹھ دن تک صبح و شام ستّر مرتبہ حَسْبِیَ اللّٰہُ الْحَسِیْبُ پڑھے اور جمعرات سے شرو کرے۔ اللہ تعالےٰ اس کو ان چیزوں کی شر سے محفوظ رکھے گا۔"

۴۲۔ "اَلْجَلِیْلُ" بڑا بزرگ قدر، جلال اور جلالت کہتے ہیں بزرگ قدر ہونے اور نیز بزرگی کو۔ پھر اصطلاحِ صوفیہ میں صفاتِ قہریہ کے ظہورِ آثار کو جلال کہتے

اور صفاتِ لطیفہ کے ظہور آثار کو جمال، اور یہ سننے میں آتا ہے کہ فلاں اسماء جلالی ہیں اور فلاں جمالی۔

نصیب یہ ہے کہ اپنے نفس کو اچھی اور عمدہ صفات سے آراستہ کرے۔

خاصیت۔ جو شخص اس اسم کو مُشک اور زعفران سے لکھ کر اپنے پاس رکھے یا دھو کر پیئے تو تمام لوگ اس کی عزّت و عظمت کریں۔

۴۳۔ "اَلْکَرِیْمُ" بڑا سخی، شریف، بلا سفارش دینے والا، بلا سفارش بخشنے والا۔ بزرگ۔ کریم وہ ہے کہ قادر ہو تو معاف کر دے، وعدہ کرے تو وفا کرے اور دے تو امید سے زیادہ دے، اور کوئی اس کی طرف التجا لے جائے تو اسے ضائع نہ ہونے دے، کبھی مکرّم اور جوّاد کے معنی میں بھی آتا ہے۔

نصیب یہ ہے کہ کرم، بخشش، عفو و درگزر اور نیک عادتوں کے حاصل کرنے کی پوری پوری سعی اور کوشش کرے۔

خاصیت۔ جو شخص اپنے بستر پر اس اسم کو کہتے کہتے سو جائے تو فرشتے اس کے حق میں دعا کرتے ہیں اَکْرَمَکَ اللّٰہ اللہ تجھے مکرّم و معظّم کرے۔

۴۴۔ "اَلرَّقِیْبُ" بڑا نگہبان، رقیب، موکّل اور نگران۔

نصیب یہ ہے کہ اپنے نفس کی نگرانی کرے اور دل و نفس کے عوارض دُور کرے اور اللہ تعالیٰ کو ہر وقت اور ہر آن اپنا دیکھنے والا جانے۔

خاصیت۔ جو شخص اپنے زن و فرزند اور مال کے گرد اسے سات مرتبہ پڑھ کر دم کرے تو دشمن اور تمام آفتوں سے امن میں رہے۔

۴۵۔ "اَلْمُجِیْبُ" دُعا قبول کرنے والا، اجابت کہتے ہیں جواب دینے اور

دُعا کرنے کو، یعنی جو شخص خدا کو بلاتا ہے وہ اسے جواب دیتا ہے اور دعا قبول کرتا ہے، سوال کو رد نہیں کرتا۔

نصیب یہ ہے کہ اوامر و نواہی میں اپنے پروردگار کی پوری پوری فرمانبرداری کرے اور اہل حاجت کو نہایت نرمی کے ساتھ جواب دے۔

خاصیت۔ جو شخص بکثرت اس کو پڑھ کر دعا کرے تو اس کی دعا قبول ہوتی ہے اور اگر لکھ کر اپنے پاس رکھ لے تو بلاؤں سے محفوظ رہے۔

٤٦۔ "اَلْوَاسِعُ" بڑی وسعت والا، وسیع المعلومات یا وسیع الغنا ماخوذ ہے سعت سے اور سعتہ کہتے ہیں فراخی اور فراخی کرنے اور گھیر لینے کو، پھر اس کی اضافت کبھی تو علم کی طرف ہوتی ہے "اور" کہتے ہیں خدا کا علم وسیع و محیط ہے معلومات کو اور کبھی احسان کی طرف بولا کرتے ہیں کہ اس کا احسان وسیع ہے۔

نصیب یہ ہے علم و معارف کی زیادتی میں کوشش کرے، سخاوت کرنے کی عادت ڈالے۔ ہر شخص سے ہر حال میں خندہ پیشانی سے پیش آئے۔

خاصیت۔ جو شخص اس اسم کو بکثرت پڑھے تو اللہ تعالےٰ اس کو قناعت اور برکت عطا فرماتا ہے۔

٤٧۔ "اَلْحَکِیْمُ" بڑی حکمت والا، حقائق اشیاء کا عالم، حکمت سے مشتق ہے اور حکمت عبارت ہے کمالِ علم اور حُسنِ عمل اور اتقان اور احکامِ علم و عمل سے بعض کہتے ہیں حکیم مبالغہ ہے حاکم کا اور حکیم وہ ہے جو حقائقِ اشیاء کا عالم ہو اور صناعات کے دقائق کو خوب جانتا ہو۔

نصیب یہ ہے کہ اپنے کام انتہائی تدبّر اور ہوشیاری کے ساتھ کرے۔

خاصیت۔ جس شخص کو کوئی کام پیش آئے اور وہ پورا نہ ہو تو اس اسم پر مداومت کرے، انشاء اللہ اس کا کام پورا ہو جائے گا۔

۴۸۔ "اَلْوَدُوْدُ" بڑی محبت رکھنے والا، نیک بندوں کو دوست رکھنے والا۔ مبالغہ کا صیغہ ہے فَعُوْلٌ کے وزن پر وُدُود بضم واؤ اور وِداد بکسر واؤ اور مَوَدّت تینوں کے معنی ہیں دوست رکھنے کے یعنی خدا تعالے نیک بندوں کو دوست رکھتا ہے۔

نصیب یہ ہے کہ خدا کے سوا کسی چیز کو دوست نہ رکھے۔

خاصیت۔ اگر خاوند اور بیوی میں ناموافقت ہو اور جھگڑا پڑے تو اس اسم کو ایک ہزار بار کھانے پر دم کرے اور جس طرف سے جھگڑا ہو وہ کھانا اس کو کھلا دے تو انشاء اللہ دونوں میں موافقت ہو جائے گی۔

۴۹۔ "اَلْمَجِیْدُ" بڑی شان والا، بزرگ، شریف، ماجد کا مبالغہ ہے اور ماجد مَجد سے لیا گیا ہے، بمعنی بزرگی۔ بعض کہتے ہیں مجید وہ ہے جس کی ذات شریف، افعال جمیل، عطاء جزیل ہو اور جب یہ ہے تو مجید جامع ہے اسم جلیل اور وہاب و کریم کو۔

خاصیت۔ جس شخص کو آتشک، جذام یا کوڑھ ہو تو وہ تیرہ، چودہ، پندرہ تاریخ کو روزہ رکھے اور افطار کے وقت بکثرت پڑھ کر پانی پر دم کر کے پی لے انشاء اللہ صحت یاب ہو جائے گا۔ جو شخص اپنوں میں باعزت نہ ہو وہ ہر صبح و شام ننانوے مرتبہ پڑھ کر اپنے اوپر دم کر لیا کرے تو معزز ہو جائے گا۔

۵۰۔ "اَلْبَاعِثُ" مُردوں کو زندہ کر کے کھڑا کرنے والا، بعث کہتے ہیں مُردوں

کو قبروں سے اٹھا کھڑا کرنے کو، اور کبھی سوتے کو جگانے اور کبھی کو کام کے لئے بھیجنے کے معنی میں بھی مستعمل ہوتا ہے۔

نصیب یہ ہے کہ مُردہ دلوں کو علم و معرفت سکھا کر زندگی پیدا کرے کیونکہ علم و معرفت ہی حیاتِ ابدی کا سبب ہے۔

خاصیت۔ جو شخص یہ چاہے کہ اس کا دل زندہ ہو جائے تو سوتے وقت سینہ پر ہاتھ رکھ کر ایک سو ایک مرتبہ اس اسم کو پڑھے انشاء اللہ اس کا دِل معرفتِ حق سے منور ہو جائے گا۔

۵۱۔ "اَلشَّھِیْدُ" ہر وقت ہر جگہ موجود، حاضر، شہود سے مشتق ہے یا شہادت سے، اگر شہود سے ہے تو اس کے معنی ہیں حاضر و مطلع کے کیونکہ شہود کے لغوی معنی ہیں حاضر ہونے کے، اور شہادت سے ہے تو معنی گواہی دینے والے کے ہیں کیونکہ شہادت کہتے ہیں گواہی دینے کو، خدا کو شہید کے معنوں میں اس لئے کہتے ہیں کہ وہ ظاہر و باطن اور غیب و شہادت پر مطلع ہے اور دوسرے معنوں میں اس لئے کہ قیامت کے روز بندوں کے اعمال و احوال کی گواہی دے گا۔

نصیب یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ سے علم کی زیادتی کی دُعا کرے اور اس کے حاصل کرنے میں سعی و کوشش کرے۔ دین و دُنیا کے کاموں میں ہوشیار و باخبر اور باریک بین ہو۔

خاصیت۔ جس شخص کا لڑکا یا لڑکی نافرمان ہو تو صبح کے وقت اس کی پیشانی پر ہاتھ رکھ کر منہ آسمان کی طرف کرے اور اکیس ۲۱ بار یا شَہِیْدُ کہے۔ انشاء اللہ

نیک بخت اور فرمانبردار ہو جائے گا۔

۵۲۔ "اَلْحَقُّ" ثابت، برحق، خدائی کے لائق، حق کے معنی ہیں ثابت اور ہست کے، اس کی ضد ہے باطل یعنی نیست و ناچیز، کبھی صدق اور راستی اور دوستی کے معنی میں بھی مستعمل ہوتا ہے۔

نصیب یہ ہے کہ ماسوائے اللہ کو باطل جانے اور حق کی پیروی (یعنی شریعتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم) پر ثابت قدم رہے اور سچائی اور حق گوئی کے اوصاف سے اپنے آپ کو آراستہ کرے۔

خاصیت۔ جس شخص کا مال و اسباب جاتا رہے وہ کاغذ کے چاروں کونوں پر اس نام کو لکھ کر آدھی رات کے وقت اس کو اپنی ہتھیلی پر رکھ کر آسمان کی طرف نظر کرے اور اس نام کے واسطے سے دُعا کرے تو یا تو وہی چیز مل جائے گی یا اس سے بہتر مل جائے گی اور اگر قیدی آدھی رات میں ننگے سر ایک سو آٹھ بار پڑھے تو قید سے رہائی پائے۔

۵۳۔ "اَلْوَکِیْلُ" کارساز، وکیل وہ ہے جسے اپنا کام سپرد کریں اور تمام تصرّف کی باگ اس کے ہاتھ میں دے دیں، چونکہ خدا تعالے نے اپنے فضل و مہربانی سے بندوں کے تمام مہتم بالشّان کام رزق وغیرہ اپنے ذمّے لے لیے ہیں اس لئے اُسے وکیل کہتے ہیں۔

نصیب یہ ہے کہ ضعیفوں، کمزوروں اور عاجزوں کے کام میں کوشش کرے۔ اور اس طرح اُن کی حاجت روائی میں سعی کرے کہ گویا ان کا وکیل ہے۔

خاصیت۔ اگر بجلی، ہوا، پانی، یا آگ کا خوف ہو تو اس اسم کو اپنا وکیل کرے

انشاء اللہ اس سے محفوظ رہے گا اور اگر خوف کی جگہ میں بکثرت پڑھے تو خوف سے مامون رہے۔

۵۴۔ "اَلْقَوِیُّ" بڑا زور والا، بڑا قوی، توانا، تام القدرت۔

۵۵۔ "اَلْمَتِیْنُ" استوار۔

امام غزالیؒ کہتے ہیں قوت دلالت کرتی ہے قدرتِ کاملہ بالغہ پر اور متانت شدتِ قوت پر۔ خدا تعالےٰ قوی ہے اس لیئے کہ قدرتِ کاملہ بالغہ رکھتا ہے متین اس لیئے کہ شدید القوت ہے۔

نصیب یہ ہے کہ خواہشات نفسانی پر قوی غالب اور دین میں سخت اور چست رہے اور احکام شرع کے جاری کرنے میں بالکل سستی نہ اختیار کرے۔

خاصیت۔ جو شخص اپنے قوی دشمن کو دفع نہ کر سکے وہ تھوڑا آٹا گوندھ کر ایک ہزار گولیاں بنائے اور یا قوی لکھ کر ایک ایک گولی دشمن کے دفع ہونے کی نیت سے مرغ کے آگے ڈال دے۔ انشاء اللہ دشمن مغلوب و پسپا ہو جائے گا، جس عورت کے بچہ پیدا ہو اور چھاتیوں میں دودھ نہ ہو اس کو "المتین" لکھ کر پانی میں دھو کر پلاوے، انشاء اللہ بہت دودھ ہو جائے گا۔

۵۶۔ "اَلْوَلِیُّ" محب، دوست، مددگار، ولی کہتے ہیں محب و ناصر کو، اور خدا تعالےٰ پرہیزگار ایمان داروں کا محبوب ہے اور انہیں مدد و نصرت دیتا ہے۔ ولی متولی کے معنوں میں بھی آیا ہے اور حق تعالےٰ نیکوکاروں کے امور کا متولی ہے اور قریب کے معنی میں بھی یعنی اس کی رحمت نیکوکاروں کے قریب ہے۔

نصیب یہ ہے کہ مسلمانوں سے الفت و محبت رکھے اور دینِ نبوی کی تائید او

خلقِ خدا کی حاجت روائی میں پوری سعی و کوشش کرے۔

خاصیت۔ جو شخص اس اسم کو کثرت سے پڑھتا رہے تو مخلوق کے رازوں سے واقف ہو، اور اگر کوئی اپنی بیوی یا لونڈی کی عادت و خصلت سے ناخوش ہو تو اس کے سامنے جاتے وقت اس نام کو پڑھے۔ انشاء اللہ نیک خصلت ہو جائے گی۔

۵۷۔ "اَلْحَمِیْدُ" مستحقِ حمد، سزاوارِ حمد و ثنا۔

نصیب یہ ہے کہ ہمیشہ اپنی زبان کو اپنے پروردگار اور معبودِ حقیقی کی تعریف میں تر رکھے اور وہ اوصاف اختیار کرے جس سے ساری مخلوق اچھائی کے ساتھ یاد کرے۔

خاصیت۔ جو شخص اس نام کو کثرت سے پڑھتا رہے گا اس سے اچھے افعال سرزد ہوں گے اور جو بدنامی اور بدگوئی کا شکار ہو اور وہ اس سے بچ نہ سکے تو اس کو پیالہ پر لکھے اور ہمیشہ اس پیالہ میں پانی پیا کرے، انشاء اللہ فحش گوئی سے مامون رہے گا۔

"اَلْمُحْصِیْ"۔ ہر چیز کا شمار رکھنے والا، ہر چیز کو احاطۂ علم میں کرنے والا۔ احصاء شمار کرنا اور بطریقِ استقصاء کسی چیز کو جاننا، خدا محصی مطلق ہے کہ اشیاء کے حقائق کو جانتا ہے اور ذرّاتِ عالم کو اس کا علم محیط ہے۔

نصیب یہ ہے کہ اپنے اعمال کو شمار کرے اس سے پیشتر کہ وہ گنے جائیں اور اپنے اعمال اور احوالِ باطن پر مطلع ہونے کی کوشش کرے۔

خاصیت۔ جو شخص جمعہ کی رات کو یہ نام ایک ہزار بار پڑھے تو عذابِ قبر اور

حساب قیامت سے بے خوف ہو اور جو بکثرت پڑھے ہرگز غلطی نہ کرے۔

۵۹۔ "اَلْمُبْدِئُ" ابتداءً پیدا کرنے والا۔

۶۰۔ "اَلْمُعِیْدُ" دوبارہ پیدا کرنے والا۔

المبدئ ماخوذ ہے ابداء سے اور ابداء کہتے ہیں ابتدا کرنے اور دنیا پیدا کرنے کو۔ "اَلْمُعِیْدُ" لیا گیا ہے اعادت سے جس کے معنی ہیں لوٹانے اور عدم کے بعد ایجاد کرنے سے۔ خدا مبدئ ہے اس معنی میں کہ وہ اوّل بار پیدا کرتا ہے اور "اَلْمُعِیْدُ" ہے اس معنی میں کہ قیامت کے دن دوبارہ پیدا کرے گا، یا مثلاً اس اعتبار سے ک رات دن کا چکر باندھ رکھا ہے۔

نصیب یہ ہے کہ نیکیوں کے رواج دینے میں پوری پوری کوشش و محنت کر

خاصیت جس شخص کو اپنی بیوی کے حمل گر جانے کا خوف ہو۔ وہ اپنی شہادت کی انگلی اس کے پیٹ پر رکھ کر ننانوے مرتبہ المبدئ کہے، انشاء اللہ نہ حمل ضائ ہوگا اور نہ دیر تک رہے گا۔ جس کسی کا کوئی شخص غائب ہو جائے اور وہ چاہے وہ واپس آ جائے یا اس کی خبر مل جائے تو جب گھر کے سب آدمی سو جائیں اسم المعید کو گھر کے چاروں کونوں میں ستر بار پڑھے اور اس کے بعد کہے یَا مُعِیْدُ رُدَّ عَلَیَّ فُلَانًا انشاء اللہ سات روز گزریں گے کہ وہ غائب واپس آ جائے گا یا اس کی خبر مل جائے گی۔

۶۱۔ "اَلْمُحْیِیُّ" مخلوق کو زندہ رکھنے والا، المحیی احیاء کا اسم فاعل ہے اور اح کہتے ہیں جسم میں حیات پیدا کرنے کو۔

نصیب یہ ہے کہ خلقِ خدا کو علم سکھا کر ان کے اندر دین کی زندگی پیدا کر

اور اپنے دل کو معرفتِ الٰہی سے لبریز کرے۔

خاصیت۔ جس شخص کو درد و غم ہو اور اپنے کسی عضو کے ضائع ہونے کا اندیشہ ہو، وہ اسم المحیی کو سات بار پڑھے انشاء اللہ ان چیزوں سے امن میں رہے گا۔

۶۲۔ اَلْمُمِیْتُ " موت دینے والا۔ مارنے والا، الممیت اماتت سے لیا گیا ہے جس کے معنی ہیں حیات کا دُور کرنا۔

نصیب یہ ہے کہ اپنی خواہشاتِ نفسانی کو مارے اور خطراتِ شیطانی کو دُور کرے۔

خاصیت یہ ہے کہ جو شخص اپنے نفس پر قادر نہ ہو، وہ سوتے وقت سینہ پر ہاتھ رکھ کر اس قدر اسم پڑھے کہ نیند آجائے تو انشاء اللہ اس کا نفس مطیع ہو جائے گا۔

۶۳۔ اَلْحَیُّ " زندہ۔

نصیب یہ ہے کہ ذکرِ الٰہی اور یادِ خداوندی سے اپنے اندر زندگی پیدا کرے اور اپنی جان کو اس کے راستہ میں خرچ کرے تاکہ حیاتِ ابدی حاصل ہو۔

خاصیت۔ اگر بیمار آدمی کثرت سے اس نام کو پڑھے تو صحت یاب ہو یا بیمار پر دم کر دیا جائے تو صحت مند ہو جائے۔

۶۴۔ اَلْقَیُّوْمُ " ہمیشہ قائم رکھنے والا، کارخانہ عالم کا سنبھالنے والا، قائم بذاتِ خود اور زندہ رکھنے والا اپنے غیر کو، یا یوں کہو قیّوم مبالغہ قیّم کا اور قیّم کہتے ہیں مصلح امور کو۔

نصیب یہ ہے کہ ماسوائے اللہ سے بے پروا ہو اور اس کے بندوں

کے کام سنوارے۔

خاصیت: جو شخص اس نام کو سحر کے وقت بکثرت پڑھے تو لوگوں کے دلوں میں اس کی عزت زیادہ ہو اور جو خلوت میں کثرت سے پڑھے تو وہ خوشحال ہو جائے

۶۵۔ "اَلْوَاجِدُ" بڑا غنی، مشتق ہے وجود سے اور وجود کہتے ہیں ہستی اور مقصد پر کامیاب ہونے کو، یا مشتق ہے وجد اور جدۃ سے جن کے معنی تونگر ہونے کے ہیں۔

نصیب یہ ہے کہ کمالاتِ ضروریہ کے حاصل کرنے میں خوب کوشش کرے

خاصیت۔ جو شخص کھاتے وقت اس نام کو پڑھے وہ کھانا اس کے پیٹ میں نور ہو جائے۔

۶۶۔ "اَلْمَاجِدُ" بزرگی و عظمت والا، مجید کے معنی میں ہے جس طرح عالم علیم کے معنی میں ہے مگر مجید میں مبالغہ اور تاکید ہے، یہ مجد سے لیا گیا ہے اور مجد کہتے ہیں بزرگی کو۔

نصیب یہ ہے کہ کمالات کے حاصل کرنے میں انتہائی کوشش کرے۔

خاصیت۔ جو شخص خلوت میں اس نام کو اس قدر پڑھے کہ بے خود ہو جائے تو اس کے دل پر انوار ظاہر ہوں۔

۶۷۔ "اَلْوَاحِدُ اَلْاَحَدُ" تنہا، یکتا، یگانہ، وحدت سے لیا گیا ہے جس کے معنی ہیں ایک اور یگانہ ہونا، عرف میں واحد کا استعمال دو معنی میں ہوتا ہے ایک یہ کہ اس کے اجزا اور حصص نہ ہوں، جیسے جوہر فرد، دوسرے یہ کہ بے مثل یکتا ہو، واحد اور احد میں وہ فرق ہے جو ہماری زبان میں اکیلا اور ایک میں ہے

نصیب یہ ہے کہ جس طرح خدا تعالےٰ اپنی خدائی میں یگانہ ہے یہ بھی اس کی بندگی میں یگانہ ہو اور اپنے اندر ایسے اخلاق و فضائل پیدا کرے جس سے اپنے ہم جنسوں میں ممتاز ہو جائے۔

خاصیت۔ جس شخص کا دل تنہائی سے ہراساں ہو وہ ایک ہزار ایک مرتبہ اس نام کو پڑھے۔ انشاء اللہ اس سے خوف جاتا رہے گا اور بارگاہِ حق میں مقرب ہو جائے گا، اگر کسی کو فرزند کی خواہش ہو تو اس نام کو لکھ کر اپنے پاس رکھ لے، اللہ تعالےٰ فرزند عطا فرمائے گا۔

٦٨۔ "اَلصَّمَدُ" بڑا بے نیاز، صمد کے اصلی معنی ہیں قصد کے، چونکہ آدمی اپنے تمام مطالب میں بارگاہِ خداوندی کا قصد کرتے ہیں اس لئے اسے صمد کہتے ہیں

نصیب یہ ہے کہ خلق سے بے نیاز ہو اور نیازمندوں کی کارسازی اور حاجت مندوں کی حاجت روائی میں سعی و کوشش کرے۔

خاصیت۔ جو شخص آدھی رات یا کچھ رات رہے صبح کے وقت سجدہ میں سر رکھ کر ایک سو پندرہ مرتبہ اس نام کو پڑھے ظاہر و باطن میں سچا ہو اور کسی ظالم کے ہاتھ میں گرفتار نہ ہو، اگر کثرت سے پڑھتا ہے تو بھوکا نہ رہے اور وضو کی حالت میں پڑھے تو بے نیاز اور بے پروا ہو۔

٦٩۔ "اَلْقَادِرُ" قدرت والا، قدر اور قدرت اور اقتدار اور مقدرت سب کے معنی ہیں توانائی کے، تو اس کے معنی قادر و مقتدر کے ہوئے۔

٧٠۔ "اَلْمُقْتَدِرُ" قدرت ظاہر کرنے والا، صاحبِ مقدرت، صاحبِ قدرت مگر مقتدر میں مبالغہ ہے۔

نصیب یہ ہے کہ خواہشوں اور لذّتوں کے چھوڑنے میں اپنے نفس پر پورا پورا قابو رکھّے۔

خاصیّت۔ جو شخص اپنے اعضا دھوتے وقت ہر جوڑ پر اسم القادر پڑھتا رہے گا کبھی کسی ظالم کے پنجے میں گرفتار نہ ہوگا اور کوئی دشمن اُس پر فتح نہ پائیگا اور اگر کوئی مشکل پیش آئے تو اکتالیس بار پڑھے انشاء اللہ وہ مشکل آسان ہو جائے گی اور اگر اسم المقتدر کو ہمیشہ پڑھتا رہے تو اس کی غفلت یاد سے بدل جائے گی اور جو شخص سونے کے بعد اٹھ کر المقتدر بیس بار کہے تو اس کے تمام کام درست ہو جائیں گے۔

۷۱۔ "اَلْمُقَدِّمُ" سبقت دینے والا۔ اپنے دوستوں کو بارگاہِ عزّت کی طرف بڑھانے والا۔

۷۲۔ "اَلْمُؤَخِّرُ" پیچھے رکھنے والا۔ دشمنوں کو اپنے لطف سے پیچھے ہٹانے والا۔

مقدِّم دال کے کسرے (زیر) کے ساتھ تقدیم سے مشتق ہے اور تقدیم کہتے ہیں آگے کرنے کو۔ اسی طرح مؤخِّر خ کے کسرے (زیر) کے ساتھ تاخیر سے لیا گیا ہے جس کے معنی ہیں پیچھے ہٹانا، یعنی خدا تعالےٰ فرمانبرداروں کو راہِ قُرب میں آگے بڑھاتا اور نافرمانوں کو درگاہِ عزّت سے دُور کرتا اور پیچھے ہٹاتا ہے یا دُنیا کے کاموں میں لو تو حصولِ مطلب میں تقدیم و تاخیر اللہ کے کرنے سے ہوتی ہے۔

نصیب یہ ہے کہ نیکی کرنے میں سبقت کرے اور جو لوگ بارگاہ عزّت میں معزّز و مقرّب ہیں ان کو اپنا پیشوا بنالے اور نفس و شیطان کو پیچھے ڈال دے۔

خاصیت ۔ جو شخص معرکۂ جنگ میں "المقدم" پڑھے یا لکھ کر اپنے پاس رکھے کوئی سختی اور رنج اس کو نہ پہنچے اور اگر بکثرت اس کو پڑھتا رہے تو اس کا نفس طاعتِ الٰہی میں مطیع و فرمانبردار ہو جائے ، جو شخص المؤخر سو بار پڑھے تو اس کا دل آرام پائے ۔

۳ ، " اَلْاَوَّلُ " سب سے پہلا ۔

۴ ، " اَلْاٰخِرُ " سب سے پچھلا

اوّل ہے یعنی ازلی ہے کہ اس کے وجود کی ابتدا اور ہستی کا آغاز نہیں ۔ اور آخر ہے یعنی دائمی ابدی ہے کہ اس کے بقا کے لیئے نہایت اور دوام کے لیئے انقضا نہیں ۔

نصیب یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کی اطاعت اور اوامرِ شرعیہ کی بجا آوری میں جلدی کرے اور اللہ کے لیئے جان و مال خرچ کرے تاکہ حیاتِ ابدی حاصل ہو

خاصیت ۔ جس شخص کے لڑکا نہ ہوتا ہو وہ چالیس دن برابر اسم الاوّل کو چالیس بار پڑھے انشاء اللہ اس کی مراد پوری ہو جائے گی ، اور جس کی عمر آخر ہو اور اس کے پاس اعمالِ خیر نہ ہوں تو الآخر کو اپنا وظیفہ مقرر کر لے انشاء اللہ خاتمہ بخیر ہو گا ۔

۵ ، " اَلظَّاهِرُ " آشکارا ہے بلحاظِ قدرت ۔

۶ ، " اَلْبَاطِنُ " پوشیدہ ہے باعتبارِ ذات ۔

خدا ظاہر ہے ، اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کا وجود ، اس کی ہستی اُن آیات و دلائل سے ظاہر ہے جو آسمان و زمین میں ہر صاحبِ بصیرت کو دکھائی دیتے

ہیں۔ اور خدا کے باطن ہونے کے یہ معنی ہیں کہ اس کی ذاتِ قدیم، حجابِ جلال میں محتجب و پوشیدہ ہے۔

نصیب یہ ہے کہ انسان بشریت کے لحاظ سے سب کی نظر میں ہے اور چونکہ صفاتِ ملائکہ سے متصف ہے اس وقت لوگوں کی نظر سے پوشیدہ ہے۔

خاصیت۔ نماز اشراق کے بعد جو شخص الظاہر کو پانچ سو مرتبہ پڑھے اللہ تعالیٰ اس کی آنکھ میں روشنی عطا فرمائے۔ اور جو تینتیس بار ہر روز یا باطن کہے تو اس پر اسرارِ الٰہی منکشف ہونے لگیں۔

۷۷۔ "اَلْوَالِیْ" بڑا منتظم، بڑا کارساز، تمام امور کا متولّی۔ وِلایت بکسر واو سے مشتق ہے جس کے معنی تصرف کرنے اور قابو پانے کے ہیں، اور ایک ہے وَلایت بفتح واو جس کے معنی مدد کرنے اور حکمرانی کرنے کے ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ وَلایت بفتح واو مصدر ہے اور بکسر واو اسم، والی یعنی وہ جو سب کا مالک اور تمام کاموں کا متولّی ہو۔

نصیب یہ ہے کہ ضعیفوں، کمزوروں اور عاجزوں کے کام میں کوشش کرے اور اس طرح ان کی حاجت روائی میں سعی کرے کہ گویا ان کا وکیل ہے

خاصیت، جو شخص یہ چاہے کہ گھر آباد رہے اور آندھی، مینہ اور تمام آفتوں سے محفوظ رہے تو الوالی کو کورے آبخورے پر لکھے اور اس میں پانی بھر کر گھر کی دیواروں پر چھڑک دے انشاء اللہ تمام آفتوں سے بچا رہے گا۔ اگر کسی کو مسخر کرنا چاہے تو گیارہ مرتبہ پڑھے وہ مطیع و فرمانبردار ہو جائے گا۔

۷۸۔ "اَلْمُتَعَالِیْ" بہت بلند، مخلوقات کی صفات سے منزہ، تمام حکمرانوں

اور والیوں سے بلند قدر یا تمام نقائص و آفات سے عالیشان۔

نصیب یہ ہے کہ اپنی طاقت علم و عمل کے حاصل کرنے میں صرف کرے تاکہ اپنے ہم جنسوں میں ممتاز رہے۔

خاصیت۔ جو شخص اس نام کو بکثرت پڑھے اس کی دشواریاں آسان ہوں اور جو عورت حیض کی حالت میں کثرت سے پڑھتی رہے اس کی تکلیف جاتی رہے۔

۷۹۔ "اَلْبَرُّ" بڑا سلوک کرنے والا، اپنے لطف سے بندوں کے ساتھ نیکی کرنے والا، بَرّ بفتح ب اسم فاعل بمعنی نیکی کرنے والا۔

نصیب یہ ہے کہ ماں باپ، استاد، مشائخ، اعزّا، اقارب اور تمام حق والوں کے ساتھ نیکی کرے۔

خاصیت۔ اگر ہوا و ہوس میں مبتلا ہو اور وہ اس نام کو پڑھے تو انشاء اللہ یہ بات جاتی رہے گی اور جس شخص کے بچہ ہو اور وہ سات بار اس نام کو پڑھ کر حق تعالےٰ کے کرم کے سپرد کر دے تو وہ لڑکا بلوغ تک محفوظ رہے گا، اگر شرابی، زانی اس کو سات بار پڑھے تو اس کا دل ان باتوں سے سرد ہو جائیگا۔

۸۰۔ "اَلتَّوَّابُ" گنہگاروں کی توبہ قبول کرنے والا، توّاب مبالغہ ہے تائب کا اور تائب ماخوذ ہے توبہ سے، توبہ کے اصلی معنی ہیں رجوع کرنے کے، پھر جب اس کی نسبت بندہ کی طرف کی جاتی ہے تو گناہ سے رجوع کرنا مراد ہوتا ہے۔ اور خدا کی طرف ہوتی ہے تو رحمت کے ساتھ رجوع کرنا یعنی بندہ توبہ کرے تو خدا اپنی عادت کے مطابق پھر مہربانی کرنے لگتا ہے۔

نصیب یہ ہے کہ خلقِ خدا کے عذر قبول کرے اگرچہ بار بار ہو۔

خاصیّت۔ نمازِ چاشت کے بعد جو شخص اس نام کو تین سو ساٹھ بار پڑھے تو اللہ تعالےٰ اس کو سچّی توبہ نصیب فرماتا ہے۔ اور جو بکثرت اس نام کو پڑھتا رہا کرے اس کے تمام کام درست ہوں اور اس کا نفس طاعتِ الٰہی میں آرام پائے۔

۸۱۔ "اَلْمُنْتَقِمُ" نافرمانوں سے بدلہ لینے والا، انتقام کہتے ہیں بدلہ لینے کو یعنی خدا تعالےٰ کافروں سے اپنی نافرمانی کا بدلہ لینے والا اور ان کے تمرد سرکشی کی سزا دینے والا ہے۔

نصیب یہ ہے کہ اپنے سب سے بڑے دشمن نفس و شیطان سے بدلہ

خاصیّت۔ جو شخص دشمن کی مقاومت پر قادر نہ ہو اور اس سے بدلہ نہ لے سکے تو تین جمعہ تک یہ نام کثرت سے پڑھے۔ انشاء اللہ اس کا دشمن راضی ہو جائے گا۔ بعض روایتوں میں المنعم بھی آیا ہے لیکن قرآن مجید میں نہیں ہے۔ جو شخص المنعم کو ہمیشہ پڑھتا رہے کبھی کسی کا محتاج نہ ہو۔

۸۲۔ "اَلْعَفُوُّ" بڑی درگذر کرنے والا، گناہوں کا مٹانے والا۔

نصیب یہ ہے کہ لوگوں کے قصور معاف کرے، خطاؤں سے درگذر کر اور ان کی پردہ پوشی کرے اور عیب چھپائے۔

خاصیّت۔ جس شخص کے گناہ بہت ہوں اور وہ بلاناغہ اس کو پڑھتا رہے تو اللہ تعالےٰ اس کے گناہ معاف فرمادے گا۔

۸۳۔ "اَلرَّؤُفُ" بہت شفقت کرنے والا، رافت کہتے ہیں شدّتِ رحمت

کو اور یہ مبالغہ کا صیغہ ہے جیسے ضَرُوْبٌ اور شَکُوْرٌ۔

نصیب یہ ہے کہ مخلوقات پر مہربانی کرے اور نظرِ رحمت رکھے۔ اپنے سارے کام اللہ کے سپرد کرے کہ وہی منعمِ حقیقی ہے۔ اس کے علاوہ کسی سے مدد نہ چاہے، بُرائی کے دُور کرنے میں سعی و کوشش کرے اور جہاں تک ہو سکے بلاغرض اور بلاعوض محتاجوں اور حاجتمندوں کی حاجت روائی کرے۔

خاصیت۔ جو شخص کسی مظلوم کو ظالم کے پھندے سے چھُڑانا چاہے تو اس نام کو دس بار پڑھے، وہ ظالم اس کی سفارش قبول کرے گا۔ اور جو ہمیشہ پڑھتا رہے تو اس کا دل مہربان ہو جائے اور تمام آدمی اس کے ساتھ محبت سے پیش آنے لگیں۔

۸۴۔ "مَالِكُ الْمُلْكِ" ملک کا مالک، خداوندِ جہاں۔

۸۵۔ "ذُوالْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ" بڑی بزرگی و عزّت والا۔

نصیب یہ ہے کہ اپنی ذات کے لئے بزرگی حاصل کرے اور بندگانِ خدا کا اکرام و اعزاز جیسا چاہیے ویسا کرے۔

خاصیت۔ جو شخص اسم "مالک الملک" کو ہمیشہ پڑھتا رہے خوش حال ہو جائے اور لوگوں سے کوئی حاجت نہ رہے اور یہی خاصیت "ذوالجلال والاکرام" کی ہے۔

۸۶۔ "اَلْمُقْسِطُ" عادل و منصف، اس کا مادّہ ہے قسوطٌ اور قسوط کہتے ہیں جور و ظلم کو لیکن جب اسے باب افعال میں لے گئے تو معنی ہوئے جور و ظلم کے ازالہ کرنے کے اور ازالۂ جور و ظلم کا نام ہے انصاف، تو تقسط کے معنی

ہوئے منصف، عادل۔

نصیب یہ ہے کہ خلق اور حق کے معاملات میں انصاف کرے۔

خاصیت۔ جو شخص اس نام کو سو مرتبہ پڑھے شیطان کی برائی اور اس کے وسوسہ سے محفوظ رہے اور اگر سات بار پڑھے تو مقصد حاصل ہو۔

۸۷۔ "اَلْجَامِعُ" تمام مخلوقات کو جمع کرنے والا، قیامت میں خدا لوگوں کو جمع کریگا یا دنیا میں بچھڑے ہوؤں کو جمع کرتا ہے۔

نصیب یہ ہے کہ علم کو عمل کے ساتھ اور کمالاتِ جسمانی کو نفسانی کے ساتھ اور وظائفِ عبادت کو اوراد و اذکار کے ساتھ جمع کرے اور ذکر و تسکینِ دل جمعیت مع اللہ کے جمع کرنے میں سعی کرے۔

خاصیت۔ جس شخص کے اہل و اقارب متفرق ہو گئے ہوں وہ چاشت کے وقت غسل کرے اور آسمان کی طرف منہ کرکے اس نام کو دس مرتبہ پڑھے اور ایک انگلی بند کرے پھر اپنے ہاتھ منہ پر ملے۔ تھوڑے ہی عرصہ میں وہ سب جمع ہو جائیں گے۔

۸۸۔ "اَلْغَنِیُّ" بے پروا۔

۸۹۔ "اَلْمُغْنِیُّ" لوگوں کو بے پروا کرنے والا۔

غنی مشتق ہے غنٰی سے اور غنٰی کہتے ہیں بے نیاز ہونے کو، یعنی خدا تعالیٰ سب سے بے نیاز ہے اور مغنی لیا گیا ہے اغناء سے جس کے معنی ہیں بے نیاز کرنا یعنی وہ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے بے نیاز کرتا ہے کہ وہ اپنے ہمجنسوں کی طرف حاجت نہیں لے جاتا، غنی جو مالدار کے معنی میں مشہور ہے

وہ بھی بے نیازی کی ایک شاخ ہے۔

نصیب یہ ہے کہ ماسوی اللہ سے بے نیازی حاصل کرے۔

خاصیت۔ جو شخص حرص و طمع میں مبتلا ہو وہ اپنے بدن کے ہر جوڑ پر یعنی منہ، آنکھ، کان، ناک، ہاتھ اور پاؤں وغیرہ پر ہاتھ رکھ کر الغنی پڑھے پھر ہاتھ ہٹا لے۔ انشاء اللہ اس سے شفا ہو جائے گی، اور جو ہر روز ستّر بار پڑھے اس کے مال میں برکت ہو اور کبھی محتاج نہ ہو اور جو شخص ہر جمعہ کو ایک ہزار مرتبہ "المغنی" پڑھے اور دس جمعہ برابر پڑھے تو مخلوق سے بے پروا ہو جائے۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ دہلوی نے اپنی بعض تصانیف میں لکھا ہے کہ جو شخص گیارہ بار اوّل و آخر درود شریف پڑھے۔ پھر "یا مغنی" گیارہ سو گیارہ مرتبہ ہر روز وظیفہ کی طرح پڑھے تو ظاہر و باطن کا غنی ہو جائے۔

۹۰۔ "اَلْمَانِعُ" اپنے دوستوں سے تکلیف روکنے والا (المعطی عطا کرنے والا معطی دینے والا)، مانع روک رکھنے والا جسے چاہے اور جو چاہے دیتا ہے اور جسے چاہے نہیں دیتا۔

نصیب یہ ہے کہ اپنے نفس و طبیعت کو خواہشاتِ نفسانی سے روکے۔

خاصیت۔ میاں بیوی کے درمیان جب جھگڑا ہو تو اپنے بستر پر جاتے وقت اس نام کو بیس مرتبہ پڑھے، انشاء اللہ غصہ رفع ہو جائے گا۔ بعض روایتوں میں المعطی بھی آیا ہے جو شخص "یا معطی السائلین" بکثرت پڑھے تو کسی سوال کا محتاج نہ ہوگا۔

۹۱۔ "اَلضَّآرُّ" ضرر پہنچانے والا، ضرر و شر کا خالق۔

۹۲۔ "اَلنَّافِعُ" بڑا نفع پہنچانے والا، نفع و خیر کا پیدا کرنے والا۔

یعنی خدا خالقِ خیر و شر و نفع و ضرر ہے، اور درد و دوا، رنج و شفا، گرمی و سردی، خشکی و تری، سب اسی کی پیدا کی ہوئی ہیں۔

نصیب یہ ہے کہ کسی مسلمان کو اپنے ہاتھ اور زبان سے ضرر نہ پہنچائے اور جہاں تک ہو سکے مخلوق کو فائدہ پہنچائے۔

خاصیت۔ جو شخص کسی حال اور مقامِ عرفان پر پہنچے اور جمعہ کی راتوں میں الضَّاد سو بار پڑھے تو حق تعالےٰ اس کو اس مقام میں ثابت قدمی فرمائے گا اور انجام میں اہلِ قرب کے مرتبہ کو پہنچے گا اور جو شخص کشتی میں سوار ہو کر ہر روز النافع پڑھتا رہے وہ ہر آفت سے محفوظ رہے گا اور ہر کام کے شروع میں اکتالیس بار النافع کہہ لیا کرے تو تمام کام حسبِ خواہش ہوں گے۔

۹۳۔ "اَلنُّوْرُ" روشن کرنے والا، عرفِ عام میں نور کہتے ہیں روشنی کو۔ خدا پر نور کا اطلاق اس سے کیا گیا کہ زمین و آسمان میں اسی کا چاندنا اور اسی کا ظہور ہے۔

نصیب یہ ہے کہ اپنے دل کو نورِ ایمان اور عرفان سے منوّر کرے۔

خاصیت۔ جو شخص جمعہ کی رات میں سات دفعہ سورۂ نور اور ایک ہزار ایک بار اس نام کو پڑھے تو اس کا دل منوّر ہو اور اگر صبح کے وقت اس کو برابر پڑھتا رہے تو اس کا دل ہمیشہ روشن رہے۔

۹۴۔ "اَلْهَادِیُّ" راہ دکھانے والا۔

نصیب یہ ہے کہ بندگانِ خدا کو اس کی راہ دکھلائے۔

خاصیت۔ جو شخص ہاتھ اٹھائے اور آسمان کی طرف منہ کرکے اس نام

بکثرت پڑھے، پھر ہاتھ چہرے پر پھیرے تو اہلِ معرفت کا مقام پائے۔

۹۵۔ "اَلْبَدِیْعُ" موجد، بدیع بے مثل اور بے مانند، کبھی معنی ہیں مبدع یعنی موجد کے بھی آتا ہے، جو بے نمونہ دیکھے از خود اختراع کرے تو اس معنی میں بھی خدا بدیع ہے کہ اس نے جہان کے بنانے میں کسی کی تقلید نہیں کی۔

ترکیب یہ ہے کہ جب اوراد و وظائف سے فارغ ہو تو کوئی ایسا کام کرے جس سے اکلِ حلال حاصل ہو خصوصاً وہ کام اختیار کرے جس کا اثر اس کی موت کے بعد بھی باقی رہے اور خلقِ خدا کو فائدہ پہنچے۔ مثلاً علمِ دین کی درس و تدریس یا تصنیف و تالیف وغیرہ۔

خاصیت۔ اگر کسی کو کوئی مشکل پیش آئے تو وہ ستّر بار اور ایک روایت کے مطابق ہزار بار یا بَدِیْعَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ پڑھے انشاء اللہ مشکل آسان ہو جائے گی اور معاملہ بن جائے گا۔

۹۶۔ "اَلْبَاقِیْ" ہمیشہ باقی رہنے والا، دائم الوجود جو کبھی فنا نہیں ہوتا۔

خاصیت۔ جمعہ کی رات میں جو شخص اس کو سَو بار پڑھے اس کے تمام عمل مقبول ہوں اور کسی سے رنج و تکلیف نہ پہنچے، اور دشمن، دُکھ درد، رنج و غم اور بیماریوں کے دُور کرنے کے لیئے بکثرت پڑھے۔

۹۷۔ "اَلْوَارِثُ" فنائے موجودات کے بعد باقی رہنے والا، ہر چیز کا مالک وارث، اس سے مراد ہے فنائے موجودات کے بعد باقی رہنے والا گویا تمام مرنے والوں کی میراث اس کو پہنچتی ہے۔

نصیب یہ ہے کہ اعمال باقیات الصالحات یعنی درس و تدریس، تصنیف و تالیف، پل، سرائے، مسجد اور صدقاتِ جاریہ وغیرہ میں کوشش کرے۔

خاصیت۔ جو شخص ہر روز طلوعِ آفتاب کے وقت اس اسم کو سو بار پڑھے تو رنج اور سختی سے محفوظ رہے اور جب مرے تو اللہ تعالےٰ مغفرت فرمائے اور جو بکثرت پڑھتا رہے اپنے زمانہ میں بلند مرتبہ ہو۔

۹۸۔ "اَلرَّشِیْدُ" راست راہ نما، صاحبِ رشد اور خدا کو رشید اس معنی میں کہا گیا کہ طریقِ اسلام اس کو پسند ہے اور وہی صراطِ مستقیم ہے، یا اس اعتبار سے کہ جو صفاتِ کمالیہ خدا میں ہونی چاہئیں وہ اس میں ہیں۔

نصیب یہ ہے کہ بندگانِ خدا کو اس کی راہ دکھائے۔

خاصیت۔ جو شخص اپنے کام کو حل نہ کر سکے اور اس کے حل کرنے کی کوئی تدبیر سمجھ میں نہ آئے تو اس نام کو مغرب و عشا کی نماز کے درمیان ہزار بار پڑھے جو کچھ صحیح اور بہتر ہوگا اس پر ظاہر ہو جائے گا اور اگر اس پر مداومت کرے تو تمام کاروبار اس کی سعی و کوشش کے بغیر بن جائیں گے۔

۹۹۔ "اَلصَّبُوْرُ" بڑا صبر و تحمّل والا، اصل میں صبر کے معنی تحمّل اور برداشت کرنے کے ہیں۔ اور چونکہ خدا تعالےٰ بندوں کی گستاخیوں اور نافرمانیوں کو برداشت کرتا اور انتقام و مواخذہ میں جلدی نہیں کرتا اس لئے اس کا نام صبور رکھا گیا۔

نصیب یہ ہے کہ بدبختوں، ذلیلوں اور کمینوں کی ایذا رسانی پر صبر و تحمّل کرے اور زیردستوں کی تکلیف دہی میں بردباری سے کام لے۔

خاصیت۔ جو شخص رنج و درد اور تکلیف و مشقّت میں مبتلا ہو، اس نام کو

ایک ہزار بیس بار پڑھے، انشاء اللہ اطمینانِ قلب حاصل ہو جائے گا اور اگر خوف ہوگا تو جاتا رہے گا اور اگر ہر روز پڑھا کرے تو حاسدوں اور دشمنوں کی زبان بند ہو جائے۔ اور بادشاہ کا غصّہ رفع ہو جائے۔

یہ اسمائے صفاتی جنہیں اسمائے حُسنیٰ بھی کہتے ہیں اکثر بجنسہٖ قرآن مجید میں موجود ہیں اور بعض جو بعینہٖ قرآن میں موجود نہیں ہیں اُن کے مادّے اور مشتقات قرآن مجید میں مذکور ہیں۔

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

کشف المحجوب (مخدوم سیّد علی ہجویریؒ)

نماز کا بیان

خدا تعالےٰ نے فرمایا ہے وَاَقِیۡمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ یعنی قائم کرو نماز کو اور ادا کرو زکوٰۃ۔ اور نماز کی تاکید میں بے شمار آیات ہیں۔ اسی طرح احادیث میں نماز کی بہت تاکید وارد ہے۔ نماز کے لغوی معنی ذکر اور فرمانبرداری کے ہوتے ہیں حق تعالےٰ کی طرف سے فرمان ہے کہ پانچ اوقات میں پانچ نمازیں ادا کرو، اور نماز میں داخل ہونے سے پہلے اس کی چند شرائط ہیں۔ ان میں سے ایک ظاہری طہارت ہے نجاست

و ناپاکی سے، اور دوسری باطنی طہارت ہے شرک و شہوانیات سے ہے۔ جسم کے علاوہ کپڑے بھی بالکل پاک اور صاف ہونے چاہئیں اور حلال کی کمائی سے بنائے گئے ہوں۔ پھر جس جگہ نماز ادا کی جائے وہ بالکل پاک ہونی چاہیئے۔ پھر قبلہ رُو ہونا ضروری ہے، قبلۂ ظاہری خانہ کعبہ ہے اور قبلۂ باطنی عرش ہے۔ اور اس سے مشاہدہ مقصود ہے۔ پھر قربت کے باغ میں ظاہر اور باطن کا قیام ہے۔ بعد ازاں حضورِ حق میں کھڑے ہونے پر نیت کا خالص ہونا اور ریا سے پاک ہونا۔ بعد ازاں ہیبت اور فنا کے مقام میں تکبیر کہنا اور وصل کے محل آہستگی، حسنِ ترتیب اور عظمت کے ساتھ قائم ہونا اور پھر رکوع و سجدہ خشوع و خضوع کے ساتھ۔ بعد ازاں اجتماع کی صفت سے التحیات اور اتحادِ معنوی اور جذبہ یگانگت کے ساتھ سلام کہنا۔

حدیث میں آیا ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز ادا فرماتے تو آپؐ کے سینۂ مبارک سے ایک جوش کھاتی ہوئی دیگ کے مانند آواز اُٹھتی تھی۔ اور جب امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ نماز ادا فرماتے تو آپ کے جسم پر خوفِ حق سے لرزہ طاری ہو جاتا، اور فرماتے کہ اب اس امانت کے ادا کرنے کا وقت آگیا ہے جس کے اُٹھانے سے آسمان، زمین اور پہاڑ بھی عاجز رہے تھے۔

حضرات مشائخ میں سے ایک شیخ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے حاتم اصمؒ سے عرض کیا کہ آپ نماز کس طرح ادا فرماتے ہیں۔ انہوں نے جواب دیا کہ جب نماز کا وقت آتا ہے تو میں ایک وضو ظاہری کرتا ہوں اور ایک باطنی۔ میرا ظاہری وضو پانی سے ہوتا ہے اور باطنی وضو توبہ سے۔ پھر مسجد میں آتا ہوں اور مسجد حرام کا

مشاہدہ کرتا ہوں اور مقامِ ابراہیمی میں دو ابرؤوں کے درمیان سجدہ کرتا ہوں۔ اس وقت میں بہشت کو اپنے داہنے طرف جانتا ہوں اور دوزخ کو بائیں طرف۔ اور اپنے قدموں کو پل صراط پر دیکھتا ہوں اور ملک الموت کو اپنے پیچھے جانتا ہوں اس وقت میں مشاہدہ ذاتِ حق اور محویّت تامہ کو لازمی سمجھتا ہوں۔ اور تعظیم کے ساتھ تکبیر کہتا ہوں، عزّت و احترام کے ساتھ قیام کرتا ہوں، ہیبت سے قرأت پڑھتا ہوں، تواضع سے رکوع کرتا ہوں، عجز و وقار سے جلسہ کرتا ہوں اور حمد و شکر کے ساتھ سلام پھیرتا ہوں۔

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کھانے پینے سے فارغ ہوتے تو کمال محویّت اور شوق و وجد کے طالب ہوتے اور حضرت بلالؓ سے فرماتے یا بِلَالُ اَرِحْنَا بالصَّلٰوۃِ یعنی اے بلالؓ! اذان دے تاکہ ہم نماز سے راحت و اطمینان حاصل کریں۔ پس اہلِ مجاہدہ اور اہلِ حال و استقامت اپنی نماز خاص آداب و شرائط سے پڑھتے ہیں اور ان کی نماز عام لوگوں کی نماز سے بالکل مختلف ہوتی ہے۔ روایات میں ہے کہ مشائخ اپنے مریدوں کو رات اور دن میں چار سو رکعت نماز پڑھنے کا حکم فرماتے تھے تاکہ جسم و روح کو نماز پڑھنے کی عادت ہو جائے اور وہ اس سے خوب مانوس و مربوط ہو جائیں، اور اہلِ استقامت خدا تعالےٰ کے حضور میں قبولیّت پا جانے کے باعث بطورِ شکریہ نماز ادا کرتے ہیں۔ باقی رہے اربابِ حال، تو ان کی دو قسمیں ہیں، ایک وہ گروہ کہ جس کی نماز کمال محویّت میں مقامِ جمع میں ہوتی ہے اس لئے کہ وہ مجتمع ہوتے ہیں۔ اور ایک گروہ وہ ہے کہ اس کی نماز جدائی مشرب میں تفرقہ کے مقام میں ہوتی ہے اس لئے کہ وہ متفرّق ہوتے ہیں۔ اور جو لوگ

نمازیں جمع ہوتے ہیں وہ رات دن نماز ہی میں رہتے ہیں اور جو نمازیں متفرق ہوتے ہیں وہ فرضوں اور سنّتوں کے سوا نماز نہیں پڑھتے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قُرَّۃُ عَیْنِیْ فِی الصَّلٰوۃِ یعنی میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں رکھی گئی ہے یعنی میری تمام خوشیاں نماز میں ہیں۔ پس اہل استقامت کا نماز ہیں ہی مشرب ہوتا ہے اور یہ حالت اسی طرح ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج میں لے گئے اور آپؐ کو قربت کے محل میں پہنچایا گیا تو آپؐ کا نفس طرح طرح کی دُنیوی قیود سے آزاد ہوا۔ آپؐ اس عروج پر پہنچے کہ آپؐ کا نفس دل کے درجہ پر تھا، دل جان کے درجہ پر، جان سِر کے محل میں اور سِر یعنی عقل وخ عالمِ مادی کے تمام علائق سے بے گانہ و بے تعلق ہوا۔ آپؐ نے اس وقت عرض کی "پروردگار! مجھے اس عالمِ قدس اور عالمِ لاہوت میں لاکر دوبارہ اس علائقِ نفسانی اور مصائب کے گھر یعنی دُنیا میں نہ پہنچا اور طبیعت کی قیود میں نہ ڈال"۔ بارگاہِ حق تعالےٰ سے فرمان آیا کہ ہمارا حکم یہی ہے کہ آپ واپس دُنیا میں جائیں اور وہاں آپ ہماری شریعت کو اپنے اسوۂ حسنہ اور تبلیغی مساعی سے قائم و محکم کریں جو کچھ ہم نے آپؐ کو یہاں دیا ہے وہ کچھ وہاں ملے گا۔ چنانچہ جب آنحضرت صلی ال علیہ وسلم دُنیا میں واپس تشریف لائے اور جب کبھی آپؐ کا دل مقامِ معلّٰی اور معراج کی روحانی واردات کا مشتاق ہوتا تو آپؐ فرماتے یَا بِلَالُ اَرِحْنَا بِالصَّلٰو یعنی اے بلالؓ! ہماری روح کو نماز سے سکون و اطمینان بخش۔ پس حضورؐ کی ہر نماز بمنزلہ معراج ہوتی اور نماز میں آپؐ معراج شریف کے تمام روحانی کوائف حاصل کر لیتے، آپؐ کی جان نماز میں ہوتی اور آپؐ کا دل نیاز میں، آپؐ کا سِر راز

ہیں اور آپ کا بدن گداز نہیں ہوتا یہاں تک کہ قربِ الٰہی کے باعث آپ کی نماز آپ کے لیے آنکھوں کی ٹھنڈک ہوتی۔ آپ کا بدن عالمِ ناسوت میں ہوتا اور آپ کی روح عالمِ ملکوت میں ہوتی۔ آپ کا بدن انسانی ہوتا لیکن آپ کی روح محبت وانس کے ملکوتی محل میں ہوتی۔

سہل بن عبداللہؒ فرماتے ہیں کہ کسی شخص کے صاحبِ صدق ہونے کی علامت یہ ہے کہ خداوند کریم فرشتوں کو اس کا مطیع و خیر خواہ بنا دیتا ہے۔ جب نماز کا وقت آجائے تو اگرچہ وہ شخص سویا ہوا ہو فرشتہ اس کو جگا دیتا ہے اور اسی طرح تمام نیک اعمال میں اس کا معین و مددگار ہوتا ہے اور یہ صفت حضرت سہل بن عبداللہؒ میں ظاہر تھی کیونکہ وہ ایک بوڑھے اور ناتوان مرد تھے مگر نماز کا وقت آتا تو بالکل تندرست و توانا ہو جاتے اور جب نماز ادا فرما لیتے تو وہیں پڑے رہتے۔ حضرات مشائخ میں سے ایک شیخ بیان فرماتے ہیں کہ ایک نمازی چار چیزوں کا محتاج ہوتا ہے۔ ایک تو نفسِ امّارہ کی فنا، دوسرے حوائجِ طبع سے کنارہ کشی، تیسرے باطن کا تزکیہ اور چوتھے مشاہدہ کا کمال۔

روایات میں بیان کرتے ہیں کہ حسین بن منصورؒ ایک رات دن میں چار سو رکعت نماز فرض نمازوں سے زائد پڑھا کرتے تھے۔ کچھ لوگوں نے دریافت کیا کہ جس درجہ میں آپ ہیں وہاں اس قدر تکلیف اور صعوبت اٹھانے کی کیا ضرورت ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ رنج و راحت کے یہ امتیازات آپ لوگوں کے لیے ہیں۔ نماز و عبادت میں خواہ وہ کتنی ہی زیادہ ہو راحت ہی راحت ہے۔ اور خدا تعالیٰ کے وہ دوست جو فانی الصفت ہوتے ہیں ان کے جسم و جان

پر رنج اور تکلیف اثر انداز نہیں ہوتی۔ دیکھنا کاہلی کا نام کمال اور حرص و ہوس کا نام طلب نہ رکھ لینا۔" ایک شخص کہتا ہے کہ میں حضرت ذوالنون مصریؒ کی اقتداء میں نماز پڑھ رہا تھا جب انہوں نے تکبیر تحریمہ کہی تو بے ہوش ہو گئے اور زمین پر گر کر ان کا جسم بہت دیر تک بے حس پڑا رہا۔ حضرت جنیدؒ جب بوڑھے ہو گئے تو پھر بھی انہوں نے جوانی کے وردوں میں سے کوئی ورد ترک نہ کیا۔ مریدوں نے عرض کی کہ یا شیخ! اب آپ بہت کمزور ہو گئے ہیں اور نوافل میں قدرے تخفیف فرما دیجئے۔ انہوں نے فرمایا کہ یہ وہ ورد ہیں جن کی بدولت میں اس درجہ پر پہنچا ہوں۔ پس محال ہے کہ انہیں چھوڑوں اور ان سے غفلت و بے اعتنائی برتوں۔

مشہور ہے کہ ملائکہ ہمیشہ عبادت میں ہیں اور ان کا مشرب ذکر و فرمانبرداری ہے۔ ان کی غذا بھی عبادت ہی ہے اس لئے کہ وہ روحانی ہیں اور ان کے نفس نہیں، بندہ کو اطاعت سے روکنے والی چیز نفس ہے جس قدر کہ بندہ مقہور ہوتا ہے بندگی کرنے کا طریق اس پر زیادہ آسان ہوتا ہے۔ جب نفس فانی ہوتا ہے تو اس کی غذا اور مشرب عبادت ہوتی ہے جیسا کہ فرشتوں سے نفس کی فنا درست ہوتی ہے۔ عبداللہ بن مبارکؒ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک عورت کو اپنے بچپن میں دیکھا۔ وہ بہت عابدہ تھی۔ نماز کی حالت میں بچھو نے اسے چالیس جگہ ڈنک مارا لیکن اس میں کسی قسم کا تغیر و اضطراب پیدا نہ ہوا۔ جب وہ نماز سے فارغ ہوئی تو میں نے کہا اے ماں! تو نے اس بچھو کو اپنے آپ سے دور کیوں نہ ہٹایا؟ اس نے کہا اے بیٹا! تو

ابھی بچہ ہے۔ ان معاملات کو سمجھ نہیں سکتا۔ میں خدا کے کام میں اپنا کام کیوں شروع کر دیتی؟

اسی طرح حضرت ابوالخیر اقطعؒ کے پاؤں میں گوشت خورہ تھا۔ طبیبوں نے پاؤں کاٹنے کی صلاح دی لیکن انہوں نے رضامندی ظاہر نہ فرمائی محرمِ راز مریدوں نے کہا کہ ان کا پاؤں نماز کی حالت میں کاٹ دینا چاہیئے کیونکہ ان کو اس وقت کچھ ہوش نہیں رہتا چنانچہ ایسا ہی کیا گیا، اور جب وہ نماز سے فارغ ہوئے تو انہوں نے اپنا پاؤں کٹا ہوا دیکھا۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ کے متعلق روایت ہے کہ جب وہ نماز عشاء میں قرآن پڑھتے تو آہستہ آواز سے پڑھتے، اور حضرت عمرؓ اس نماز میں قرآن پڑھتے تو بلند آواز سے پڑھتے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک دفعہ دریافت فرمایا۔ اے ابوبکرؓ! تو قرآن آہستہ کیوں پڑھتا ہے؟ انہوں نے جواب دیا "میں جس ہستی کی مناجات کرتا ہوں وہ آہستہ قرأت کو بھی سنتا ہے"۔ اور جب حضرت عمرؓ سے دریافت فرمایا کہ اے عمرؓ! تو نماز عشاء میں قرآن اس قدر بلند آواز سے کیوں پڑھتا ہے؟ تو انہوں نے عرض کی کہ میں سوئے ہوئے لوگوں کو بیدار کرتا ہوں اور شیطان کو رد کرتا ہوں۔ پس اس طائفہ کے بعض لوگ تو فرائض کو آشکارا پڑھتے ہیں اور نوافل پوشیدہ طور پر پڑھتے ہیں اور یہ اس لئے کرتے ہیں کہ ریا سے نجات پائیں، کیونکہ بعض لوگ جب اعمال و عبادات کو علانیہ ادا کرتے ہیں اور خلقت کی توجہ ان کی طرف ہو جاتی ہے تو وہ ریاکار ہو جاتے ہیں اور ریاکاری شرک ہے۔ اور

دوسرے گروہ کے لوگ فرض اور نفل بھی ظاہر پڑھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ریا باطل ہے اور طاعت حق محال ہے کہ باطل کے واسطے حق کو پوشیدہ کریں پس ریا کو دل سے دُور کرنا چاہیئے اور جہاں چاہے عبادت کرو۔ الغرض حضرات مشائخ آداب عبادت کو اچھّی طرح ضبط کئے ہوئے تھے اور مُریدوں کو اُن کا حکم فرماتے تھے۔

عوارف المعارف (شیخ شہاب الدین سہروردیؒ)

۱۔ وضو کے آداب خواصہ صوفیہ

صوفیوں کا ادب یہ ہے کہ معرفتِ احکام پر قائم ہو جائے۔

اُن کا ادب وضو میں حضورِ قلب کا اعضاء کے دھونے میں ہے۔ میں نے بعض صالحین کو کہتے سنا ہے کہ جب وضو میں قلب حاضر ہو تو نماز میں بھی حاضر ہو گا اور جب اس میں سہو یا دخل پایا تو نماز میں بھی وسوسہ داخل ہو گا۔ اور صوفیہ کے آداب سے ہمیشہ با وضو رہنا ہے اور وضو مومن کا سلاح

ہے اور جب کہ اعضاء وضو کی حمایت میں ہوں جو اثرِ شرعی ہے تو ان میں
شیطان کی روش کم تر ہوگی۔

عدی بن حاتمؓ نے کہا ہے کہ اُس وقت سے کہ میں مسلمان ہوا کبھی نماز
کی جماعت نہیں کھڑی ہوئی مگر یہ کہ میں باوضو تھا۔ اور انس بن مالکؓ نے
کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ میں تشریف لائے اور اُس وقت میں
آٹھ برس کا تھا تو آپ نے مجھ سے فرمایا اے فرزند اگر تجھ سے ہو سکے تو ہمیشہ
طہارت یعنی وضو سے رہے تو کر، اس لئے جس شخص کی موت آتی ہے اور
وہ شخص وضو سے ہو تو شہادت عطا کی جاتی ہے سو عقلمند کا یہ کام ہے کہ ہمیشہ
موت کے لئے مستعد رہے اور باوضو رہنا استعداد و تیاری میں سے ہے

حصریؒ سے حکایت کی گئی ہے کہ البتہ اس نے کہا ہے کہ جب کبھی میں
رات کو جاگا تو میرے اوپر نیند حملہ نہیں کرتی مگر بعد اس کے کہ میں اُٹھا اور تازہ
وضو کر لیا تاکہ ایسا نہ ہو کہ دوبارہ مجھے نیند آجائے اور میں باوضو نہ ہوں۔ اور
شیخ علی بن ہیتیؒ کے یاروں سے میں نے سنا ہے کہ ہر آئینہ وہ تمام رات بیٹھا
رہتا، سو اگر اس پر نیند غلبہ کرتی تو پھر بھی اسی طرح بیٹھا رہتا تھا اور جب کبھی
جاگتا تو کہتا کہ میں ایسا نہیں کہ سوء ادب کروں، سو وہ اٹھتا اور تازہ وضو کرتا
اور دو رکعت نماز پڑھتا۔

ابوہریرہؓ نے روایت کی ہے کہ ہر آئینہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
صبح کی نماز کے وقت بلالؓ سے فرمایا کہ اے بلالؓ! مجھ سے بڑی امید دلانے
والے عمل کا ذکر کر جو تو نے اسلام کی حالت میں کیا ہو۔ اس لئے کہ میں نے

بہشت میں تیرے نعلین کی آواز اپنے آگے سنی تھی۔ اُس نے عرض کی کہ میں نے اسلام میں سب سے بڑھ کر امید دلانے والا عمل اپنے نزدیک اس سے نہیں کیا کہ میں نے رات یا دن کے کسی وقت میں وضو نہیں کیا مگر یہ کہ اپنے خدائے عزّوجلّ کے لیئے اس وضو سے نماز نہ پڑھی ہو جس قدر کہ میرے لیئے مقرر کر دی کہ میں نماز پڑھوں۔

اور ادبِ صوفیہ سے طہارت میں پانی کے اسراف کا ترک ہے اور حدِ علم پر قائم ہونا ہے۔ ابن کعبؓ نے حضرت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی ہے کہ آپؐ نے ہر آئینہ فرمایا ہے کہ وضو کے لیئے ایک شیطان ہے جسے ولہان کہتے ہیں تو پانی کے وسوسوں سے ڈرو اور بچو۔ اور ابو عبداللہ رودباریؒ نے کہا کہ ہر آئینہ شیطان اس بات کی کوشش کرتا ہے کہ بنی آدم کے تمام اعمال سے اپنا حصّہ لے، سو وہ نہیں پروا کرتا اپنا حصّہ لینے میں اس کے ساتھ کہ مامورات میں زیادتی کریں یا کمی اور وہ سب کمی بیشی اُس کے حصّہ میں ہے۔

ابن کرنبیؒ سے منقول ہے کہ ایک شب اسے غسل کی حاجت ہو گئی اور اُس کے بدن میں ایک مرقّع تھا۔ سو وہ دجلہ پر گیا اور جاڑا خوب کڑکڑاتا ہوا پڑتا تھا۔ اُس کا نفس پانی کے اندر جانے سے کسمساتا تھا اس واسطے کہ شدت سے ٹھنڈک تھی تو اُس نے اپنے آپ کو اس مرقع سمیت پانی میں ڈال دیا، پھر پانی سے نکلا اور کہا کہ میں نے قول و پیمان کر لیا کہ میں اس کو بدن سے نہ اتاروں گا جب تک کہ وہ بدن میں خشک نہ ہو جائے، سو میں نے اس قول کے موافق وہ مرقّع بدن میں رکھا اس واسطے کہ وہ بہت سخت اور بہت موٹا تھا۔ اس عمل

کے ساتھ اس نے اپنے نفس کو ادب دیا اس وجہ سے کہ اللہ تعالےٰ کے حکم کی
تعمیل سے کسمسایا تھا۔

روایت ہے کہ سہل بن عبداللہؒ اپنے یاروں کو زیادہ پانی پینے اور زمین پر زیادہ گرانے سے منع کیا کرتا تھا۔ اس کا منشا تھا کہ زیادہ پانی پینے سے نفس کو ضعف اور شہوات کی موت اور قوّت کی شکستگی ہوتی ہے اور افعالِ صوفیہ سے ہے کہ وضو کے لئے پانی موجود رکھنے میں احتیاط کریں۔

نقل ہے کہ ابراہیم خواجہؒ کبھی جنگ میں جاتے تو اُن کی صرف ایک مشک پانی کی جاتی تھی اور بسا اوقات پانی نہ پیتے مگر قدرے قلیل، اور وضو کے بچا رکھتے۔ اور کہتے ہیں کہ وہ مکّہ سے کُوفہ کو جاتے اور انہیں تیمّم کی حاجت نہ ہوتی کیونکہ وہ وضو کے لئے پانی محفوظ رکھتے اور پینے کے لئے تھوڑے سے پانی پر قناعت کرتے اور کہا گیا ہے کہ جب تم صوفی کو دیکھو کہ اس کے پاس مشک یا کوزہ نہیں ہے تو جاننا چاہیئے کہ اُس نے نماز کے ترک کرنے کا ع کرنا چاہا یا انکار کیا۔ اور ایک صوفی کی حکایت ہے کہ اُس نے اپنے نفس کی تادیب طہارت میں کی ہے اس حد تک کہ اُس نے ایک جماعت فقراء کے پیچھے کتنے ہی روز قیام کیا اور وہ ایک گھر میں جمع تھے۔ سو اُن میں سے کسی نے اُس کو نہیں دیکھا کہ وہ بیت الخلا میں گیا کیونکہ وہ اُس وقت قضائے حاجت کرتا تھا جب کہ اس جگہ کوئی نہ ہوتا اور اس طرح نفس کی تادیب کا ارادہ
اور مذکور ہے کہ خواصؒ نے رَے کی جامع مسجد میں پانی کے اندر وفات کی ا
اور یہ اس سبب سے ہوا کہ اُس کو اسہال کا عارضہ تھا اور جب وہ اُٹھتا

پانی ہی جاتا اور اپنے تئیں غسل دیتا ۔ سو ایک بار پانی میں گیا اور اس ہی میں مر گیا ۔
یہ سب کچھ اہتمام وضو اور طہارت کی حفاظت کے لئے تھا ۔ اور منقول ہے کہ ابراہیم
ادہمؒ بھی وضو اور طہارت کا قیام اور نگہداشت کرنے والے تھے ۔ سو ایک رات میں
کچھ اوپر ستّر دفعہ اٹھتے اور ہر دفعہ تازہ وضو کرتے تھے اور دو رکعت نماز پڑھتے
تھے ۔ اور مذکور ہے کہ بعض صوفیا نے اپنے نفس کو یہاں تک ادب دیا کہ اُس سے
ریح خارج نہ ہوتی مگر براز کے وقت ادب سے خلوت میں خارج کرتے تھے ۔

وضو کے بعد اعضاء کا پونچھنا ایک گروہ نے مکروہ جانا ہے اور کہا ہے کہ وضو
کا پانی وزن کیا جائے گا اور بعض صوفیہ نے اس کو جائز رکھا ہے اور ان کی دلیل
وہ ہے جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ نے کہا کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک پیوند لگا ہوا کپڑا تھا کہ اُس سے وضو کے بعد
اعضاء کا پانی خشک کرتے تھے ' اور معاذ بن جبلؓ نے روایت کی ہے کہ میں
نے دیکھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کہ جب آپ وضو کرتے تو اپنے منہ
کو اپنے کپڑے کے کنارے سے ملتے تھے ۔ اور صوفیہ کی نہایت درجہ
کوشش صفاتِ ردیہ اور اخلاقِ ذمیمہ سے باطنوں کی طہارت میں ہے نہ
حد درجہ کی کوشش طہارتِ ظاہر میں اُس مرتبہ تک کہ حدِ علم سے باہر نکل جائے ۔
اور حال یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نصرانیہ کے گھڑے سے وضو
کیا ہے باوجودیکہ وہ لوگ شراب سے پرہیز نہیں کرتے ۔ اور جریان امر ظاہر
اور اصل طہارت پر کیا ہے اور اصحابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زمین پر بغیر
مصلے کے نماز پڑھا کرتے اور ننگے پاؤں راہوں میں چلتے پھرتے تھے اور

ہر آئینہ سوتے وقت اپنے اور مٹی کے درمیان کسی چیز کو حائل نہ کرتے اور استنجے
میں بعض اوقات صرف ڈھیلے اور پتھروں پر اقتصار کرتے تھے۔ اور ان کا
کام ظاہری طہارت میں تساہل اور سہل انگاری پر ہوتا تھا اور باطنی طہارت میں
بڑی جدّ و جہد کرتے تھے اور ایسا ہی صوفیہ کا شغل ہے۔ اور کبھی کبھی بعض اشخاص
میں طہارت کی بڑی شدّت ہوتی ہے اور اس کی وجہ نفس کی رعونت ہوتی ہے
پس اگر اُس کا کپڑا میلا ہو گیا تو وہ تنگ دل ہوتا ہے اور جو اُس کے باطن میں کینہ
اور بغض اور کبر و غرور اور ریا و نفاق ہے اُس کی پروا نہیں کرتا اور شاید اس
شخص کو جو ننگے پاؤں زمین پر پھرتا ہے برا جانتا ہے حالانکہ شرع نے اس کی
اجازت دی ہے، اور اس چیز کو برا نہیں سمجھتا کہ وہ غیبت کا کلمہ کہے جس سے
اس کا دین خراب و خستہ ہوتا ہے اور یہ سب اس وجہ سے ہے کہ علم کم ہے اور
اُس نے ان اہلِ صدق کی صحبت سے ادب سیکھنا چھوڑ دیا ہے جو علمائے
راسخ ہیں۔

وضو و طہارت میں حکایاتِ متصوّفہ سے یہ ہے کہ ابو عمر زجاجیؒ کہ میں تیس
برس مجاور رہے اور وہ کبھی حرم میں قضائے حاجت نہ کرتے اور بیرونِ حرم جایا
کرتے اور اقل درجہ دورہ ڈھائی کوس تھا۔ اور کہتے ہیں کہ کسی کے منہ پر زخم
تھا جو بارہ برس تک نہیں بھرا اور اچھا نہ ہوا اس سبب سے کہ پانی اُس کو مضر
تھا اور باوجود اس کے وہ ہر فرض کے وقت تازہ وضو کرنا نہ چھوڑتا تھا۔ اور بعض
اُن میں سے ایسے تھے کہ اُن کی آنکھ میں پانی اُتر آیا اور لوگ ان کے پاس طبیب
کو لائے اور اس کے لئے بہت سامان خرج کیا تاکہ اُس کی دوا کی جائے۔ تو

طبیب نے کہا کہ دوا بہت دنوں تک ترکِ وضو کی محتاج ہے اور پیٹ کے بل لیٹا رہے ، پس دوا نہیں کی اور بینائی کا جاتا رہنا ترکِ وضو پر اختیار کیا ۔

۲ - نماز کی فضیلت اور اس کی بزرگی

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے روایت کی ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ہر گاہ خدا تعالے نے جنت عدن کو پیدا کیا اور اس میں وہ چیزیں پیدا کیں جن کو نہ آنکھوں نے دیکھا اور نہ کانوں نے سنا اور نہ کسی بشر کے دل میں مخطور ہوئیں ۔ اس نے فرمایا کہ اے جنت کلام کر تو اس نے تین بار کہا قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ هُمْ فِیْ صَلَاتِهِمْ خَاشِعُوْنَ ۔ یعنی البتہ چھٹکارا پایا ان مومنوں نے جو اپنی نماز میں عاجزی کرنے والے اور گڑگڑانے والے ہیں ۔ اور نمازیوں کی فلاح میں قرآنِ مجید کی شہادت ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ آئے جبرائیلؑ میرے پاس آفتاب چھپنے کے وقت اور میرے ساتھ ظہر کی نماز پڑھی اور بعضوں نے کہا ہے کہ صلٰوۃ مشتق صَلّی سے ہے اور وہ ٹیڑھی لکڑی ہے کہ جب اس کے سیدھا کرنے کا ارادہ کریں تو اس کو آگ دکھاتے ہیں ، پھر وہ سیدھی ہوتی ہے اور بندہ میں کجی اس کے نفس کے سبب سے ہے جو برائی کا حکم دیتا ہے ، اور ذاتِ الٰہی جلّ شانہٗ کے انوار ایسے ہیں کہ اگر اس کے پردے کھولے جائیں تو جو سامنے آئے اس کو جلا دیں ۔ مصلی اس شعلۂ سطوتِ الٰہی اور عظمتِ ربّانی سے سینک پاتے ہیں جس سے ان کی کجی دور ہوتی ہے بلکہ اس کے بدولت ان کا معراج متحقق ہوتا ہے تو مصلی کی وہی مثل ہے جیسے کوئی آگ سے سینکتا اور

تاپتا ہے اور جس شخص نے صلوٰۃ کی آتش سے سینک حاصل کی اور اس کے سبب اس کی کجی زائل ہوگئی وہ جہنم کی آتش پر عرض نہیں کیا جائے گا مگر یہ کہ قسم پوری ہو جائے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حق عزّ و جلّ کہتا ہے کہ میں نے اپنے اور اپنے بندے کے درمیان نماز کو آدھوں آدھ تقسیم کر دیا کہ جس وقت بندہ کہتا ہے بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اللہ عزّ و جلّ فرماتا ہے مجھے میرے بندہ نے بزرگ گردانا اور میری عظمت و مجد کی، پھر جب اس نے کہا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ تو اللہ تعالےٰ فرماتا ہے میرے بندے نے میری حمد کی، پھر جب کہا اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ تو اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ میرے اوپر میرے بندے نے ثنا کی، پھر جب کہا کہ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ تو فرماتا ہے میرے بندہ نے اپنے آپ کو میرے تفویض اور سپرد کیا، پھر جب کہا اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ اللہ تعالےٰ کہتا ہے یہ معاملہ میرے اور میرے بندہ کے درمیان ہے، پھر جب کہا اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے یہ میرے بندے کے واسطے ہے اور میرے بندے کے لئے سب کچھ ہے جو وہ مانگے بس نماز رب اور بندے کے درمیان ایک جوڑ اور وصل ہے، اور جو چیز اس کے اور اللہ تعالےٰ کے درمیان صلہ اور پیوند ہو تو بندہ کا حق یہ ہے کہ وہ ربوبیت کے دبدبہ سے بندگی پر خاشع اور گڑگڑانے والا ہو۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کھڑ

ہو تو میرے ذکر کے لئے اور جب نماز ذکر کے لئے ہو گی اُس میں کیونکر بھول اور نسیان واقع ہو سکتا ہے۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے نماز کے پاس نہ جاؤ اُس حال میں کہ تم متوالے ہو یہاں تک کہ جانو تم کہ تم کیا کہتے ہو، پس جو شخص ایسا ہو کہ جو کہے اور اپنے کہے کو جانتا نہ ہو تو وہ کیا نماز پڑھنے کے قابل ہے درآں حالیکہ اللہ تعالےٰ نے اس سے منع کیا ہے، سو متوالا ایک شے کہتا ہے کہ عقل اُس میں حاضر نہیں اور غافل نماز پڑھتا ہے کہ اُس میں بھی عقل حاضر نہیں تو وہ ایک متوالے کی مثال ہے، اور منقول ہے کہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز میں اپنی آنکھیں آسمان کی طرف اُٹھاتے تھے اور داہنے بائیں دیکھتے تھے پھر جب کہ یہ آیت نازل ہوئی الَّذِينَ هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ خَاشِعُونَ تو انہوں نے اپنے منہ اُس طرف کر لئے کہ جس طرف سجدہ کرتے تھے اور اس کے بعد پھر روایت نہیں کی گئی کہ اُن میں سے کوئی دیکھتا ہے مگر زمین کی طرف، اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی کہا کہ جب بندہ نماز میں کھڑا ہو تو اللہ تعالےٰ کے سامنے ہے سو جب اُس نے کسی کی طرف التفات و توجہ کی تو اُسے اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ تو کس کی طرف پھرتا ہے اے پسر آدم! کیا کوئی مجھ سے بہتر ہے، تیرے لئے یہی ہے کہ میری طرف منہ کر کہ میں تیرے حق میں اُس شخص سے بہتر ہوں جس کی طرف تو مڑتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک مرد کو دیکھا کہ وہ نماز میں داڑھی سے کھیل رہا تھا تو فرمایا کہ اگر اس کا قلب خشوع کرتا تو اُس کے جوارح بھی خشوع

کرتے اور ہر آئنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس وقت تو نماز پڑھے تو صلوٰۃ مودّع پڑھ۔ پس مصلّی اپنے قلب سے اللہ تعالیٰ کی طرف سیر کرنے والا ہے کہ اپنی بیوی اور اپنی دُنیا اور ہر ایک شے ماسوائے اللہ کو وداع کرتا ہے اور صلوٰۃ لغت میں دُعا ہے تو جب نماز پڑھنے والا تمام اعضا و جوارح کے ساتھ اللہ تعالےٰ سے دُعا کرتا ہے تو اس کے سب اعضا زبان بن جاتے ہیں جن کے ساتھ بندہ ظاہراً اور باطناً دعا کرتا ہے، پس جب کہ تمامہ دُعا کرتا ہے تو اُس کا مالک قبول کرتا ہے اس واسطے کہ اس نے اس کا وعدہ فرمایا ہے اور کہا ہے کہ مجھ سے دعا مانگو میں تمہارے لئے قبول کروں گا۔

خالد ربعیؒ کہا کرتا کہ مجھے اس آیت اُدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ نے تعجّب میں ڈالا اور خوش کیا کہ اُن کو دعا کے لئے حکم دیا اور اُن سے اجابت کا وعدہ کیا کہ اُس کے درمیان کوئی شرط نہیں ہے اور استجابت اور اجابت بندہ کی دعا کا نفوذ اور جاری ہونا ہے پس جو سچّا دعا مانگنے والا اس شخص کو جس سے وہ دعا مانگتا ہے چاہنے والا ہو اُس کے نورِ تعیّن سے دُعا پردوں کو چاک کر ڈالتی ہے اور اللہ تعالےٰ کے حضور میں حاجت کا تقاضا کرتی ہوئی جا کھڑی ہوتی ہے۔

اور اس اُمّت کو اللہ تعالےٰ نے فاتحہ کتاب یعنی سورۃ الحمد کے نازل کرنے کے ساتھ مخصوص کیا اور اس میں دُعا پر ثنا کو تقدیم ہے تاکہ وہ جلد قبول ہو اور وہ اللہ تعالےٰ کی تعلیم اپنے بندوں کو دُعا کی کیفیت ہے اور فاتحۃ الکتاب وہ سبع المثانی یعنی سات آیات دوبار نازل شدہ اور قرآن عظیم ہے جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے وَلَقَدْ اٰتَیْنٰكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِیْ

وَالْقُرْاٰنِ الْعَظِیْمِ۔ بعضوں نے کہا ہے کہ اس کا نام مثانی اس واسطے رکھّا گیا ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر دو مرتبہ نازل ہوئی ایک بار مکہ میں اور ایک بار مدینہ میں، اور ہر ایک بار کہ وہ نازل ہوئی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے دوسرا ہی فہم تھا بلکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے ہر بار کہ اس کو دہرا کر دیر تک پڑھا کرتے تھے ایک اور ہی فہم ہوتا تھا۔ اور یہی حال آپ کی امّت میں سے ان محقّق نمازیوں کا ہے کہ ان کو اس کے عجیب اسرار منکشف ہوتے ہیں اور ہر ایک دفعہ ان کے لئے اس دریا کے موتی باہر پھینکے جاتے ہیں، اور بعضوں نے کہا ہے کہ اس کا نام مثانی اس لئے رکھّا گیا ہے کہ وہ دوسرے رسولوں سے استثنا کی گئی اور ان کو نہیں عطا ہوئی اور وہ سات آیات ہیں۔

ام رومانؓ نے روایت کی کہا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے مجھے دیکھا اور اس وقت میں نماز میں جھکتی تھی تو مجھے بہت جھڑکا قریب تھا کہ میں اپنی نماز سے پھر آؤں، پھر کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے کہ آپؐ فرماتے تھے جب تم میں سے کوئی نماز میں کھڑا ہو تو چاہیئے کہ اس کے اطراف یعنی ہاتھ پاؤں یہودیوں کی طرح خم نہ ہوں، ہر آئینہ اطراف کا سکون نماز کے تکملہ اور تمامی سے ہے۔

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالےٰ کے ساتھ خشوع نفاق سے پناہ مانگو۔ عرض کی گئی کہ خشوع نفاق کیا چیز ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ بدن کا خشوع اور قلب کا نفاق ہے اور یہود کا جھکنا، سو کہا گیا ہے کہ

موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل سے ظاہر امور کا تعامل کرایا کرتے تھے اُس چیز کی قلت سے کہ جو اُن کے باطن میں تھی تو وہ امور کی ہیبت دلاتے اور اُن کی عظمت کراتے تھے، اور اسی وجہ سے اس کی طرف اللہ تعالےٰ نے وحی بھیجی کہ توریت کو طلا سے محلّی اور مذہّب کیا جائے اور میرے قلب میں یہ القا ہوا، اور اللہ زیادہ دانا ہے کہ موسیٰ عزیز کو اُس کی نماز میں اور مناجات کے محل میں واردات نازل ہوتی تھی تو اس کے سبب اُس کا باطن تموّج کرتا تھا جیسے ایک سمندر ہو ٹھہرا ہوا کہ اُس پر ہوا چلنے تو لہریں تلاطم کرتی ہیں، سو موسیٰ علیہ السلام کا جھکنا اور خم کرنا دریائے قلب کی لہروں کا تلاطم تھا جب کہ اُس پر فضل اور مہربانی کی ہوائیں چلتی ہوں اور بسا اوقات روح حضرت الٰہی کی طرف جھانکتی ہے تو وہ اوپر کو ہمکتی ہے اور قالب کو اس سے میل جول ہے، اس واسطے قالب بے قرار ہوتا اور تلملاتا ہے اور پیچ و تاب کھاتا ہے، سو یہود نے اُس کے ظاہر کو دیکھا تو وہ جھکنے اور لچکنے لگے بدوں اس کے کہ اُن کے باطنوں کو اس کیفیت سے بہرہ ہوا اور اسی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ان لوگوں پر جو وسوسہ والے ہیں انکار کرتے ہوئے فرمایا کہ اسی طرح اللہ تعالےٰ کی عظمت بنی اسرائیل کے دلوں سے جاتی رہی یہاں تک کہ اُن کے بدن حاضر رہے اور دل اُن کے غائب ہو گئے۔ اللہ تعالےٰ نہیں قبول کرتا اُس شخص کی نماز کو جس میں اُس کا قلب حاضر نہ ہو جس طرح کہ اس کا بدن حاضر ہوتا ہے اور ہر آئندہ آدمی ہمیشہ نماز پڑھا کرتا ہے اور اُس کے لیے دسواں حصہ بھی نہیں لکھا جاتا جب کہ اس کا دل بھولا ہوا اور کھیلتا ہوا ہو۔

اور جاننا چاہیئے کہ اللہ تعالےٰ نے پانچ نمازیں فرض کی ہیں اور ہر آئندہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ نماز دین کا ستون ہے، تو جس نے نماز کو چھوڑ دیا وہ کافر ہو گیا، تو نماز سے بندگی اور عبودیّت کی تحقیق اور اثبات ہے اور حقِ ربوبیّت اور تمام عبادات کا ادا کرنا سرّ صلوٰۃ کی تحقیق کے وسائل ہیں۔

سہل بن عبداللہؒ نے کہا ہے کہ بندہ تکمیلِ فرائض کے لئے سنن مؤکدہ کا محتاج ہے اور تکمیلِ سُنن کے لئے نوافل کا اور تکمیلِ نوافل کے لئے آداب کا محتاج ہے، اور ادب میں سے ایک چیز ترکِ دُنیا ہے اور وہ چیز کہ جس کا ذکر سہلؒ نے کیا ہے وہ معنی اس قول کے ہیں جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے منبر پر کہا ہے کہ آدمی اسلام میں اپنے بال سفید کر دیتا ہے اور حالانکہ اللہ تعالےٰ کے واسطے اُس نے نماز کو کامل نہیں کیا۔ سوال کیا گیا کہ یہ کیونکر اور کیا بات ہے۔ فرمایا کہ نماز میں اُس کا خشوع اور تواضع اور اللہ تعالےٰ کی طرف اُس کی رجوع پوری اور کامل نہیں ہوتی، اور ہر آئنہ احادیث میں وارد ہے کہ جب بندہ نماز میں کھڑا ہو تو اللہ تعالےٰ اُس حجاب کو جو اُس کے اور اُس کے درمیان ہے اٹھا دیتا ہے اور اپنے وجہ کریم سے اُس کے مواجہہ ہوتا ہے اور ملائکہ اُس کے دونوں شانوں کے پاس سے ہوا کی طرف کھڑے ہوتے ہیں اور اُس کی صلوٰۃ کے ساتھ صلوٰۃ پڑھتے ہیں اور اُس کی دعا پر آمین کہتے ہیں اور مصلّی کی یہ حالت ہوتی ہے کہ آسمان کے اوپر سے اُس کے سر پر قبولیّت اور خوشنودی نثار کی جاتی ہے۔ اور ہر آئنہ نمازیوں کے لئے اللہ تعالےٰ نے ہر ایک رکعت میں اُن چیزوں کو جمع کیا ہے جو اہلِ آسمان پر تقسیم ہیں۔ اور اللہ تعالےٰ کے واسطے بہت سے ملائک

ہیں رکوع میں کہ جب سے اللہ تعالیٰ نے اُن کو پیدا کیا ہے وہ قیامت تک رکوع سے نہیں اٹھتے اور اسی طرح سجدہ میں اور قیام میں اور قعود میں ہیں۔ اور بندۂ حاضر اور آگاہ و بیدار اپنے رکوع میں اُن میں سے راکعین کی صفت سے متصف ہوتا ہے اور سجدے میں ساجدین کی صفات سے اور ہر ایک ہیئت میں اُس کا یہی حال ہے، اور وہ بندہ گویا اُن فرشتوں میں سے ایک اور اُن کے درمیان ہوتا ہے، اور غیر فریضہ میں مصلّی کے سزاوار ہے کہ وہ اپنے رکوع میں مکث اور درنگ کرے۔

اگر بحکم خلقت و بشریّت اس میں ماندگی راہ پائے تو اس سے استغفار کرے او اس ہیئت کی استدامت اور استمرار کے لئے اور اس بات کی تاک میں رہے کہ خشو مزا چکھے جو اس ہیئت کے لائق ہے تا کہ اُس کا قلب ہیئت کے رنگ ر اور بسا اوقات سچّے رکوع کرنے والے کو اپنے تئیں دیکھ پڑتا ہے کہ اُس قصد رکوع اور سجدے کی حالت میں اُس پر سبقت لے گیا ہے کہ اس رکوع سجود سے اٹھے جب تک کہ وہ ہیئت خاص اپنا پورا حق کرے تو اس ہیئت میں اس کا قصد کرنا اُس میں مستغرق ہونا ہے اور اُسی کے ساتھ مشغول رہتے فارغ ان ہیئتوں سے جو اس ہیئت کے سوا ہیں تو اس سے زیادہ حظّ اور ہر ایک ہیئت کی برکت سے مزید ہوتا ہے اس واسطے کہ عجلت جس کا تقاضا طبیعت کرتی ہے بابِ فتوح کو بند کر دیتی ہے۔ اور نفحاتِ الٰہیہ کے مقامات میں قرار پاتا ہے یہاں تک کہ بندہ کا نصیب اور حظ پورا اور کامل ہو جاتا ہے اور اُس وقت اس کے آثارِ حسنِ موانست جوگی سے محو ہو جاتے ہیں

اور وصال کے مقام میں قرار پاتا ہے۔

اور بعضوں نے کہا ہے کہ نماز میں چار ہیئت ہیں اور چھ ذکر ہیں۔ سو چار ہیئت، قیام، قعود، رکوع اور سجود ہیں اور چھ ذکر یہ ہیں، تلاوت، تسبیح، حمد، استغفار، دعا اور درود نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام پر، تو یہ سب عشرۂ کاملہ ہوئے کہ یہ دس ملائکہ کی دس صفوں پر منقسم ہیں کہ ہر ایک صف دس ہزار کی ہے بس دو رکعتوں میں وہ چیزیں جمع ہوتی ہیں جو ایک لاکھ فرشتوں کو تقسیم ہیں۔

۲۔ اہلِ قرب کی نماز کا وصف

اس فصل میں ہم نماز کی کیفیت کو اس کی ہیئتوں اور شرطوں اور آداب ظاہری و باطنی کے ساتھ اس انتہا درجے تک کہ ہمارا فہم وعلم اس کو علی الوجہ پہنچا ہے نقلِ اقوال سے قطع نظر کر کے بیان کریں گے اس لئے کہ اس میں کثرت ہے اور مقصود حدِ ایجاز و اختصار سے باہر نکل جائے گا اور اللہ ہی کے ساتھ توفیق ہے۔ بندہ کو سزاوار ہے کہ نماز کے لئے اُس کے وقت آنے سے پہلے وضو کی طہارت کرے اور وضو کو نماز کے وقت آنے پر نہ ڈالے، اس واسطے کہ یہ امر نماز کی محافظت سے ہے۔ سو جب نماز کا وقت آئے پہلے سنّتِ مؤکدہ پڑھے اس میں سِرّ اور حکمت ہے اور اللہ تعالےٰ زیادہ دانا ہے اس لئے کہ بندہ کے باطن میں پراگندگی اور اُس کی امنگ بھٹکی ہو جاتی ہے جب کہ لوگوں کے ساتھ میل جول یا معاش کے کاموں میں مشغولی میں مبتلا ہو، یا بھول چوک جو خلقی طور پر ہے یا عادت کے موافق کھانے یا سونے کی طرف مصروف ہو۔ سو جب کہ پہلے سنّت پڑھے گا تو اُس کا باطن نماز کی طرف کھنچتا ہے اور وہ

مناجات کے لئے آمادہ ہوتا ہے اور سنتِ مؤکدہ سے اس کے باطن سے غفلت اور کدورت کا اثر جاتا رہتا ہے اور باطن میں صلاحیت آجاتی ہے اور فرض کے لئے مستعد اور آمادہ ہو جاتا ہے، تو سنت ایک مقدمۂ صالحہ ہے جس سے برکات اُتاری جاتی ہیں اور نفحات کو راہ ملتی ہے اس کے بعد فرض کے وقت اللہ ت کے ساتھ نئے سرے سے توبہ کرے ہر گناہ سے جو اُس نے کیا ہو اور گناہ عام اور خاص ہیں سو عام تو کبیرہ اور صغیرہ ہیں جن کی طرف شرع نے اشارہ کیا ہے اور کلام اللہ اور حدیث میں آیا ہے اور خاص کسی شخص کے حال کے گناہ ہیں پس ہر شخص خواہ کوئی ہو اُس کے حال کی صفائی کے موافق کچھ گناہ اس کے ہوتے ہیں کہ جو اُس کے حال کو چھپا جاتے ہیں اور اُن کو صاحبِ حال جانتا ہے اور کہا گیا کہ ابرار لوگوں کے حسنات مقربین کے سیآت ہیں۔ پھر نماز جماعت بغیر نہ پڑھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جماعت کی نماز منفرد کی نماز سے ستائیس درجہ فضیلت میں زیادہ ہے۔ پھر ظاہر میں قبلہ کی طرف مُنہ کرے او درگاہِ الٰہی کی طرف باطن میں توجہ کرے اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاس پڑھے اور اپنے دل میں آیتِ توجہ کہے یعنی اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ اور یہ تو نماز سے پہلے ہے اور اُس کے ظاہر کے منہ کے لئے قبلے کی طرف پھیر کے ساتھ یاری اور کشودگی مطلوب ہے، اور توجہ کے ساتھ اُس کی جہت کی تخصیص نماز کی جہت کے علاوہ ہے بعد اذاں دونوں ہاتھ اپنے دونوں شانوں کے بر اٹھائے اس طرح کہ اُس کی دونوں ہتھیلیاں اُس کے دونوں شانوں کے برابر

اور اُس کے دونوں انگوٹھے اُس کے دونوں کانوں کی لَو کے پاس ہوں اور انگلیوں کے سرے کانوں کے ساتھ ہوں اور انگلیاں آپس میں ملی ہوئی ہوں اور جو اُن کو کھلی ہوئی رکھے تو بھی جائز ہے ....

....

.... اور تکبیر کہے اور اکبر کی ب اور ر کے بیچ میں الف کو نہ لائے اور اکبر کو جزم سے کہے اور اللہ کے لفظ میں مد کرے اور اسے بڑھائے اور اللہ کے لفظ میں پیش کو زیادہ نہ بڑھائے اور تکبیر شروع نہ کرے الا اُس وقت کہ دونوں ہاتھ دونوں شانوں کے برابر ٹھہر جائیں اور تکبیر کے دونوں ہاتھوں کو جھٹکے بغیر چھوڑے ۔ سو وقار یہ ہے کہ جب قلب کو سکون و قرار ہو جائے تو اُس کے ساتھ اعضا اور جوارح قلب کی شکل بن جائیں اور اولٰی اور اعوب کے ساتھ قوت پائیں، اور نماز کی نیت اور تکبیر کو اس طرح ملائے اور جمع کرے کہ تکبیر کی حالت میں اُس کے قلب سے یہ بات جاتی نہ رہے کہ وہ البتہ نماز پڑھتا ہے ۔

جنیدؒ سے حکایت کی گئی ہے کہ اُس نے کہا ہر ایک شے کے لئے اُس کا ایک خالص اور برگزیدہ ہے، اور نماز کا صفوہ تکبیر اولٰے ہے اور وجہ اس کی کہ تکبیرِ اولٰی صفوہ ہے اس کے سوا نہیں کہ وہ محلِّ نیّت اور ابتدائے نماز ہے ۔ ۔

ابو نصر سراجؒ کا قول ہے کہ میں نے سالمؒ سے سنا ہے کہ وہ کہتا تھا کہ نیّت اللہ کے ساتھ، اللہ کے واسطے اور اللہ کی طرف سے ہے اور وہ آفتیں جو بندہ کی نماز میں نیّت کے پیچھے دشمن اور دشمن کے حصّہ کی اگرچہ کتنی ہی زیادہ ہوں اس

نیت کے ہموزن نہیں ہوتیں جو اللہ کے واسطے اللہ کے ساتھ ہو اور ہر
چند وہ کتنی ہی قلیل ہو۔

ابوسعید خرازؒ سے پوچھا گیا کہ نماز میں کس طرح داخل ہونا چاہیئے تو اُس
نے کہا کہ تو اللہ تعالےٰ کے حضور میں اس طرح آئے کہ قیامت کے روز اُس
کے سامنے حاضر ہو اور اللہ تعالےٰ کے روبرو اس طرح کھڑا ہو کہ تیرے ا
اُس کے درمیان کوئی ترجمان نہ ہو اور وہ تیرے سامنے ہو اور تو اس سے
بات چیت کرے اور تو جانے کہ جس کے سامنے تو کھڑا ہوا ہے وہ بڑا بادشا
ہے۔ اور بعض عارفوں سے پوچھا گیا کہ آپ تکبیر اولےٰ کس طرح کہتے ہیں
جب تو اللہ اکبر کہے تو چاہیئے کہ تیرے ساتھ لفظ اللہ میں تعظیم الف کے
ساتھ اور ہیبت لام کے ساتھ اور مراقبہ و قرب ہا کے ساتھ ہو اور جاننا چاہیئے
آدمیوں میں سے بعض وہ ہوتے ہیں کہ جب اُس نے کہا اللہ اکبر تو وہ عظ
اور کبریا میں غائب ہو گیا اور اُس کا باطن نور سے معمور ہو گیا اور اُس کے
سینہ کی فضا میں تمام دُنیا ایک رائی کے دانہ کے برابر ہو گئی جو کہ دشت و بیا
کی زمین میں ہو پھر وہ رائی کا دانہ چھٹکا دیا گیا، تو وہ شخص وسوسہ اور حدیث
سے کیا ڈرے گا اور وہ دل میں دُنیا سے کیا خیال کریگا جو رائی برابر ہو گئی
وہ چھٹکا دی گئی، پس ایسے بندے کو وسوسہ اور حدیث نفس کس طرح مزا
کرے گی۔

پھر اپنے داہنے ہاتھ سے اپنا بایاں ہاتھ پکڑے
اور داہنے کو اُس کی کرامت کے سبب بائیں کے

رکھے اور کلمہ کی انگلی اور بیچ کی انگلی کو کلائی پر کھینچے اور دونوں طرف سے باقی تینوں انگلیوں کے ساتھ بائیں ہاتھ کو پکڑے اور ہر آئینہ امیرالمومنین علی رضی اللہ عنہ نے اس آیت کی تفسیر میں فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ فرمایا ہے کہ وہ داہنے ہاتھ کا بائیں ہاتھ پر سینہ کے نیچے ہے اور یہ اس لئے کہ سینہ کے نیچے کو عرفاً ناحر کہتے ہیں یعنی اپنا ہاتھ ناحر پر رکھو۔ اور بعض صوفیہ نے کہا ہے وَانْحَرْ یعنی قبلہ کی طرف اپنے پیش سینہ سے رُخ کرو اور اس میں ایک راز مخفی ہے جو پردہ ہائے غیب سے اُس طرف مکشوف ہوتا ہے اور وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدمی کو اپنی حکمتِ لطیف کے ساتھ پیدا کیا اور اُس کو شرف دیا اور بزرگ کیا اور اُس کو اپنی نظر کا محل اور وحی کی ورودگاہ بنایا اور اپنی زمین اور آسمان کی مخلوقات کا زُبدہ اور انتخاب کیا۔ روحانی ہے اور جسمانی ارضی ہے اور سماوی، راست قامت اور مرتفع صورت، سو اس کے اوپر نصف دل کی حد سے ہے جس میں اسرارِ سماوی امانت رکھے گئے ہیں اور اُس کے نیچے کے نصف میں زمین کے اسرار رکھے ہوئے ہیں، سو اُس کے نفس کا محل اور مرکز نصفِ اسفل ہے اور اُس کی روح اور قلب کا محل نصفِ اعلےٰ ہے، تو روح کے جذبات نفس کے جذبات سے مقابلہ اور محاربہ کرتے ہیں اور اُن کی مدافعت اور اُن کے باہم غالب مغلوب ہونے کے اعتبار سے فرشتہ اور شیطان کی آمد اور قربت ہوتی ہے اور نماز کے وقت زیادہ مقابلہ ہوتا ہے اس لئے کہ ایمان اور طبیعت میں باہم کشش ہوتی ہے، اس حالت میں نمازی جس کا قلب سماوی ہوگیا ہے فنا اور بقا کے درمیان آمد و شد کرنے والا مکاشف

ہوتا ہے اس سبب سے کہ نفس کے جذبے اپنے مرکز سے بلندی کو جانے
اور جوارح اور اُن کی گردش اور حرکت کے لئے باطن کے معانی کے ساتھ ارتباط
اور موازنہ ہے پس داہنے ہاتھ کے بائیں پر رکھنے سے نفس کا اپنے جاذبوں
کی اونچی چڑھائی سے باز رہنا اور رُک جانا ہے اور اس کا نشان وسوسہ کے دفع
ہونے اور حدیثِ نفس کے موقوف ہونے سے نماز میں ظاہر ہوتا ہے پھر جبکہ
روح کے جذبے غالب ہوتے ہیں اور وہ سر سے پاؤں تک مالک بن جاتی
اس وقت کہ انسِ کامل اور آنکھوں کی ٹھنڈک اور سلطانِ مشاہدہ غالب ہو تو نفس
مقہور و مذلل ہو جاتا ہے اور اس کا مرکز روح نُور سے تاباں اور روشن ہو جا
اور اُس وقت نفس کی کششیں جاتی رہتی ہیں اور جتنا کہ نفس کا مرکز نورانی ہوتا
اُسی قدر عبادت کی گرانی اور ماندگی دُور ہو جاتی ہے۔

اور اپنے قیام میں اپنے سر کو جھکائے رکھے اور نظر اُس کی سجدہ کی جگ
کی طرف رہے اور قیام قد کے سیدھے ہونے سے پورا اور کامل ہوتا ہے او
تھوڑا جھکاؤ بھی جو دونوں زانو اور تہی گاہ اور بدن کے موڑ توڑ کے مقاموں میں
ہو وہ سب دُور کرے اور ایسے کھڑا ہو کہ گویا اپنے تمام بدن سمیت زمین
طرف دیکھ رہا ہے، سو یہ تمام بدن اجزا کے خشوع سے ہے اور قلب
خشوع ہونے سے بدن میں خشوع پیدا ہوتا ہے اور دونوں قدم کے درمیان
فرق رکھے اس واسطے کہ دونوں ٹخنوں کا مل جانا صفد ہے اور
ہے جو ممنوع ہے اور دو پاؤں میں سے ایک کو نہ اُٹھائے اس واسطے
صفن ہے جس سے منع کیا ہے صفن گھوڑے کے تین پاؤں پر کھڑا ہونا اور

پاؤں کا زمین پر ٹکانا) حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صفن اور صفد سے نہی فرمائی اور ہر گاہ صفن ممنوع ہے تو ایک پاؤں پر بوجھ دینے میں ایک معنی صفن کے پائے جاتے ہیں، پس اعتدال کی پوری رعایت دونوں پاؤں پر بوجھ دینے میں ہے۔ اور اپنے ہاتھ کو اپنی چھاتی کی طرف نکالنا بھی مکروہ ہے۔ اور سدل سے اجتناب کرے اور وہ یہ ہے کہ اپنے جامہ کے کناروں کو زمین کی طرف لٹکائے کہ اس میں تکبر کے معنی ہیں اور اختصار مکروہ ہے اور اختصار اپنے ہاتھ کا تہی گاہ پر رکھنا ہے اور صلب مکروہ ہے اور وہ دونوں تہی گاہ یعنی کوکھوں پر دونوں ہاتھوں کا پورا رکھنا ہے اور دونوں بازو پسلیوں سے علیحدہ کرے سو جب کہ نماز میں اس ہیئت سے کھڑا ہو جس کا ہم نے ذکر کیا ہے سب مکروہات سے بچا ہوا تو ہر آئینہ قیام پورا اور کامل کیا، پھر توجہ کی آیت اور دعا پڑھے جیسا کہ ہم نے ذکر کیا ہے۔ اس کے بعد کہے اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشیطان الرجیم ——— اور سورۃ فاتحہ پڑھے۔ اور مابعد فاتحہ کا پڑھے قلب کے حضور اور قصد کی جمعیت اور دل و زبان کی موافقت سے جس میں حظِ وافر، قُرب اور وصل اور ہیبت اور عاجزی اور خوف تعظیم، وقار، مشاہدہ اور سرگوشی ہو۔

بعض صُوفیہ نے کہا ہے کہ میں کبھی نماز میں نہیں مشغول ہوا کہ اپنی قرأت کے سوا کسی دوسری چیز نے مجھے بے آرام کیا ہو۔ اور عامر بن عبداللہؒ سے لوگوں نے پوچھا کہ آپ نماز میں دُنیا کے کاموں سے کچھ پاتے ہیں تو کہا اگر نیزوں کی نوک میرے چھبو دی جائیں تو مجھے زیادہ اس سے لگتی ہیں کہ میں وہ پاؤں جو تم نماز

ہیں پاتے ہو اور بعض ایسے لوگ ہیں کہ جب وہ اللہ کی طرف نماز میں متوجہ ہوتے ہیں تو انابت کے معنی کو پہنچتے اور اس صفت کے مصداق ہوتے ہیں اس واسطے کہ اللہ تعالیٰ نے انابت یعنی رجوع الی الحق کو مقدم کیا ہے اور ایسے سینہ سے جو اسلام کے ساتھ منشرح اور ایسے قلب کے ساتھ جو نورِ انعام سے کشادہ ہے نماز پڑھتا ہے سو ایک کلمہ قرآن کا اس کی زبان سے نکلتا ہے اور اس کے تئیں اپنے دل سے سنتا ہے، پھر وہ کلمہ ایسے قلب کی فضا میں گرتا ہے جہاں اس کے سوا دوسری کوئی چیز نہیں ہے تب مالکِ قلب حسنِ فہم اور نعمتِ سماعت کی لذت حاصل کرتا ہے اور حلاوتِ استماع اور یادداشتِ کامل سے اس کو مزہ لے لے کر پی جاتا ہے اور اس کے معنی لطیف اور فحوای شریف کا ادراک کرتا ہے اور وہ ایسے معانی ہیں جو تفصیلِ ذکر سے لطیف تر ہیں اور فکرِ خفی کے ساتھ مشکل ہوتے ہیں اور معنی قرآن کا ظاہر قوتِ نفس ہو جاتا ہے۔ سو نفس مطمئنہ معانی قرآن کے ساتھ اپنی حدیث کا عوض اور بدل حاصل کرتا ہے، اس واسطے کہ وہ معانی قرآن معانی ظاہرہ ہیں جو عالمِ حکمت اور شہادت کی طرف متوجہ ہیں جس کی مناسبت نفس سے قریب ہے جو رسمِ حکمت کے قائم کرنے کے لئے بنایا گیا ہے اور قرآن کے معانی باطنی جس کے ساتھ کشفِ عالمِ ملکوت ہوتا ہے قوتِ قلب ہے اور روح مقدس کو عظمتِ متکلم کے مطالعہ کے سبب چھڑا کر پردہ ہائے جبروت تک پہنچاتے ہیں اور ایسے ہی مطالعہ کے باعث استغراقِ کمال دریا ہائے اشواق میں ہوتا ہے جیسا کہ مسلم بن یسارؒ سے منقول ہے کہ اس نے ایک روز مسجدِ بصرہ میں نماز پڑھی۔ اس وقت مسجد کا ایک ستون گر پڑا

جس کے گرنے کی آواز بازار والوں نے سنی اور وہ نماز میں کھڑا ہوا تھا اور اُس کو کچھ علم نہ ہوا۔ بعدازاں جب کہ رکوع کا ارادہ کرے تو قرأت میں سے رکوع میں جا ملے، بعدازاں قد کو جھکاتے ہوئے رکوع کرے اور اُس وقت نیچے کا آدھا بدن قیام میں بدستور اپنی حالت پر رہے بغیر اس کے کہ دونوں زانوؤں میں کچھ خمیدگی اور جھکاؤ ہو اور دونوں کہنیوں کو اپنے دونوں پہلوؤں سے علیحدہ کرے اور گردن کو اپنی پیٹھ سے دراز کرے اور اپنی ہتھیلیاں اپنے دونوں زانوؤں پر انگلیاں کھول کر رکھے۔ مصعب بن سعدؓ نے روایت کی ہے کہ میں نے سعد بن مالکؓ کے برابر نماز پڑھی تو میں نے اپنے دونوں ہاتھ دونوں گھٹنوں اور رانوں کے بیچ میں رکھے اور ان دونوں کو ملا دیا تو میرے ہاتھوں پر ضرب دی اور کہا اپنی دونوں ہتھیلیوں کو اپنے دونوں زانوؤں پر رکھ اور کہا اے فرزند ہم بھی ایسے ہی کرتے تھے تو ہمیں حکم دیا گیا کہ ہاتھوں کو گھٹنوں پر رکھیں اور کہیں سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمُ تین بار، اور اپنے رکوع میں اپنے دونوں قدموں کی طرف دیکھتا رہے اس واسطے کہ وہ خشوع سے اقرب اُس کی نسبت ہے کہ سجدہ گاہ کی طرف دیکھے اور سجدہ کے مقام کو اسی وقت دیکھے کہ جب وہ قیام کرے، اور رکوع میں اُس کا قلب رکوع کے معنی کے ساتھ متصف ہو جو تواضع اور فروتنی ہے۔ بعدازاں سر اٹھائے کہتے ہوئے سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ اس حالت سے کہ اپنے دل میں اُس چیز کو جانتا ہو جو کچھ کہ وہ کہتا ہے۔ اور رکوع سے سر اٹھانے میں اس پر قناعت کرے کہ اعتدالِ تمام کے ساتھ پیٹھ سیدھی کرے حدیث میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے وارد ہے کہ ہر آئینہ آپؐ نے

فرمایا ہے کہ اللہ اُس شخص کی طرف نہیں دیکھتا ہے جو رکوع اور سجود کے بیچ میں اپنی پیٹھ سیدھی نہ کرے، پھر سجدہ کرتے ہوئے گرے اور اس گرنے میں وہ تکبیر کہتا ہُوا بیدار حاضر خشوع کرتا ہو خبردار اس چیز سے جس میں وہ گرتا ہے اور جس کی طرف گرتا ہے اور جس کے واسطے گرتا ہے، پس سجدہ کرنے والوں میں سے بعض وہ ہیں جن کو اس کا کشف ہوتا ہے کہ وہ حدودِ زمین کی طرف گرتے ہیں اس سبب سے کہ قلب اُن کا حیا اور شرم سے بھرا ہُوا ہے اور روح اُن کی کبریائے الٰہی سے آگاہ ہے جیسے کہ وارد ہُوا ہے کہ ہر آئنہ جبرائیل علیہ السلام مشرق میں اپنے بازو سے چھپ رہتے ہیں اس وجہ سے کہ وہ اللہ تعالےٰ سے شرماتے ہیں۔ اور بعض سجدہ کرنے والوں میں سے وہ ہیں جن کو اس کا مکاشفہ ہوتا ہے کہ وہ اپنے سجدہ سے بساطِ کون ومکان کو طے کرتے ہیں اور ان کا قلب کشف وعیان کی فضا میں آزادانہ سیر کرتا پھرتا ہے اور اُس کے گرنے سے آسمانوں کے طبق نیچے گرتے ہیں۔ اور اُس کی قوّتِ شہود سے دُنیا کی صورتیں محو ہو جاتی ہیں اور وہ ردائے عظمت کے کنارہ پر سجدہ کرتا ہے اور یہ مرتبہ انتہا درجے کا ہے جس کی طرف ہمّتِ بشری کا پرند پہنچتا ہے اور جس کو پہنچنے کے لئے قوائے انسانی وفا کرتی ہیں اور انبیاءؑ و اولیاء مراتبِ عظمت اور اُس کی کنہ کی آگاہی میں متفاوت ہیں۔ ہر ایک کو اُن میں سے اپنے مرتبہ کے بقدر اُس سے حظ حاصل ہے اور ہر ایک صاحبِ علم کے اوپر ایک علیم ہے۔ اور سجدہ کرنے والوں میں سے بعض وہ ہیں جن کا ظرف وسیع ہے اور جن کی روشنی پھیلتی ہے اور دونوں قسم سے بہرہ مند ہوتے ہیں اور دونوں بازوؤں کو کھولتے ہیں، پھر وہ اپنے قلب سے اجلالاً تواضع کرتا ہے اور

اپنی روح کے ساتھ کرامت وافضال سے بلند ہوتا ہے، اُس کے لئے انس اور ہیبت اور حضور و غیبت اور فرار و قرار اور اسرار و جہار مجتمع ہو جاتے ہیں۔ سو وہ اپنے سجدہ میں دریائے شہودانی میں شناوری کرتا ہے، ایک بال اُس سے سجدہ میں نہیں پھرتا جیسا کہ سید البشر حضرت محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اپنے سجدہ میں کہا سجد لك سوادی وخیالی و للہ یسجد من فی السموات والارض طوعاً وکرھاً، طوع یعنی انقیاد اور فرمانبرداری روح اور قلب کے لئے ہے اُس اہلیت اور قابلیت کے سبب سے جو اُن دونوں میں ہے اور کرہ یعنی رنج اور ناخوشی نفس کی طرف سے ہے اس سبب سے کہ اس میں بیگانگی ہے اور اپنے سجدہ میں تین بار کہے سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى دس بار تک کہ وہ کمال ہے اور سجدہ میں کُشادہ چشم رہے اس واسطے کہ وہ دونوں چشم سجدہ کرتی ہیں، اور گرنے میں پہلے اپنے دونوں گھٹنے رکھے۔ پھر اپنے دونوں ہاتھ رکھے، پھر ماتھا اور پھر ناک رکھے، اور سجدہ میں اپنی ناک کی چوٹی کی طرف دیکھتا رہے، اس واسطے کہ وہ سجدہ کرنے والوں کے لئے زیادہ خشوع کا درجہ ہے اور اپنی دونوں ہتھیلیاں خاص مصلّے پر رکھے، ان کو کپڑے میں نہ لپیٹے اور دونوں ہتھیلیوں کے بیچ میں سر ہو اور دونوں ہاتھ دونوں شانوں کے مقابل رہیں۔ نہ اُن کے داہنے طرف اور نہ بائیں طرف، اور اپنی دونوں کہنیاں سجدہ میں اپنے دونوں پہلوؤں سے جدا رکھے اور اپنی انگلیوں کا رُخ سجدہ میں قبلہ رُو رکھے اور اپنے دونوں ہاتھوں کی انگلیاں انگوٹھے کے ساتھ ملائے اور اپنے دونوں ہاتھ زمین پر نہ بچھائے بعد ازاں تکبیر کہتے ہوئے سر کو اٹھائے اور اپنے بائیں پاؤں

پر بیٹھے اور داہنے پاؤں کو کھڑا رکھے اس طرح پر کہ انگلیوں سے قبلہ رُو ہو
اور دونوں ہاتھ دونوں زانوؤں پر بغیر ملائے رکھے، اور اس نشست کو فرض میں
زیادہ طول نہ دے مگر نوافل میں مضائقہ نہیں، بعدازاں دوسرا سجدہ تکبیر کہتے ہوئے
کرے اور قعود یعنی نشست میں اقعاء مکروہ ہے اور وہ اس مقام پر اس معنی میں ہے
کہ دونوں سرین اپنے دونوں پاشنوں پر رکھے اور جب دوسری رکعت میں کھڑے
ہونے کا ارادہ کرے تو آرام کے لئے جلسۂ خفیفہ کرے اور اسی طرح باقی رکعتوں
میں کرے، اس کے بعد تشہد کرے اور نماز سرّ معراج ہے اور وہ معراج قلوب
ہے اور تشہد قرارگاہ وصول کا ہے بعد ازآنکہ درجہ بدرجہ طبقاتِ آسمانی کی قطع
مسافاتِ علوی کی ہو اور التحیات پروردگار خلاق پر سلام ہے پس چاہیئے کہ جو کہے
اُس کو ذہن میں لائے اور جس سے کہتا ہے اُس کے ساتھ باادب رہے اور
کیفیتِ عرض کو جانے اور حضرت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سلام بھیجے، اور اپنے
دل کی آنکھوں کے سامنے اُن کو موجود جانے اور صالح بندگانِ الٰہی پر سلام بھیجے
پس اس صورت میں بندگانِ الٰہی سے کوئی بندہ آسمان اور زمین میں باقی نہیں
رہتا مگر یہ کہ اس پر نسبتِ روحانی اور خاصیتِ فطری کے ساتھ سلام نہ بھیجے۔
اور اپنی نماز کے آخر میں دُعا اپنی ذات اور مومنین کے لئے کرے، اور اگر امام
ہو تو چاہیئے کہ دُعا میں منفرد اور تنہا نہ ہو بلکہ اپنی ذات اور مقتدیوں کے لئے
دُعا کرے۔ اس واسطے کہ امام جو نماز میں بیدار و ہوشیار ہو ایک دربان کی مثال
ہے جو سلطان کے حضور میں حاضر ہو اور اُس کے پیچھے اہلِ حاجت ہیں کہ اُن
کے لئے دربانِ رسول التماس کرتا ہے اور ان کی حاجتوں کو عرض کرتا ہے، اور

مومنین دیوار کی مثال ہیں کہ ایک دوسرے کو مضبوط اور مستحکم کرتے ہیں اور اسی کے ساتھ اللہ تعالےٰ نے ان کی تعریف اپنے اس قول سے فرمائی ہے کَاَنَّهُمْ بُنْیَانٌ مَّرْصُوْصٌ، اور اس امّت کے وصف میں کتب سابقہ میں ہے کہ ان کی صفوف نماز میں ایسی ہیں کہ جیسے صفوف ان کی لڑائی میں ہیں۔

مروی ہے کہ معن ابن علیٰ نے کعب احبارؓ سے سوال کیا کہ توریت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت کیسی پاتے ہو۔ اس نے جواب دیا کہ ہم اس طرح پاتے ہیں کہ محمدؐ بن عبداللہ مکّہ میں پیدا ہوں گے اور مدینہ طیبہ کو ہجرت کریں گے اور ملک ان کا شام میں ہوگا اور وہ نہیں ہیں فحّاش یعنی بسیار زشت سخن و زشت کار اور نہ وہ بازاروں میں سخّاب یعنی شور مچانے والے ہوں گے اور برائی کا بدلہ برائی سے نہ کریں گے، اگر وہ عفو کریں گے اور بخشائیں گے اپنی امّت کو جو حمّاد ہیں کہ اللہ تعالےٰ کی حمد نرمی اور آسودگی میں کریں گے، اور اپنے ہاتھ پاؤں کا وضو کریں گے۔ اور نصف ساق تک ازار پہنیں گے، وہ اپنی نمازوں میں ایسی ہی صف باندھیں گے جیسی کہ وہ اپنی لڑائی میں صفیں باندھیں گے۔ ان کی آوازیں ان کی مسجدوں میں ایسی ہوں گی جیسے شہد کی مکھیاں بھن بھناتی ہیں اور ان کی آوازیں آسمانوں کے درمیان میں سنائی دیں گی۔ سو نماز میں امام شیطان کے خلاف لڑائی میں صف کا پیشوا ہے، تو وہ خشوع اور ادائے مراتب میں، ظاہر و باطن میں ادب کے ساتھ سب نمازیوں سے اولیٰ اور افضل ہونا چاہیے، اور بیدار و ہوشیار نمازی کے جب ظاہر مجتمع ہوں گے تو ان کے باطن بھی مجتمع ہوں گے اور باہم ایک دوسرے کی یاوری اور مددگاری کرتے ہیں اور ایک سے دوسرے میں

انوار و برکات ازو سرایت کرتے ہیں ، بلکہ جس قدر مسلمان کہ زمین کی اطراف میں ن پڑھنے والے ہیں بسبب سلام و رابطِ ایمان سے اُن کے درمیان باہمدیگر یاور اور امداد ہے بلکہ اللہ تعالےٰ ملائکہ سے اُن کی امداد کرتا ہے جس طرح کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ملائکہ کے ذریعے سے روزِ بدر امداد کی تھی ، سو کی حاجتیں شیطان کی لڑائی میں بڑھ کر اُن کی حاجات سے ہیں جو کفار کی لڑائی میں تھیں ۔ اور اسی واسطے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے رجعنا الجہاد الاصغر الی الجہاد الاکبر یعنی ہم نے جہادِ اصغر سے جہا کی طرف بازگشت کی ، پس ان کو فرشتے متلاقی ہوتے ہیں بلکہ اُن کے سببے سے افلاک قائم ہیں ۔

پھر جب کہ نماز سے باہر آنا چاہے اپنے داہنے طرف سے سلام پھیرے اور سلام کرنے کے ساتھ ہی نیت کرے کہ وہ نماز سے باہر ہوتا ہے اور وہ س فرشتوں پر ہے اور حاضرین پر جو مومنین سے ہیں اور قوم جن میں سے جو مومن ہیں ۔ اور اپنا رخسارہ داہنے طرف والوں کے لئے گردن توڑنے سے ظاہر کرے اس سلام میں اور بائیں طرف کے سلام کے درمیان میں فصل اور علیحدگی کرے اس کہ ہر آئنہ مواصلت سے نہی وارد ہوتی ہے اور مواصلت پانچ ہیں ، دو ان میں سے امام کے ساتھ مخصوص ہیں اور وہ یہ ہے کہ امام تکبیر سے قرأت کو نہ ملائے اور رکوع کو قرأت سے نہ ملائے ، اور دو مقتدیوں پر ہیں اور وہ یہ ہے کہ تکبیر اولی کو تکبیرِ امام سے نہ ملائے اور نہ اُس کے سلام کو اپنے سلام سے ملائے ، ایک مواصلت دونوں یعنی امام اور مقتدی پر ہے اور وہ یہ ہے کہ فرض کا سلام نفل

کے سلام سے نہ ملائے، اور سلام کو جزم سے پڑھے اور اُس کو بہت نہ کھینچے، پھر سلام کے بعد دُعا مانگے جو چاہے خواہ دُنیا کا امر ہو یا اُس کے دین کا ہو اور سلام پھیرنے کے پہلے ہی نماز کے اندر دُعا مانگے اس واسطے کہ وہ قبول ہوتی ہے، اور جس شخص نے پانچوں وقت کی نماز جماعت کے ساتھ ادا کی حقیقت میں بر و بحر کو عبادت سے بھر دیا، اور تمام مقامات اور احوال کا نچوڑ اور زُبدہ پانچوں وقت کی نماز باجماعت ہے اور وہ سِرِّ دین ہے اور مومن کا کفّارہ ہے اور خطاؤں کو محو کرتی ہے، اس رُو سے کہ ہمارے شیخ ضیاء الدین ابو النجیب سہروردی رحمہ اللہ نے روات کے واسطے سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے پانچوں وقت کی نمازیں خطاؤں کا کفّارہ ہیں اور پڑھو اگر تم چاہتے ہو

ان الحسنات یذھبن السیّئات ذالک ذکری للذاکرین۔

۴۔ نماز کے آداب اور اسرار

نمازی کے بہترین آداب سے یہ ہے کہ وہ کسی چیز میں دل بستہ نہ ہو خواہ وہ چیز تھوڑی ہو یا بہت، اس واسطے کہ عقلمندوں نے ترکِ دُنیا نہیں کی مگر اس لئے کہ وہ نماز کو ادا کریں جس طرح پر کہ مامور ہوئے ہیں سبب یہ ہے کہ ہرگاہ دُنیا اور اشتغالِ دُنیا قلب کے مشغول کرنے والے تھے تو اُن کو چھوڑ دیا کہ محلِ مناجات پر موجبِ غیرت تھے اور قربت کے مقام کی اُنہیں رغبت تھی اور دل سے پروردگارِ عالم کو مانتے اور فرمانبردار تھے- وجہ یہ ہے کہ ظاہر میں ادائے نماز اطاعتِ ظاہری اور دل کا نماز میں ماسوائے اللہ سے فارغ ہونا اطاعتِ باطنی

ہے۔ سو اُنہوں نے حضورِ ظاہر اور ممانعت باطن کو نہیں خیال کیا جب تک کہ اُن کی اطاعت میں خلل نہ پڑے، اور کہا گیا ہے کہ آدمی کی دانش اور فقاہت سے یہ بات ہے کہ اپنی حاجت کو قبل از نماز روا کرے اور اسی واسطے حدیث شریف میں وارد ہے کہ جب کھانا اور عشا کی نماز ایک ساتھ آئے تو کھانے کو نماز عشا پر مقدم کرو، اور نہ اُس وقت نماز شروع کرے کہ پیشاب کی حاجت ہو اور نہ اُس وقت کہ بیت الخلا کی ضرورت ہو، اور اُس حالت میں بھی نماز نہ پڑھے جب کہ اُس کا موزہ ایسا تنگ ہو جو اُس کے قلب کو اپنی طرف مشغول رکھتا ہو اور حاصل کلام یہ ہے کہ آداب کی بات نہیں ہے کہ آدمی اُس حالت میں نماز پڑھے کہ جب اُس کے پاس ایسی شے ہو جو اُس کے باطن کے مزاج کو اعتدال سے متغیر کر دے جیسے کہ وہ چیزیں جن کا ہم نے ذکر کیا ہے اور غم شدید اور غضبِ مفرط بھی اس میں داخل ہے اور حدیث میں آیا ہے کہ کوئی تم میں سے نماز شروع نہ کرے اُس وقت کہ ترش رو اور ماتھے پر بل پڑے ہوں اور نہ ہرگز تم میں سے کوئی نماز میں کھڑا ہو جب کہ غصہ میں ہو۔

پس سزاوار نہیں ہے کسی بندہ کے لیے کہ وہ نماز میں کھڑا ہو مگر اُس وقت کہ اپنی پوری ہیئت سے محلّی ہو اور نمازی کا عمدہ لباس یہ ہے کہ اُس کے ہاتھ پاؤں میں سکون ہو اور اِدھر اُدھر نہ دیکھے نہ منہ پھیرے اور داہنا ہاتھ بائیں پر رکھے پس بندہ کی اس سے بہتر کیا ہیئت ہو سکتی ہے جو بادشاہ غالب کے سامنے فروتن حاضر کھڑا ہو اور شرع نے حرکاتِ پے در پے کی رخصت دی ہے جو تین سے کم ہوں اور اربابِ عزیمت نے نماز میں سب حرکات کو ترک کر دیا اور ایک دفعہ نماز میں

میرے ہاتھ کو جنبش ہوئی اور اس وقت ایک شخص جُہال میں سے میرے برابر کھڑے
تھے۔ جب میں نماز سے فارغ ہو کر اُلٹا پھرا تو اس نے میرے اوپر اعتراض کیا اور
اس حرکت کو بُرا جانا اور کہا ہمارے نزدیک یہ بات ہے کہ بندہ جب نماز میں کھڑا ہو
تو اسے چاہیئے کہ وہ سُن چُپ چاپ نچلا رہے کہ اُس سے کوئی چیز اور عضو جنبش نہ
کرے۔ اور حدیث میں وارد ہے کہ نماز میں سات چیزیں شیطان کی طرف سے ہیں
تکبر، نیند، وسوسہ، جمائی، خارش، التفات، کسی چیز سے کھیلنا اور بعض نے
کہا ہے کہ سہو اور شک۔

اور ہر آئینہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ نے
فرمایا ہے کہ نماز میں خشوع یہ ہے کہ نماز پڑھنے والا نہ جانے کہ اُس کے داہنے طرف
کون طرف ہے اور بائیں طرف کون۔ اور سفیانؒ سے منقول ہے کہ کہا جس نے
خشوع نہیں کیا اُس کی نماز فاسد ہوئی اور معاذ بن جبلؓ کی روایت اس سے بھی سخت
اور دشوار تر ہے کہا جس نے قصداً داہنی اور بائیں طرف سے نماز میں جانا پہچانا
تو اُس کی نماز نہیں ہوئی۔ اور بعض علماء نے کہا ہے کہ جس نے ایک کلمہ بھی جو دیوار
یا فرش پر لکھا ہوا اپنی نماز کے اندر پڑھا تو اس کی نماز باطل ہے، اور اس آیت
کی تفسیر میں وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ دَآئِمُوْنَ بعض نے کہا ہے
کہ وہ ہاتھ پاؤں کا سکون اور طمانیت ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ جس وقت تکبیر
اولیٰ کہی جائے تو جان لے کہ ہر آئینہ اللہ تعالےٰ تیرے شخص کی طرف ناظر اور
تیرے مافی الضمیر کا عالم ہے، اور اپنی نماز میں اُس کی مثال خیال کر کہ تیرے داہنے
طرف بہشت اور بائیں طرف دوزخ ہے، اور بہشت و دوزخ کی صورت باندھنے

کا جو ہم نے ذکر کیا سبب یہ ہے کہ جب دل ذکرِ آخرت میں مشغول ہوگا تو اُس سے وسواس منقطع اور دُور ہو جائیں گے تو یہ تمثیل دل کے لیے ایک دوا کا حکم رکھے گی تاکہ وسوسہ دُور ہو۔

ہمارے شیخ ضیاء الدین ابو النجیب سہروردیؒ نے بواسطات روایت کی ہے کہ سہلؒ کا قول ہے کہ جس شخص کا دل ذکرِ آخرت سے خالی ہو تو اُسے وساوسِ شیطانی پیش آتے ہیں اور جس شخص کا باطن صفائی قلب اور نورِ معرفت حاصل کئے ہو تو وہ اپنی چشم دیدہ کے سبب اس سے مستغنی ہے کہ مشاہدہ کی صورت بنائے اور ابو سعید خرازؒ کا قول ہے کہ جس وقت رکوع کرے تو اُس کے رکوع میں ادب ہے کہ کھڑا رہے اور نزدیک ہو اور جھکے اپنے رکوع میں یہاں تک کہ اُس کا کوئی جوڑ اور عضو باقی نہ رہے مگر یہ کہ وہ عرشِ بزرگ کی جانب قائم ہو۔ سُبحانَ رَبِّیَ العَظِیم کہے یہاں تک کہ اُس کے دل میں اللہ تعالے سے بزرگ تر کوئی نہ ہو اور اپنے نفس کی تصغیر اور تحقیر کرے حتّٰی کہ بھنگی سے بھی کمتر ہو اور جب اپنا اٹھائے اور سَمِعَ اللهُ لِمَن حَمِدَہ کہے تو جانے کہ حق سبحانہ و تعالے اُس کو دیکھ رہا ہے، اور یہ بھی کہا ہے کہ اس کے ساتھ خوف بھی اس قدر ہو قریب ہے کہ اُس سے گداخت ہو جائے۔ سراجؒ نے کہا ہے کہ جب بندہ تلاوت شروع کرے تو اُس میں ادب یہ ہے کہ وہ مشاہدہ کرے اور اُس کا سماعت کرے کہ گویا اللہ تعالے اُسے سن رہا ہے اور گویا وہ اللہ تعالے کے سامنے پڑھ رہا ہے اور سراجؒ نے یہ بھی کہا ہے کہ ادبِ صوفیہ سے یہ ہے نماز سے پہلے مراقبہ کرے اور ماسوے اللہ جو چیز ہو اُس کی نفی کرے۔ پھر جب

نماز کے لئے حضورِ قلب سے کھڑا ہو تو گویا ایک نماز سے دوسری نماز میں کھڑے ہوئے، پھر جب نماز سے باہر ہوئے تو اپنے حال کی طرف حضورِ قلب سے رجوع کی پس گویا کہ وہ ہمیشہ نماز میں ہے، سو یہ نماز کا ادب ہے اور کہا گیا ہے کہ بعض صُوفیہ ایسے تھے کہ کمال استغراق کے سبب اُن سے حفظِ عدد نہ ہو سکتا تھا یعنی وہ یہ نہ جانتے کہ کتنی رکعت پڑھیں، اور ان کے ساتھیوں میں سے ایک شخص شمار کیا کرتا کہ کتنی رکعت پڑھیں ہے۔ اور بعض نے کہا ہے کہ نماز کی چار شاخیں ہیں حضورِ قلب محراب میں، شہودِ عقل بادشاہ وہّاب کے نزدیک، حضورِ نفس بلا اشتباہ ہو اور خضوعِ ارکان نگاہداری کے ساتھ، اس واسطے کہ حضورِ قلب کے وقت پردے اُٹھ جاتے ہیں اور شہودِ عقل کے وقت عتاب دُور ہوتا ہے اور حضورِ نفس کے وقت دروازے کُشادہ ہوتے ہیں اور خضوعِ ارکان کے وقت ثواب حاصل ہوتا ہے، تو جو شخص نماز میں بلا حضورِ قلب کھڑا ہو تو وہ نمازی کھیلنے والا ہے اور جو شخص نماز میں بلا شہودِ عقل کھڑا ہو تو وہ نمازی غافل ہے، اور جو بلا حضورِ نفس پڑھنے لگا وہ نمازی خطاکار ہے اور جو بلا خشوعِ ارکان پڑھتا ہے وہ نمازی جفاکار ہے، اور جو شخص ایسی نماز پڑھتا ہے جس کی تعریف کی گئی ہے وہ مصلّی صاحبِ وفا ہے۔

اور ہر آئینہ جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ جب بندہ نمازِ فریضہ میں کھڑا ہو اس حال سے کہ اُس کا منہ اور کان اور آنکھ اللہ کی طرف ہو اور وہ نماز سے فارغ ہو کر پھرا تو گویا وہ اپنے گناہ سے ایسا پاک ہوا کہ جیسے اُس دن اپنی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا، اور ہر آئینہ اللہ تعالے

منہ دھونے سے اس کا گناہ جو اس سے ہوا اور اس کے دونوں ہاتھوں کے دھونے سے اس کے گناہ اور اس کے دونوں پاؤں دھونے سے اس کے گناہ دھوتا ہے اور دور کرتا ہے حتیٰ کہ وہ نماز میں اس طرح در آتا ہے کہ اس کے ذمے کوئی گناہ نہیں ہے۔

جناب رسولِ انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے چوری کا ذکر ہوا تو آپؐ نے فرمایا کہ کون سی چوری سب سے زیادہ بری اور خراب ہے؟ تو حاضرین نے عرض کی کہ اللہ اور اس کا رسولؐ دانا تر ہے۔ پھر آپؐ نے فرمایا کہ سب چوریوں سے بدتر یہ ہے کہ آدمی اپنی نماز سے چوری کرے۔ لوگوں نے عرض کی کہ . . . . آدمی اپنی نماز سے کس طرح چوری کرتا ہے، حضرتؐ نے فرمایا کہ وہ نماز کا رکوع پورا نہیں کرتا اور نہ اس کا سجدہ اور نہ اس کے خشوع اور قراءت کو پورا کرتا ہے جو نماز میں ہے۔

ابو عمر بن علائیؒ سے روایت ہے کہ وہ امامت کے لیے بڑھایا گیا تو اس نے کہا کہ میں اس کی صلاحیت نہیں رکھتا، پھر جب اس سے الحاح کی گئی اس نے تکبیرِ تحریمہ باندھی تو اس کو غش آگیا۔ سو لوگوں نے کسی دوسرے کو امام بنایا پھر جب کہ اسے ہوش آیا تو اس سے سوال کیا گیا تو کہا کہ جب میں نے کہا استووا یعنی صف برابر کرو، تو ہاتف نے مجھے آواز دی کہ آیا تو اللہ کے سامنے کبھی مستوی اور برابر ہوا ہے یعنی کبھی باادب اور منقاد ہوا ہے۔

اور حضرت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب بندہ نے اچھی طرح وضو کیا اور نماز اس کے وقت پر پڑھی اور اس کے رکوع و سجود اور

مواقیت کی حفاظت کی تو نماز کہتی ہے کہ اللہ تیری حفاظت کرے جیسے کہ تو نے میری حفاظت کی ہے، پھر وہ بلند ہوتی ہے کہ اُس کیلئے ایک نور ہوتا ہے یہانتک کہ وہ آسمان تک پہنچتی ہے اور یہانتک کہ وہ اللہ تعالیٰ تک پہنچتی ہے پھر اپنے نمازی کے لئے شفاعت کرتی ہے، اور جب بندہ نماز کو ضائع کرتا ہے تو نماز اُس کو کہتی ہے کہ خدا تجھے ضائع کرے جیسا کہ تو نے مجھے ضائع کیا ہے، پھر وہ اونچی چڑھتی ہے کہ اُس کے ساتھ تاریکی ہوتی ہے یہاں تک کہ وہ آسمان تک پہنچتی ہے اور اُس کے لئے دروازہ بند ہو جاتا ہے، پھر وہ لپیٹی جاتی ہے جس طرح کہ دُھرا کپڑا لپیٹا جاتا ہے اور وہ اُس نمازی کے منہ پر ماری جاتی ہے۔

ابو سلیمان دارانیؒ نے کہا ہے کہ جب بندہ نماز میں کھڑا ہو تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اُٹھا دو وہ پردے جو میرے اور میرے بندہ کے درمیان ہیں، پھر جب وہ بندہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے دوسری جانب منہ پھیرتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ڈال دو وہ پردہ جو میرے اور اُس کے بیچ میں ہے اور میرے بندہ کو اور اُس چیز کو چھوڑ دو جو اُس نے اپنے نفس کے لئے پسند کی ہے۔ اور ابو بکر وراقؒ نے کہا ہے کہ اکثر اوقات میں دو رکعت نماز پڑھتا ہوں اور میں اُن سے منصرف اور اُلٹا پھر آتا ہوں اور مجھے اللہ سے ایسی ہی حیا آتی ہے جیسے اُس مرد کو شرم آتی ہے جو زنا سے اُلٹا پھر کے آتا ہے۔

پھر ہر ایک انسان نماز کا ادب اُسی قدر جانتا ہے جس قدر کہ اس کو قُرب سے حصہ ہوتا ہے۔ موسیٰ بن جعفرؒ سے کہا گیا کہ لوگوں نے آپ کی نماز آپ کے سامنے چلنے سے فاسد کر دی کہا کہ جس کے لئے میں نماز پڑھتا ہوں وہ مجھ

سے قریب تر اُس سے ہے جو میرے آگے سے گزرتا ہے۔ اور منقول ہے کہ زین العابدین علی بن حسین رضی اللہ عنہم کی یہ حالت تھی کہ جب آپ نماز کے لیے باہر نکلتے تو رنگ کے تغیر کے سبب پہچانے نہ جاتے، تو آپ سے اس کی بابت دریافت کیا جاتا۔ آپ فرماتے کہ تم جانتے ہو میں کس کے سامنے جانے کا ارادہ کرتا ہوں۔

جناب رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ ہر آئینہ آپ نے فرمایا ہے کہ بندہ کے لیے اُس کی نماز سے اسی قدر لکھا جاتا ہے جو وہ سمجھتا ہے، اور دوسرے الفاظ میں وارد ہے تم میں سے بعض وہ ہیں جو پوری نماز پڑھتے ہیں اور بعض تم میں سے آدھی نماز پڑھتے ہیں اور بعض چوتھائی اور پانچواں حصہ یہاں تک کہ دسویں حصہ تک پہنچتے ہیں۔

خواصؒ کا قول ہے کہ آدمی کو چاہیئے کہ نوافل کی نیت کرے تاکہ اُس کے فرائض کے نقصان پورے ہوں اور اگر اس کی نیت نہ کرے تو اس سے کچھ محسوب نہ ہوگا۔ ہمیں یہ روایت پہنچی ہے کہ اللہ نوافل کو قبول نہیں کرتا جب تک کہ نماز فریضہ کو ادا نہ کرلے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے تمہاری مثل میرے اُس بندہ کی ہے کہ قبل اس کے کہ وہ قرض ادا کرے ہدیہ اور تحفے بھیجنا شروع کردے اور یہ بھی کہا ہے کہ خلق دو خصلت کے سبب اللہ تعالےٰ سے منقطع اور علیحدہ ہوگئی، اُن میں سے ایک یہ ہے کہ نوافل کو طلب کیا اور فرائض کو ضائع کیا، اور دوسری یہ ہے کہ اُنہوں نے ظاہر کے اعمال کیے اور اُن میں اپنے دلوں کو صدق اور نیک خواہی کے ساتھ نہ لگایا، اور اللہ تعالےٰ نے انکار کیا ہے

کہ کسی عامل سے کوئی عمل قبول نہ کرے جب تک کہ اُس میں صدق اور حق نہ ہو۔

اور نماز میں آنکھ کا کھلا رہنا اس سے بہتر ہے کہ اس کو بند کرے الا اُس وقت کہ اُس کا قصد نظر کی تفریق اور اس کے ادھر اُدھر پھرنے پر ہو تو اُس وقت آنکھوں کو بند کر لے تاکہ خشوع کے لئے مدد پہنچے۔ پھر اگر نماز میں جمائی آئے تو جہاں تک ہو سکے اپنے ہونٹوں کو ملائے اور اپنی ٹھوڑی کو اپنے سینہ سے نہ ملائے اور نہ دوسرے سے نماز میں مزاحم ہو بعض نے کہا ہے کہ مزحوم یعنی جس شخص کو دھکا دیا وہ مزاحم یعنی دھکا دینے والے کی نماز کا ثواب لے جائیگا۔ اور بعض نے کہا ہے کہ جس شخص نے پہلی صف اس خوف سے چھوڑ دی کہ پہلی صف والوں کے لئے جگہ کی تنگی ہوگی اور وہ دوسری صف میں کھڑا ہوا تو اس کو اللہ تعالےٰ صفِ اوّل کے برابر ثواب دے گا بغیر اس کے کہ صفِ اوّل والوں کے ثواب سے کچھ کمی ہو۔

روایت ہے کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نماز میں کھڑے ہوتے تو ان کے قلب کی تپش اور تڑپ ایک میل کے فاصلے پر سنائی دیتی تھی۔ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے روایت کی ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سینہ سے جوش کی آواز ایسی سننے میں آتی جیسے دیگ سے آتی ہے حتیٰ کہ مدینہ کے گلی کوچوں میں سن پڑتی تھی۔ اور جنیدؒ سے پوچھا گیا کہ نماز کا فرض کیا ہے جواب دیا کہ تعلقات کا توڑنا اور قصد کا جمع کرنا اور اللہ تعالےٰ کے سامنے حاضر ہونا۔

منقول ہے کہ اللہ تعالےٰ نے بعض انبیاء کی طرف وحی بھیجی اور کہا جب تو نماز میں مشغول ہو تو اپنے دل سے خشوع اور اپنے بدن سے خضوع اور اپنی آنکھ سے اشک میرے حوالے کر، اس وقت میں قریب ہوں اور ابوالخیر اقطع نے کہا ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا تو میں نے عرض کی یا رسول اللہ مجھے کچھ وصیت فرمائیے۔ آپ نے فرمایا یا ابا الخیر نماز اپنے اوپر لازم کر اس واسطے کہ میں نے اپنے پروردگار سے وصیت طلب کی تو اُس نے مجھے نماز کی وصیت کی اور مجھے فرمایا کہ میں سب سے زیادہ قریب اُس وقت ہوتا ہوں جب کہ تو نماز میں ہوتا ہے۔

منقول ہے کہ محمد بن یوسفؒ فرماتے تھے کہ حاتم اصمؒ کو دیکھا کہ کھڑا ہوا لوگ کو وعظ کہتا تھا تو اُس سے کہا کہ اے حاتم! میں تجھے دیکھتا ہوں کہ لوگوں کو نصیحت کرتا ہے، کیا تو نماز اچھی طرح پڑھتا ہے؟ کہا ہاں۔ کہا کیونکر نماز پڑھتا ہے؟ کہا کہ میں حکم کے ساتھ اُٹھتا ہوں اور خوف سے چلتا ہوں اور ہیبت کے ساتھ داخل ہوتا ہوں اور عظمت کے ساتھ اللہ اکبر کہتا ہوں اور ترتیل سے قرأت کرتا ہوں اور خشوع سے رکوع کرتا ہوں اور تواضع سے سجدہ، اور تشہد کے لیئے پورا بیٹھتا ہوں اور سنت پر سلام پھیرتا ہوں اور اُسے اپنے پروردگار کے سپرد کرتا ہوں اور اپنی زندگی بھر اُس کی حفاظت کرتا ہوں اور اپنے نفس کی طرف ملامت ساتھ رجوع کرتا ہوں اور میں اس بات کا خوف کرتا ہوں کہ شاید وہ میری نماز قبول نہ کرے اور قبول کی اُمید رکھتا ہوں، اس خوف و رجا کے درمیان میں ہوں جس نے مجھے علم سکھایا اُس کا شکریہ کرتا ہوں اور میں اُس کو علم سکھاتا ہوں جو

سے اس کا خواہاں ہوتا ہے اور میں اپنے پروردگار کی حمد کرتا ہوں اس واسطے کہ اُس نے مجھے ہدایت کی ہے۔ تو محمد بن یوسفؒ نے کہا تجھ سا شخص اس کی صلاحیت رکھتا ہے کہ واعظ ہو۔

اور قول اللہ تعالےٰ کا کہ لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوۃَ وَاَنْتُمْ سُکَارٰی یعنی نماز کے قریب نہ جاؤ جب کہ تم نشہ میں ہو اس میں متوالا حبِ دُنیا سے مراد ہے، اور بعضوں نے کہا ہے کہ رنج اور غم خوارگی سے متوالا ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس شخص نے نماز کی دو رکعتیں پڑھیں اور اُس کے نفس نے دُنیا کی کوئی بات نہیں کی تو اللہ تعالےٰ اُس کے گناہ جو پہلے کئے ہوں بخش دیتا ہے، اور یہ بھی فرمایا ہے کہ نماز غربت اور مسکنت اور تواضع اور تضرّع اور پشیمانی ہے، اور ہر آئینہ وارد ہوا ہے کہ مومن جس وقت نماز کے لیئے وضو کرتا ہے تو اطرافِ زمین میں شیطان اُس کے خوف کے سبب اُس سے دُور بھاگتا ہے اس واسطے کہ اُس نے اس امر کی تیاری شروع کی ہے کہ بادشاہ کے حضور میں آئے، پھر جب وہ اللہ اکبر کہتا ہے تو شیطان اُس سے چھپ جاتا ہے، اور بعض کہتے ہیں کہ نمازی اور شیطان کے درمیان حجاب ڈال دیا جاتا ہے کہ اُس کی طرف وہ نہیں دیکھتا ہے اور خدائے جبار اُس کو اپنے رُخ کے سامنے متوجہ کر لیتا ہے، پھر جب اُس نے اللہ اکبر کہا تو اللہ تعالےٰ اُس کے قلب میں دیکھتا ہے، پھر اگر اُس کے دل میں اللہ تعالےٰ سے بزرگتر کوئی نہیں ہوتا تو فرماتا ہے کہ تو نے اپنے دل میں اللہ کی تصدیق کی جیسا کہ تو کہتا ہے کہ اللہ اکبر، اور اُس کے دل سے نور شعاعیں پھیلاتا ہے کہ وہ عرش کے

ملکوت کو جا ملتا ہے اور اُس نور کے سبب اُس کو زمین و آسمان کے پردے کھل جاتے ہیں۔ اور اُس نور کے درمیان اُس کے لیئے حسنات لکھے جاتے ہیں، اور جب ایک جاہل غافل نماز کے لیئے کھڑا ہوتا ہے تو اُس کو شیاطین گھیر لیتے ہیں جس طرح مکھیاں شہد کے قطرہ پر چاروں طرف سے آن گرتی ہیں، پھر جب وہ اللہ اکبر کہتا ہے تو اللہ تعالےٰ اُس کے قلب میں دیکھتا ہے اور جب اُس کے دل میں کوئی چیز بھی اللہ تعالےٰ سے اُس کے نزدیک بڑی ہوتی ہے تو اُس کے لیے فرماتا ہے کہ تو جھوٹا ہے۔ اللہ تعالےٰ تیرے دل میں سب سے بزرگ تر نہیں ہے جیسا کہ تو کہتا ہے۔ اُس وقت اس کے دل میں سے ایک دھواں اٹھتا ہے جو آسمان کے برابر پہنچتا ہے اور یہ اُس کے قلب کا ملکوت سے حجاب ہو جاتا ہے۔ پھر یہ حجاب اس کی صلابت زیادہ کر دیتا ہے۔ اور شیطان اُس کے قلب کو اپنا لقمہ بنا لیتا ہے، پھر ہمیشہ اس میں پھونک مارتا ہے اور فضلہ ڈالتا ہے اور اُس کی طرف وسوسہ پہنچاتا ہے اور تزئین ماسوا کی دُنیا وغیرہ سے کرتا ہے یہاں تک کہ وہ اپنی نماز سے اُلٹا پھرتا ہے اور وہ نہیں جانتا کہ اس میں کیا تھا اور حدیث میں وارد ہے کہ اگر شیاطین بنی آدم کے قلوب کے ارد گرد نہ گھومتے تو البتہ وہ عالم ملکوتِ آسمانی کی طرف دیکھتے اور وہ قلوبِ صافی جن کا ادب اُن کے قالبوں کے کمال ادب سے کامل ہو گیا ہے وہ آسمانی ہو جاتے ہیں کہ تکبیر کے ساتھ ہی آسمان میں داخل ہوتے ہیں جس طرح کہ وہ غار میں داخل ہوتا ہے اور اللہ تعالےٰ نے آسمان کو شیاطین کے تصرّف سے محفوظ و مصئون کیا ہے تو جو قلب آسمانی ہیں اُن کی طرف شیاطین کو راستہ نہیں ہے۔ پھر اُس وقت [illegible]

نفسانی اُس میں باقی رہ جاتے ہیں کہ وہ آسمان کے اندر قلعہ بند ہونے سے نہیں قطع ہوتے جس طرح کہ تصرف شیطانی قطع ہو جاتا ہے، اور جو قلوب کہ مراد ہیں وہ درجہ بدرجہ تقریب کی وجہ سے چڑھتے ہیں اور آسمانوں کے طبقوں میں عروج کرتے ہیں اور آسمانی طبقات کے ہر طبقہ میں ظلمتِ نفس سے کسی قدر پیچھے رہتے اور ہٹتے جاتے ہیں اور اُس کے اندازہ سے ہواجسِ نفسانی کم ہوتے جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ وہ آسمانوں سے گزر جاتا ہے اور عرش کے سامنے توقف کرتا ہے، پس اس وقت نورِ عرش کی روشنی سے ہواجسِ نفسانی اور اُس کے خطرات بالکل زائل ہو جاتے ہیں اور نفس کی تاریکیاں قلب کے نور میں چھپ جاتی ہیں جس طرح کہ رات اذن کے اندر غائب ہو جاتی ہے اور اُس وقت آداب کے حقوق پوری طرح ادا ہوتے ہیں، اور شانِ نماز ہمارے وصف سے بہت زیادہ اور بڑھی ہوئی ہے اور ہمارے ذکر سے کامل تر ہے۔

اللهم اهدني فيمن هديت

اللهم ألهمني رشدي وقني شر نفسي

کتاب الاربعین از امام محمد غزالیؒ

۱۔ اتباعِ سنّت کا بیان

چونکہ اصل سعادت یہی ہے کہ تمام حرکات و سکنات میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا اتباع کیا جائے اس لئے سمجھ لو کہ حضرتؐ کے تمام افعال کی دو قسم ہیں اوّل عبادات جیسے نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ وغیرہ۔ دوم عبادات مثلاً کھانا پینا، سونا، اٹھنا، بیٹھنا وغیرہ اور مسلمانوں پر لازم ہے کہ دونوں قسم کے افعال میں آپؐ کا اقتدا کریں کیونکہ حق تعالیٰ نے جس آیت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کے اتباع کا حکم فرمایا ہے وہاں کوئی قید نہیں لگائی بلکہ یوں ارشاد فرمایا کہ پیغمبر جو کچھ بھی تم کو دیں اس کو لے لو اور جس چیز سے منع کریں اس سے باز آ جاؤ۔ شیخ محمد بن اسلمؒ نے تمام عمر صرف اس خیال سے کبھی تربوز نہیں کھایا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تربوز کھانے کا انداز ان کو معلوم نہیں ہوا تھا۔ ایک بزرگ نے ایک مرتبہ موزہ سہواً اوّل بائیں پاؤں میں پہن لیا تو اس کے کفّارہ میں جب تک ایک کون گیہوں خیرات نہ کر دیئے اس وقت تک چین سے نہ بیٹھے

معلوم ہوا کہ کامل اتباع اور پوری سعادتمندی یہی ہے کہ عادتوں میں بھی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اقتدا کیا جائے کیونکہ اس میں بے شمار فائدے ہیں اور ذرا سے تساہل میں ایسی نعمتِ عظمیٰ کا کھو بیٹھنا بے وقوفی ہے اب ہم اس کا سبب اور یہ بات بیان کرتے ہیں کہ اتباعِ کامل میں کیا فائدے ہیں۔ سنو اس کی تین وجوہ ہیں اوّل تمہیں معلوم ہے کہ قلب کو اعضا سے خاص تعلّق ہے اور اعضائے بدن کے تمام افعال کا اثر دل کے اندر پہنچتا ہے لہٰذا جب تک اعضاء کی حرکات و سکنات حدِّ اعتدال پر نہ ہوں گی اس وقت تک قلب کو صلاحیّت اور نور کبھی حاصل نہ ہوگا کیونکہ انسان کا قلب آئینہ کی طرح ہے اور آئینہ آفتاب کی روشنی سے اس وقت روشن ہو سکتا ہے جب کہ اس میں تین باتیں موجود ہوں اوّل یہ کہ اس کو صیقل کیا جائے، دوم یہ کہ اس کا جسم صاف اور شفاف ہو، سوم یہ کہ اس میں کجی بالکل نہ ہو۔ اسی طرح جب قلب کے اند تینوں اوصاف موجود ہوں گے کہ خواہشاتِ نفسانی کے ترک کر دینے سے ا کی صیقل ہو جائے گی اور ذکرِ الٰہی سے اس میں صفائی پیدا ہو گی اور افعالِ اع

کو اعتدال پر رکھنے سے اس میں کجی نہ آنے پائے گی، تو اس وقت بے شک اس میں تجلیاتِ باری تعالیٰ کا انعکاس ہوگا۔ اور اعتدال کے یہ معنی ہیں کہ ہر چیز کو اس کے موقع پر رکھا جائے مثلاً چار سمت میں سے ایک سمت یعنی جانبِ قبلہ کو اللہ تعالیٰ نے عزت بخشی ہے۔ اس لئے تمام نیک کاموں میں خواہ ذکرِ الٰہی ہو یا تلاوتِ قرآن اور وضو یا دعا قبلہ کی جانب منہ کیا جائے اور جو افعال کراہت کرنے کے قابل ہوں مثلاً تخلیۂ حاجت یعنی بول و براز اور جماع میں ستر کھولنا وغیرہ اس وقت اس جانب سے رُخ پھیر لیا جائے ایسا کرنا چونکہ سمتِ قبلہ کی عزت کا قائم رکھنا ہے لہٰذا یہی اعتدال ہے۔ یا مثلاً حق تعالیٰ نے داہنی جانب کو بائیں جانب پر شرف بخشا ہے اس لئے تم کو بھی اس شرف کا ہر وقت خیال رکھنا چاہیئے کہ اگر اچھے کام کرنے مثلاً کلام مجید اُٹھانا یا روٹی کھانی ہو تو داہنا ہاتھ آگے بڑھاؤ اور میلے کام مثلاً استنجا کرنا، ناک سنکنا یا بضرورت کسی ناپاک چیز کو ہاتھ لگانا ہو تو بایاں ہاتھ آگے بڑھاؤ۔ کپڑا پہنو تو اوّل دائیں طرف اور جُوتا پہنو تو اوّل داہنے پاؤں میں پہنو۔ مسجد میں جاؤ تو اوّل داہنا پاؤں رکھو اور جب باہر نکلو تو اوّل بایاں پاؤں نکالو۔ الغرض ہر شے کے مرتبے کا خیال رکھنا عدل اور انصاف کہلاتا ہے اور اس ظاہری اعتدال سے قلب بھی معتدل اور مستوی ہو جائے گا۔ اگر یہ رمز تمہاری سمجھ میں نہ آئے تو تجربہ کر دیکھو، اور اس کا تو تم نے تجربہ بھی کیا ہوگا کہ جو لوگ سچ بولنے کے خوگر ہوتے ہیں ان کے خواب بھی اکثر سچے ہوتے ہیں۔ اور جو لوگ جھوٹ بولتے ہیں ان کے خواب بھی زیادہ جھوٹے ہوتے ہیں کیونکہ راست گوئی سے قلب میں اعتدال اور راستی و استقامت آ جاتی ہے اور دروغگوئی

سے اُن میں کجی پیدا ہو جاتی ہے۔ دیکھو چونکہ شاعر اکثر جھوٹے اور لغو تخیّلات کے عادی ہو جاتے ہیں اس لیئے ان کے قلوب میں کجی آجاتی ہے۔ لہٰذا جہاں تک ہو سکے جھوٹے تخیّلات کو دل میں جگہ نہ دو ورنہ دل کا اعتدال ہاتھ سے جاتا رہے گا۔ دوسری رمز یہ ہے کہ دوائیں دو قسم کی ہوتی ہیں بعض وہ کہ جن کے اثر اور تاثیر میں مناسبت ہے مثلاً شہد چونکہ گرم ہے اس لیئے گرم مزاج والوں کو نقصان دیتا ہے اور سرد مزاج والوں کو نفع پہنچاتا ہے۔ ایسی دوائیں تو بہت کم ہیں کیونکہ اکثر دوائیں دوسری قسم میں داخل ہیں یعنی وہ دوائیں کہ جن کی تاثیر کسی مناسبت سے معلوم نہیں ہوتی۔ اس کا نام خاصیّت ہے اور ظاہر ہے کہ ہر شے کی خاصیّت یا تو الہام سے معلوم ہوتی ہے یا وحی سے یا تجربہ سے۔ مثلاً سقمونیا دست آور ہے اور رگوں سے صفرا کو کھینچ لیتا ہے یا مقناطیس کی یہ خاصیّت ہے کہ لوہے کو اپنی جانب کھینچتا ہے۔ یہ دونوں تاثیریں تجربہ ہی سے معلوم ہوتی ہیں اسی طرح اعمال و افعال کی تاثیریں بھی دو ہی طرح کی ہیں یعنی بعض اعمال میں اور ان کی تاثیروں میں تو کھُلی ہوئی مناسبت موجود ہے مثلاً نفس کی خواہشوں کا پورا کرنا اور دنیوی لذّتوں کے پیچھے پڑ جانا مضر ہے کیونکہ جب مرتے وقت دُنیا سے روانگی ہوگی اور ظاہر ہے کہ یہ ایک نہ ایک دن ضرور ہونا ہے تو اُس وقت ضرور ان لذّتوں کو چھوڑتے ہوئے حسرت ہوگی اور جب کچھ بن نہ پڑے گا تو حسرت بھری نظروں سے دیکھتا ہوا رخصت ہوگا۔ پس لذّتوں میں پڑنے اور ان کے نقصان و ضرر میں کھُلی ہوئی مناسبت ہے۔ یا مثلاً ذکرِ الٰہی مفید ہے کیونکہ ذکر کے سبب حق تعالےٰ کی معرفت حاصل ہوگی اور معرفت کی بدولت محبّت پیدا

ہوگی اور محبتِ خداوندی کا نتیجہ یہ ہوگا کہ آخرت کی پائیدار لذتوں کا شوق ہوگا لہٰذا دُنیا سے جاتے وقت کچھ بھی حسرت نہ ہوگی بلکہ اپنے محبوب سے ملنے کے شوق میں ہنسی خوشی روانہ ہوگا پس ذکر اللہ اور اس کے ثمرہ واثر میں بھی مناسبت ظاہر ہے۔ البتہ دوسری قسم کے اعمال اور ان کی تاثیر میں کچھ مناسبت معلوم نہیں ہوتی اور یہ وہی خاصیت ہے جو وحی اور نورِ نبوت کے علاوہ کسی طرح بھی معلوم نہیں ہوسکتی اور اکثر اعمالِ شریعت چونکہ اس قسم میں داخل ہیں لہٰذا جب تم دیکھو کہ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو مباح کاموں میں سے باوجود دونوں پر قدرت ہونے سے ایک کو ترجیح دی ہے۔ مثلاً استنجا دائیں ہاتھ سے بھی کر سکتے تھے مگر پھر بائیں ہاتھ کو اس کام میں لگایا اور سیدھے ہاتھ کو علیحدہ رکھا ہے، تو یہ علامت ہے کہ آپ نے اس کی خاصیت معلوم فرما کر ہی ایسا کیا ہے اور ضرور اس میں کوئی خاص نفع ہے جس کو ہر شخص نہیں سمجھ سکتا۔ تعجب کی بات ہے کہ محمد بن زکریا طبیب پتھروں اور بوٹیوں کی جو خاصیتیں بتلائے وہ بلاچون وچرا اور بے سوچے سمجھے صحیح مان لی جائیں اور سید البشر محمد بن عبد اللہ علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام نورِ نبوت اور وحی ربانی سے اعمال وافعال کی جو خاصیتیں بیان فرمائیں ان کو نہ مانا جائے اور خلافِ عقل بتایا جائے۔ مسلمانو! یقین جانو کہ طبیبِ روحانی جو کچھ بھی کرے گا ضرور اس میں نفع ہوگا اگرچہ اس کی مصلحت تمہاری عقل اور علم میں نہ آسکے۔ تیسری رمز یہ ہے کہ انسان جانوروں کی طرح آزاد و بیکار نہیں پیدا کیا گیا بلکہ اس کو اشرف المخلوقات اور شریعت کا پابند بنایا گیا ہے۔ اس لیے تم کو مناسب ہے کہ جو کام کرو سنت کے موافق کرو تاکہ نفس محکوم اور مطیع بنا رہے

اور فرشتہ خصلت بن جاؤ اور یوں سمجھو کہ بندگی بیچارگی کا نام ہے اس لئے بندہ کو چاہیئے کہ جو حرکت بھی کرے وہ اتباعِ رسول کی نیت اور پیغمبر کے حکم سے کرے تاکہ آثارِ بندگی ہر وقت ظاہر ہوتے رہیں۔ اور ہر دم ریاضت اور اطاعت کا اجر ملتا رہے۔ پابندی وہ چیز ہے کہ اگر فرضاً کوئی شخص اپنا تمام اختیار کسی جانور کے ہاتھ میں دے دے تب بھی یہ شخص اس سے اچھی حالت میں ہوگا جو سراپا اپنی خواہش پر چلتا ہے۔ یہ فائدہ اخیرہ حکم شرعی کی ہر وضع سے حاصل ہو سکتا ہے خواہ کسی طرح حکم مقرر ہو جائے کیونکہ اس کا جو مقصود اصلی ہے کہ ایک خاص طرز کی پابندی ہو یہ ہر طور پر حاصل ہے تو شرائع مختلفہ کے احکام بدل جانے پر بھی یہ فائدہ خاص ملحوظ رہا بخلاف اوّل اور دوسرے فائدہ کے کہ حکمت اور خاصیت ایک معین چیز ہے اور وہ اختلافِ شرائع سے بدل نہیں سکتی پس اگر تم تینوں رمزوں پر آگہی حاصل کرو گے تو تمام حرکات و سکنات میں اتباعِ سنّت کی ضرورت تم کو واضح ہو جائے گی۔

جو کچھ ہم نے بیان کیا ہے وہ امورِ عادیہ میں اتباعِ سنّت کی ترغیب کے لئے بیان کیا ہے اور جن اعمال کو عبادت سے تعلق ہے اور ان کا اجر و ثواب بیان کیا گیا ہے ان میں بلا عذر اتباع چھوڑ دینے کی تو سوائے کفرِ خفی یا حماقتِ جلی کے اور کوئی وجہ ہی سمجھ میں نہیں آتی، مثلاً رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جماعت سے نماز پڑھنے میں تنہا نماز پڑھنے پر ستائیس درجہ فضیلت ہے، اس کے ماننے کے بعد اگر کوئی مسلمان بلا کسی معقول عذر کے جماعت کی نماز ترک کرتے تو اس کا سبب یا تو اس کی حماقت ہے کہ اگر کوئی شخص دو پیسے چھوڑ کر

ایک پیسہ لے تو اس کو احمق بتلائے اور خود ستائیس فضیلتیں چھوڑ کر ایک پر اکتفا کرے تو بے وقوف نہ ہو، اور یا نعوذ باللہ یہ خیال ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد محض انتقامی مصلحت کی بنا پر ہے تاکہ اس رغبت سے لوگ ایک جگہ جمع ہو جایا کریں کیونکہ ستائیس کے عدد اور جماعت سے نماز پڑھنے میں کوئی مناسبت نہیں معلوم ہوتی۔ پس اگر خدانخواستہ ایسا خیال ہے تو یہ کُفر ہے اور کفر بھی ایسا خفی کہ اس کی اطلاع اپنے آپ کو بھی نہیں ہے۔ لوگوں کا ایسا حال ہو گیا ہے کہ اگر کوئی طبیب یا رمال یا نجومی کوئی بات بتائے تو اس کی وجہ سمجھ میں آئے یا نہ آئے اس کو فوراً تسلیم کر لیں گے لیکن نبی کے قول میں مناسبت ٹٹولتے ہیں۔ بھلا اگر کوئی نجومی یوں کہے کہ ستائیس دن گزرنے پر تم کو ایک مصیبت کا سامنا ہو گا کیونکہ تمہارے طالع اور زُحل میں ستائیس درجہ کا بُعد ہے اور ہر روز ایک درجہ کم ہو گا اس لئے اگر اپنا بھلا چاہتے ہو تو گھر میں بیٹھے رہو اور باہر نہ نکلو۔ اس کو سُن کر بے شک تم گھر کے پیوند ہو جاؤ گے اور سب کاروبار چھوڑ بیٹھو گے اور اگر کوئی سمجھائے بھی کہ ارے میاں ایک درجہ کو اور ایک دن کو کیا مناسبت ہے؟ اور مصیبت اور زُحل میں کیا تعلق ہے؟ نیز باہر نہ نکلنے اور مصیبت کے ٹل جانے میں کیا علاقہ ہے؟ یہ سب واہیات باتیں اور نجومی پنڈتوں کے ڈھکوسلے ہیں - اس کا خیال ہی مت کرو۔ تو تم اس کا کہنا کبھی نہ مانو گے اور اس کو احمق و بے وقوف اور علمِ نجوم کا منکر سمجھو گے۔ پھر افسوس صد افسوس کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تبلائے ہوئے اعمال میں تمام مناسبتوں کا سمجھنا چاہتے ہو اور اگر نہ سمجھ میں آئیں تو منکر و بد اعتقاد بنے جاتے ہو۔ تم ہی بتاؤ کہ کیا یہ کُفر اور انکارِ رسالت نہیں ہے؟ حالانکہ ان عبادات کا مُؤثر ہونا

تجربہ سے بھی معلوم ہو چکا ہے۔ اور یہ بھی ضروری نہیں ہے کہ نبی کی دی ہوئی خبروں کی مناسبتیں اور مصلحتیں سب ہی کو معلوم ہو جایا کریں۔ بھلا میں تم سے پوچھتا ہوں کہ اگر طبیب کوئی دوا بتلائے اور اس کی خاصیت تم سے نہ بیان کرے یا نجومی کسی آئندہ واقعہ پر کوئی حکم لگائے اور اس کی مناسبت تم کو نہ بتلائے تو کیا اس کی بات منظور نہیں کرتے ہو مگر افسوس کہ نبی و رسول کوئی روحانی علاج فرمائیں اور اس کی مناسبت اور خاصیت نہ بتلائیں تو اس کو منظور نہیں کرتے اس کا سبب سوائے اس کے اور کیا ہے کہ نجومی اور طبیب چونکہ موجودہ زندگی کے متعلق علاج بتا رہے ہیں اور اس زندگی کے ساتھ تم کو محبت ہے لہذا آنے والی مصیبت یا مرض کے فکر میں اس کی وجہ اور مناسبت تک پوچھنے کا ہوش تک نہیں رہتا بلکہ دس برس بعد آنے والی مصیبت کا آج ہی سے فکر و انتظام شروع ہو جاتا ہے حالانکہ وہ محض موہوم اور ایسے لوگوں کی بتائی ہوئی باتیں ہیں جن کا جھوٹ ہزاروں دفعہ تم خود آزما چکے ہو اور جو ٹکے ٹکے پر ایسی باتیں بتاتے دربدر مارے پھرتے ہیں، اور نبی چونکہ طبیب روحانی ہیں اس لئے قلبی امراض کا علاج اور دائمی صحت کی تدبیر بتلاتے ہیں اور اس کی تمہیں مطلق پروا نہیں، فکر نہیں، اندیشہ نہیں بلکہ آنے والی آخرت کی زندگی کا جیسا یقین ہونا چاہئے وہ یقین ہی حاصل نہیں اس لئے اس میں مناسبتیں پوچھتے ہو۔ اللہ تعالےٰ ایسی غفلت سے بچائے جس کی وجہ سے عبادتوں میں بھی اتباع رسول۲ نہ ہو سکے مسلمانوں کی یہی شان ہے کہ جس امر میں بھی کوئی حدیث وارد ہوئی ہے اس میں بے چون وچرا اقتدا کر لیا کریں۔ مثلاً رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ شنبہ اور پنجشنبہ کے دن پچھنے لگوانے سے برص کا اندیشہ ہے۔ ایک محدث نے اس حدیث

کو ضعیف سمجھ کر قصداً شنبہ کے دن پچھنے لگوائے تھے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ برص میں مبتلا ہو گئے۔ چند روز بعد ایک شب رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوئے اور مرض کی شکایت کرنے لگے تو حضرتؐ نے فرمایا کہ جیسا کیا ویسا بھگتو۔ شنبہ کے دن پچھنے کیوں لگوائے تھے۔ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ اس حدیث کا راوی ضعیف تھا۔ آپؐ نے فرمایا کہ حدیث تو میری نقل کرتا تھا۔ عرض کیا کہ یا رسول اللہ خطا ہوئی۔ میں توبہ کرتا ہوں۔ یہ سن کر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا فرمائی اور صبح کو آنکھ کھلی تو مرض کا نشان بھی نہ رہا۔ اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ عصر کے بعد سو جانے سے عقل کے جاتے رہنے کا خوف ہے۔ اور ایک حدیث میں آیا ہے کہ جس شخص کے ایک جوتا کا تسمہ ٹوٹ جائے تو جب تک اس کو درست نہ کرا لے اس وقت تک صرف ایک جوتا پہن کر ہرگز نہ چلے اور دوسری حدیثوں میں ہے کہ زچہ کی اوّلین خوراک تر کھجور ہونی چاہیئے اور اگر یہ نہ ہو تو خشک چھوہارا ہی ہی، کیونکہ اگر اس سے بہتر کوئی غذا ہوتی تو حق تعالے عیسیٰ روح اللہ کے پیدا ہونے پر بی بی مریم علیہا السلام کو وہی کھلاتا۔ نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جب کوئی تمہارے پاس مٹھائی لائے تو اس میں سے کچھ کھا لیا کرو اور خوشبو لائے تو سونگھ لیا کرو۔ اسی طرح جو کچھ بھی طبیبِ روحانی فرمائیں اس میں مناسبتیں نہ ڈھونڈو۔ بے چون و چرا مان لو، کیونکہ ان امور میں بے شمار اسرار اور رموز ہیں جن کی تمامیتیں ہر شخص کی سمجھ میں نہیں آسکتیں۔

۲۔ اخلاص اور صدق کا بیان

اخلاص کی اصل مسلمان کی نیت ہے کیونکہ نیت ہی میں اخلاص ہوا کرتا ہے اور اخلاص کا کمال صدق ہے اور اخلاص کے معنی یہ ہیں کہ نیت میں کسی شے کی آمیزش نہ ہو اس لئے ان تینوں کو علیحدہ علیحدہ بیان کیا جاتا ہے

رکنِ اوّل نیّت: حق تعالےٰ فرماتا ہے کہ "اے محمدؐ اپنے پاس سے اُن کو علیحدہ نہ کرو جو صبح و شام اپنے پروردگار کو پکارتے ہیں درآنحالیکہ اُسی کی ذات کو چاہتے ہیں"۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ نیت سے مراد یہ ہے کہ عمل سے حق تعالےٰ کی ذات مقصود ہو۔ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ "اعمال کا مدار نیت پر ہے۔ کچھ لوگوں کے صحیفۂ اعمال حق تعالےٰ کے حضور میں پیش ہوں گے اور حق تعالےٰ فرمائے گا کہ ان کو پھینک دو کیونکہ ان اعمال سے اس شخص کو میری ذات مقصود نہ تھی'' اور کچھ بندوں کا نامۂ اعمال پیش ہوگا تو حکم ہوگا کہ فلاں فلاں عمل اور درج کر دو۔ فرشتے عرض کریں گے کہ بارِ الٰہا وہ اعمال تو اس نے کئے ہی نہیں تھے حکم ہوگا کہ ان اعمال کی اس نے نیت تو کی تھی اور اس کا ہم کو علم ہے (دار قطنی)

حدیث میں آیا ہے کہ آدمی چار قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک وہ جسے حق تعالےٰ نے مال بھی دیا ہو اور علم بھی دیا اور بمقتضائے علم اس مال کو اللہ کی راہ میں خرچ کرتا ہے۔ دوسرا وہ جو اُس شخص کو دیکھ کر کہتا ہے کہ اگر حق تعالےٰ مجھے بھی مال اور علم مرحمت فرمائے تو میں بھی اسی طرح خیرات کروں۔ یہ دونوں شخص اجر میں مسا ہیں۔ تیسرا وہ شخص ہے جس کو صرف مال عطا ہوا اور علم عطا نہیں ہوا اور یہ شخص

جہالت کے سبب گرہ بند بچایا اور فضول و بے جا مال اُڑا رہا ہے اور چوتھا شخص وہ ہے جو اُس کو دیکھ کر کہتا ہے کہ اگر مجھ کو مال مل جائے تو میں بھی اسی طرح مزے اُڑاؤں اور عیش کروں پس یہ دونوں شخص گناہ میں مساوی اور برابر ہیں۔"

(ابن ماجہ)

بنی اسرائیل میں سے ایک شخص کا قصہ ہے کہ قحط سالی میں ریت کے ٹیلہ پر اس کا گزر ہوا اور وہ اپنے دل میں کہنے لگا کہ "اگر یہ ریت کا ٹیلہ اناج بن جائے تو میں اس کو لوگوں میں تقسیم کر دوں۔" اللہ تعالےٰ نے اُس زمانہ کے نبی پر وحی بھیجی کہ "اُس شخص سے کہہ دو کہ خدا نے تمہاری خیرات قبول کی اور نیک نیتی کی قدر فرمائی اور اسی قدر ثواب عطا کیا جتنا ٹیلہ کی مقدار اناج کے مساکین پر خیرات کر دینے پر ملتا۔" خوب سمجھ لو کہ نیت کو عمل میں بڑا دخل ہے۔ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ "جو شخص عورت سے کسی مقدارِ مہر پر نکاح کرے اور اس کے ادا کرنے کی نیت نہ رکھتا ہو تو یہ نکاح نہیں بلکہ زنا ہے اور جو شخص کسی سے قرض لے کہ اُس کے دینے کا قصد نہ ہو تو یہ قرض نہیں بلکہ سرقہ اور چوری ہے۔"

(طبرانی)

نیت کے معنی ارادہ اور قصد کے ہیں کہ جس سے کسی کام پر قدرت پیدا ہوتی ہے ظاہر ہے کہ ہر کام کے لئے اوّل علم کی ضرورت ہوتی ہے اور علم کے بعد اُس کے عمل میں لانے کا قصد و ارادہ ہوتا ہے اور اس کے بعد ہاتھ پاؤں ہلانے اور اُس کام کے کرنے کی قدرت پیدا ہوتی ہے گویا قدرت، قصد و ارادہ کی خادمہ ہے اس کی مثال یوں سمجھو کہ تمہارے اندر کھانے کی خواہش رکھی ہوئی ہے مگر وہ ایسی

دبی ہوتی ہے کہ جیسے کوئی سویا ہوتا ہے اور جس وقت تمہاری نظر کھانے پر پڑی اور طعام کا علم ہوا اُسی وقت وہ جاگ اُٹھی اور اُس کے کھانے کا قصد ہوا۔ اِس کے بعد اِس کی طرف ہاتھ بڑھے گا اور وہ قوت اپنا کام کرے گی جو خواہشِ طعام کے اشارہ کی مطیع بنائی گئی ہے۔ غرض آنکھ کے مشاہدہ سے معرفت و علم حاصل ہوگا اور معرفت کی وجہ سے خواہش بیدار ہوگی اور قصد پیدا ہوگا اور یہ قصد خداداد قوت کے ذریعہ سے ہاتھ کو حرکت دلائے گا اور کھانا کھلائے گا۔ اسی طرح تمہارے اندر اُن لذتوں کی بھی خواہش رکھی ہوئی ہے جو تم کو آخرت میں ملنے والی ہیں اور جن کا علم عقل اور شرع کے ذریعہ سے حاصل ہوا ہے، اور قدرت چونکہ اِس خواہش اور میلان کی بھی خادم ہے لہذا وہ اعضاء کو حرکت دے گی اور خواہش کو پورا کرائے گی۔ پس وہی عزم اور پختہ میلان جس نے قوت کو ہاتھ پاؤں ہلانے پر آمادہ کیا نیت کہلاتا ہے۔ مثلاً جہاد میں جانے والا شخص اپنے گھر سے نکلا تو دیکھو کہ اُس کو گھر سے باہر نکالنے والا باعث و محرک کیا چیز ہے؟ یعنی اگر ثوابِ آخرت ہے تو بس یہی اس کی نیت ہے اور اگر اس کا باعث مالِ غنیمت یا شہرت و نیکنامی کا حاصل کرنا ہے تو اُسی کو اس کی نیت کہا جائے گا۔

جب تم کو نیت کی فضیلت اور ضرورت اور تاثیر معلوم ہوگئی تو اب ایک ایک عمل میں کئی کئی ثواب حق تعالےٰ سے لینے کی کوشش کرنی چاہیے کیونکہ ممکن ہے کہ ایک عمل میں کئی کئی نیتیں ہوں۔ مثال کے لئے ایک صورت بیان کئے دیتے ہیں مثلاً مسجد میں جانا اور بیٹھنا ایک عبادت ہے مگر اِس میں سات کاموں کی نیت ہو سکتی ہے، اوّل یہ سمجھنا کہ مسجد اللہ کا گھر ہے اور یہاں آنے والا شخص

گویا خدا کی زیارت کو آتا ہے، پس مسجد میں آتے وقت تم بھی نیّت کرو کیونکہ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جو شخص مسجد میں آیا وہ اللہ کی زیارت کو آیا ہے اور چونکہ زیارت کو آنے والے شخص کی عزّت ہوا کرتی ہے لہٰذا حق تعالےٰ اپنے زائر کا جتنا اکرام فرمائے گا اس کو تم خود سمجھ سکتے ہو کہ کیا کچھ ہو گا۔ دوم مرابطہ یعنی نماز کے انتظار کی نیّت کرو کہ حقِ خداوندی کی محافظت کے لئے اپنے آپ کو محبوس بنائے ہوئے اور گویا وقف کئے ہوئے ہو پس حق تعالےٰ کے حکم وَرَابِطُوْا کی تعمیل ہو گی اور اس کا اجر جُدا گانہ ملے گا۔ سوم اعتکاف کی نیّت کرو اور اعتکاف کے معنی یہ ہیں کہ آنکھ، کان، زبان، ہاتھ، پاؤں، وغیرہ تمام اعضا کو اُن کی معمولی اور معتاد حرکتوں سے روک لیا جائے اور یہ بھی ایک قسم کا روزہ ہے چنانچہ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلّم فرماتے ہیں کہ "میری اُمّت کی رہبانیّت یہی ہے کہ وہ مساجد میں آ بیٹھیں"۔ چہارم خلوت کی نیّت کرو کہ مشاغل مرتفع ہونے سے فکرِ آخرت کی استعداد پیدا ہو اور ذکرِ الٰہی کے سننے اور سنانے کے لئے تجرّد و عزلت حاصل ہو۔ دیکھو رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم فرماتے ہیں کہ "جو شخص مسجد کی جانب اس لئے روانہ ہو کہ اللہ کا ذکر کرے یا سُنے تو وہ اللہ کے راستہ میں جہاد کرنے والے کی مثل ہے"۔ پنجم اس کی نیّت کرو کہ جو لوگ بے نماز ہیں انکو تنبّہ ہوگا اور نماز کو بھولے ہوئے لوگ بھی تمہاری دیکھا دیکھی نماز کو اُٹھ کھڑے ہوں گے، پس تمہارا نماز کو جانا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر بن جائیگا کہ کارِ خیر کی ترغیب دی اور معصیت سے روکا اور اس وجہ سے اُن کے ثواب میں تم بھی شریک ہوئے۔ ششم مسجد میں جانے سے دوسرے مسلمانوں سے کچھ نہ کچھ

اُخروی فائدہ حاصل ہوگا جو تمہارے لئے دارِ آخرت کا ذخیرہ بنے گا۔ ہفتم خدا کے گھر میں بیٹھ گئے تو کچھ شرم و حیا آئے گی اور گناہ کی جرأت کم ہو جائے گی کہ حاکم کی یاد داشت اس کی مخالفت سے روکا کرتی ہے لہٰذا اس کی بھی نیت کر لو۔ غرض اسی طرح ہر عمل میں کئی کئی نیتیں ہو سکتی ہیں جن کی بدولت گنتی کے چند عمل تمہارے حق میں ہزاروں نیکیاں بنیں گے اور حضرات مقربین کے اعمال کے ساتھ شامل ہو جاؤ گے۔

اسی طرح یہ بھی یاد رکھو کہ عمل میں معصیت کی نیت کرنے سے ایک گناہ کئی کئی گناہ بن کر شیطان کے اعمال کے مساوی ہو جاتا ہے مثلاً مسجد میں آکر بیٹھنے سے فضول باتیں بنانی مقصود ہوں یا مسلمانوں کی ہتک و آبرو ریزی اور ہنسی مذاق اُڑانے کی نیت ہو یا اُن عورتوں اور بے ریش لڑکوں کا نظارہ مقصود ہو جو نماز کے لئے مسجد میں آتے ہیں یا تفاخر اور مناظرہ یا زبان درازی سے اپنے حریف کو ساکت کر کے حاضرین مسجد کے دلوں میں اپنی وقعت پیدا کرنی مقصود ہو یا کسی اور بُرے کام کی نیت ہو تو یہی ایک فعل کئی گناہوں کا مجموعہ ہو جائے گا۔ لہٰذا مناسب ہے کہ مباح کام کے اندر بھی اچھی نیت کر لینے سے غفلت نہ کی جائے کیونکہ حدیث میں آیا ہے کہ قیامت کے دن بندہ سے اُس کے ہر کام کی باز پرس ہو گی حتیٰ کہ آنکھ میں سرمہ لگانے اور کسی کے کپڑے کو چھونے اور انگلیوں سے مٹی کریدنے تک کا سوال ہو گا کہ کیوں کیا تھا؟ اور مباح کام میں نیت کرنے کی یہ صورت ہے کہ مثلاً جمعہ کے دن اگر خوشبو لگائی تو یا تو یہ نیت ہو گی کہ اپنی ثروت و تونگری ظاہر ہو یا یہ مقصد ہو گا کہ خوشبو سے نفس کو لذت حاصل ہو گی یا یہ ارادہ ہو گا کہ

اس طرح بن سنور کر جاؤں گا تو عورتیں میری گرویدہ ہوں گی۔ اور یہ سب نیّتیں لغو اور معصیّت ہیں۔ اسی طرح ممکن ہے کہ یہ نیّت ہو کہ جمعہ کے دن خوشبو لگانا سنّت کا اتباع یعنی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اقتدا ہے اور حق تعالٰے کے گھر کی تعظیم ہے اور جمعہ کے دن کا احترام ہے اور مسلمانوں کو بدبو کی ایذا سے بچانا اور بُرے خوش سے اُن کو راحت پہنچانا اور غیبت کے دروازہ کا بند کرنا ہے کہ لوگ بدبو سونگھیں گے تو دوسروں سے غیبت کرتے پھریں گے کہ فلاں شخص کے کپڑوں سے بڑی بدبو آتی تھی۔ انہیں دونوں فریق کی جانب حدیث میں اشارہ ہے کہ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "جس شخص نے اللہ کے واسطے خوشبو لگائی وہ قیامت کے دن ایسی حالت میں آئے گا کہ مُشک سے زیادہ خوشبو اس سے مہکے گی، اور جو اللہ کے سوا کسی دوسری غرض سے خوشبو لگاتے گا وہ ایسی حالت پر اٹھے گا کہ مُردار سے زیادہ بدبو چھوٹے گی"

(ابوالولید الصفار مرسل)

رکن دوم۔ اخلاصِ نیّت۔ حق تعالٰے فرماتا ہے کہ لوگوں کو اسی کا حکم ہوا ہے کہ اللہ کی عبادت کریں مخلص بن کر اور وہی لوگ نجات پانے والے ہیں جنہوں نے توبہ کی اور اپنی حالت سنواری اور اللہ کو مضبوط تھاما، اور اپنے دین میں اللہ کے واسطے اخلاص کیا۔" رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ جس شخص نے چالیس دن اخلاص کے ساتھ کوئی نیک عمل کر لیا تو حق تعالٰے اُس کے قلب سے اور زبان سے حکمت کے چشمے بہا دے گا" (ابونعیم)

اخلاص کے معنی یہ ہیں کہ نیّت صرف ایک ہی شے کی ہو یعنی عمل کا محرّک

یا محض ریا ہو اور یا محض رضائے حق ۔ ان دونوں پر اخلاص کے لغوی معنی صادق آتے ہیں کیونکہ خالص اُسی شے کو کہتے ہیں جس میں کسی دوسری جنس کی آمیزش نہ ہو۔ مگر اصطلاحِ شرع میں اخلاص کے یہ معنی ہیں کہ محض حق تعالےٰ کی ذات مقصود ہو کیونکہ ماسوائے کی جانب میلان اور قصد کرنے پر شرعاً اخلاص کا اطلاق نہیں ہوتا جس طرح الحاد کے معنی مطلق میلان کے ہیں خواہ بھلائی کی جانب یا بُرائی کی طرف مگر شرعاً صرف باطل کی جانب مائل ہونے کا نام الحاد ہے ۔ اسی طرح عبادت سے مقصود اگر محض عبادت ہے تب تو اخلاص کہلائے گا اور اگر اس میں ریا اور دکھاوے کی آمیزش ہے یا عبادت کے ضمن میں دُنیا کے کسی فائدہ کا بھی ارادہ شامل ہے تو اس کو اخلاص نہیں کہیں گے ۔ مثلاً روزہ رکھنے سے مقصود یہ بھی ہو کہ روزہ رکھنا عبادت ہے اور یہ بھی مقصود ہو کہ کھانے پینے کا پرہیز کرنے سے بیماری کو بھی نفع ہوگا پس ایک کام میں دو نیتیں شامل ہوئیں تو اس کو اخلاص نہ کہیں گے، یا مثلاً غلام کے آزاد کرنے سے یہ بھی مقصود ہو کہ یہ عبادت ہے اور یہ بھی مقصود ہو کہ اس طرح غلام کے کھانے کپڑے کے بوجھ سے سبکدوش ہو جائیں گے ۔ یا مثلاً حج سے یہ بھی مقصود ہو کہ وہ نیک کام اور عند اللہ محبوب ہے اور یہ بھی نیت ہو کہ حج کرنے سے سفر میں حرکت ہوگی اور حرکت سے مزاج صحت و اعتدال پر آجائے گا یا اہل و عیال کے بار سے چند روز کے لیے خلاصی مل جائیگی یا دشمنوں کی ایذاؤں سے کچھ دنوں کے لیے نجات حاصل ہو گی یا ایک جگہ رہتے رہتے دل اُکتا گیا ہے پس سفر میں دل بھی بہل جائے گا۔ یا مثلاً وضو کیا مگر اس نیت سے کہ لطافت حاصل ہو اور بدن کا میل کچیل دُور ہو جائے یا مثلاً

اعتکاف کیا تاکہ گھر کے کرایہ سے سبکدوشی ہو یا کسی بیمار کی عیادت کی مگر اس نیّت سے کہ تمہارے بیمار ہونے پر وہ تمہاری عیادت کو آئے یا مثلاً فقیر کو اس نیّت سے کچھ دیا کہ وہ مصر ہو رہا اور غل مچا رہا تھا۔ پس اس کا شور رفع ہو جائے گا وغیر ذلک یہ سب خیالات اخلاص کے منافی ہیں۔ اور ان کا رفع ہونا دشوار ہے۔ اسی لئے بعض اہلِ بصیرت کا قول ہے کہ اگر ایک ساعت بھی اخلاص حاصل ہو جائے تو نجات مل جائے۔ حضرت سلیمان دارانیؒ فرماتے ہیں "مبارک ہو اُس کو جس کا ایک قدم بھی ایسا اُٹھا جس سے مقصود خدا ہی کی ذات ہو" حضرت معروف کرخیؒ اپنے نفس کو مارتے اور فرمایا کرتے تھے کہ اے نفس اخلاص پیدا کر تاکہ خلاصی حاصل ہو۔ مگر ہاں یہ ضرور سمجھ لینا چاہیئے کہ ان نیّتوں کی آمیزش کئی طرح پر ہوا کرتی ہے یعنی کبھی تو یہ نیّتیں عبادت کی نیّت پر غالب آجاتی ہیں اور کبھی مغلوب رہتی ہیں اور کبھی مساوی ہوتی ہیں، پس اگر مباح کاموں کے اندر رضائے حق تعالیٰ شانہٗ کا قصد کچھ بھی شامل ہو جائے گا تو اس کا بھی ضرور ثواب ملے گا۔ مگر عبادت کے اندر اخلاص کا حکم ہے لہذا یہاں عبادت کی نیّت کے ساتھ اگر دوسرے مقصود کی کچھ بھی آمیزش ہو گی تو اخلاص باطل ہو جائے گا، اور اگر وہ آمیزش غالب ہے اور قصدِ عبادت مغلوب ہے تب تو عبادت بالکل ہی باطل اور بیکار ہے۔

تیسرا رکن صدق ہے اور یہی اخلاص کا کمال ہے۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ "ہمارے بندے وہ ہیں جو اپنے عہد میں سچے ثابت ہوئے"۔ اور رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ "انسان سچ بولتا اور اسی کا جویاں بنا رہتا ہے

یہاں تک کہ اللہ کے یہاں صدّیق لکھا جاتا ہے۔" حضرت ابراہیم علیہ السلام کی صفت حق تعالے نے صدّیق فرمائی ہے اور صدق کی فضیلت اسی سے ظاہر ہے کہ یہ صدیقین کا درجہ ہے۔ صدق کے چھ درجے ہیں اور جو شخص ان سب میں کمال حاصل کرتا ہے وہ صدّیق کے خطاب کا سزاوار ہوتا ہے۔

1 پہلا درجہ قولِ صدق ہے کہ ہر حالت میں سچ بولے اور اس کے کمال دو ہیں۔ اوّل تعریض سے بھی پرہیز کرے کیونکہ تعریض اگرچہ سچ ہی میں داخل ہے مگر پھر بھی سننے والا اس سے خلافِ واقع مضمون سمجھتا ہے لہذا اس سے بھی احتراز کرے کیونکہ جھوٹ بولنے کی حرمت کا سبب یہ ہے کہ اس کی وجہ سے قلب کی صورت میں کجی آجاتی ہے اور وہ حق کی تجلّی کے قابل نہیں رہتا۔ چنانچہ ایسے شخص کو خواب بھی سچا نظر نہیں آتا اور تعریض کا اگرچہ یہ ثمرہ نہیں ہے تاہم اُس کی صورت چونکہ جھوٹ کے مشابہ ہے اس لئے اندیشہ ضرور ہے۔ پس صدّیق کی شان کے مناسب یہی ہے کہ بلا ضرورتِ خاص دوسرے کو تعریض کے ذریعہ سے بھی خلافِ واقع امر کا دھوکا نہ دے۔ دوسرا کمال یہ ہے کہ اُن اقوال میں بھی صدق کا لحاظ رکھے جو حق تعالے جل شانہ کے سامنے عرض کرتا ہے مثلاً نماز میں زبان سے کہتا ہے کہ میں اپنے آپ کو اللہ کی طرف متوجّہ کرتا ہوں۔ پس اگر اس کے دل میں بھی ماسوی اللہ کا خیال نہیں ہے تب تو وہ قول میں سچا ہے ورنہ جھوٹا۔ یا مثلاً کہتا ہے اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ کہ تیری ہی عبادت کرتا ہوں اور تجھی سے مدد چاہتا ہوں۔" پس اگر دل کے اندر زر کی طلب اور مال کی محبت

موجود ہے تو یہ بھی کذب ہے کیونکہ اظہار تو خدا کے معبود اور اپنے بندہ ہونے کا کر رہا ہے اور دل بندۂ زر اور بندۂ دُنیا بنا ہوا ہے۔

دوسرا درجہ نیّت میں سچّا رہنے کا ہے یعنی ایسا اخلاص کہ جس میں عبادت اور فعلِ خیر کے قصد کے سوا کسی دوسرے قصد کی مطلق آمیزش نہ ہو۔

تیسرا درجہ عزم میں سچّا بننے کا ہے۔ انسان اکثر عزم کرتا ہے کہ اگر مجھے مال ملا تو اتنی خیرات کروں گا یا مثلاً خیال ہوتا ہے کہ حکومت ہاتھ آئے تو عدل کروں گا۔ پس اس کا نام عزم ہے مگر بعض لوگوں کے عزم میں پختگی ہوتی ہے اور کہیں تردّد و تذبذب، اسی طرح صدیقین کے عزم بھی متفاوت ہوتے ہیں جن میں اعلےٰ درجہ یہ ہے کہ اگرچہ جان جاتی رہے مگر عزم میں ضعف یا تذبذب نہ آنے پائے، جیسے حضرت فاروقؓ فرماتے ہیں کہ میری گردن اڑا دی جائے تو یہ مجھ کو اس سے زیادہ محبوب ہے کہ اُس گروہ پر حاکم بنوں جس میں ابوبکر رضی اللہ عنہ موجود ہوں۔" پس عزم کے قوی اور مضبوط ہونے ہی کا نام عزم کا سچّا ہونا ہے۔

چوتھا درجہ عزم کے پورا کرنے میں سچائی کا ہے کیونکہ اکثر انسان کا عزم تو پختہ ہوتا ہے مگر پورا کرتے وقت کاہل اور سست بن جاتا ہے۔ مثلاً مال ہاتھ آیا تو صدقہ کرنے کی ہمت نہ ہوئی اور حکومت ملی تو عدل و انصاف نہ ہو سکا حالانکہ امتحان کا یہی وقت ہے کیونکہ دل میں عزم کر لینا تو کچھ دشوار نہ تھا۔ تکلیف اُٹھانے کا موقع تو اس عزم کے پورا کرتے وقت ہی پیش آیا ہے۔

اور اسی لیئے حق تعالےٰ فرماتا ہے کہ بعض شخص ایسے ہیں جو اللہ سے عہد کر چکے تھے کہ اگر ہم کو مال عطا ہوا تو ضرور خیرات کریں گے۔ مگر جب اللہ پاک نے اپنے فضل سے اُن کو مال مرحمت فرمایا تو بخل کرنے اور منہ پھیرنے لگے۔ انجام یہ ہوا کہ اللہ تعالےٰ نے اُن کے قلوب میں نفاق پیدا کر دیا۔

پانچواں درجہ یہ ہے کہ ظاہر و باطن یکساں ہو یعنی ظاہری حالت بھی وہی ہو جو واقع میں باطن کی حالت ہو مثلاً نرم چال چلے اور ظاہر کرے کہ طبیعت میں وقار ہے مگر حقیقت میں قلب کے اندر وقار نہ ہو بلکہ محض لوگوں کو دکھانے کے لیئے ایسا کرے تو اس کا نام ریا ہے۔ اور اگر مخلوق کے دکھاوے کا بھی خیال نہ ہو بلکہ محض غفلت و بے توجہی ہو تو اس کا نام اگرچہ ریا تو نہیں ہے مگر صدق بھی نہیں بلکہ حالت کا دروغ اور جھوٹ ہے۔ اس لیئے رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دُعا کی ہے کہ

"بار الٰہا میرا باطن میرے ظاہر سے بہتر بنا دے اور ظاہر حالت کو بھی صلاحیت عطا فرما" (ترمذی)

چھٹا درجہ دین کے مقامات اور مدارج میں سچائی کا ہے یعنی خوف و رجا اور محبت و رضا اور توکل و زُہد وغیرہ کا وہ انتہائی مرتبہ حاصل کرے جو اسم بامسمّٰی بنا دے کیونکہ ابتدائی درجہ میں ان صفات کا صرف نام ہی نام ہوا کرتا ہے۔ البتہ انتہائی درجہ میں پہنچ کر سچا خوف اور سچی محبت پیدا ہو جاتی ہے۔ چنانچہ حق تعالےٰ فرماتا ہے کہ

"مومن وہی ہیں جو اللہ اور رسول پر ایمان لائے۔ پھر نہ کچھ شبہ کیا
اور نہ اللہ کے راستہ میں اپنے جان و مال سے دریغ کیا، یہی لوگ
سچّے ہیں۔"

غرض صدق کے ان چھ درجوں میں کامل ہو جانے سے صدّیق کا لقب عطا ہوتا ہے اور جس کو ان میں سے کوئی درجہ حاصل ہے اور کوئی حاصل نہیں تو اُس کو اُسی مقدار کے موافق صدق کا مرتبہ حاصل ہو گا۔

منہاج العابدین (امام محمد غزالیؒ)

۱۔ تقوے کا بیان

اب تقوے کو جاننا چاہیئے کہ وہ کیا چیز ہے۔ تقوے ایک نایاب خزانہ ہے اگر اس کو قابو میں کر لیا تو تمام نیکی اور رزق اور ثواب اور بڑی دولت حاصل ہوئی گویا دنیا و آخرت کی تمام بھلائیاں اکٹھی کر لیں۔ اِس ایک خصلت میں جس کا نام تقوے ہے سب نیکیاں جمع ہیں۔ قرآن شریف میں غور کرو تو اکثر جگہ اس کا ذکر فرمایا ہے اور بہت ثواب اور بھلائیاں اس کی طرف نسبت کی ہیں۔ ان میں سے بارہ باتیں جو تقوے کے ساتھ بیان فرمائی ہیں یہ ہیں۔

ایک تو صرف مدح اور ثنا ہے جیساکہ فرمایا ہے وَإِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا فَإِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْأُمُوْرِ۔ یعنی اگر تم صبر کرو اور تقوے کرو پس یقیناً وہ عزم کے کاموں میں سے ہے یعنی ایسے کاموں میں سے ہے جن کے لئے ہمت کرنا ضروری ہے۔ دوسرے دشمنوں سے حفاظت حاصل ہوتی ہے قولہ تعالے وَإِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا لَا يَضُرُّكُمْ كَيْدُهُمْ شَيْئًا یعنی اگر صبر کرو اور تقوے کرو تو تم کو اُن کا مکر کچھ نقصان نہ کرے گا۔ تیسرے خدا تعالے کی طرف سے مدد ملتی ہے قولہ تعالے إِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَالَّذِيْنَ هُمْ مُحْسِنُوْنَ یعنی اللہ تعالے ایسے لوگوں کے ساتھ ہے جو تقوے کریں اور اُن لوگوں کے ساتھ ہے جو نیک کام کریں۔ چوتھے سختیوں سے نجات ملتی ہے اور رزقِ حلال حاصل ہوتا ہے۔ اللہ تعالے فرماتا ہے۔ وَمَنْ يَتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ۔ یعنی جو کوئی تقوے کرے اُس کو خدا تعالے سب سختیوں سے نجات دیتا ہے اور ایسی جگہ سے روزی دیتا ہے جس کا حال اُس کو معلوم نہ ہو۔ پانچویں عمل کی در اللہ تعالے فرماتا ہے۔ يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا يُصْلِحْ لَكُمْ أَعْمَالَكُمْ۔ یعنی اے ایمان والو تقوے کرو اور سچی بات کہو تاکہ خدا تعالے تمہارے عملوں کی درستی کرے۔ چھٹے گناہ بخشے جاتے ہیں جیساکہ اسی آیت کے بعد وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ فرمایا ہے یعنی اصلاح عمل کے تقوے سے یہ فائدہ ہے کہ تمہارے گناہ بخش دے گا۔ ساتویں خدا تعالی کی محبت حاصل ہوتی ہے قولہ تعالے إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ

یعنی اللہ تعالےٰ متقیوں کو دوست رکھتا ہے۔ آٹھویں عبادت قبول ہوتی ہے قولہ تعالےٰ اِنَّمَا یَتَقَبَّلُ اللّٰہُ مِنَ الْمُتَّقِیْنَ یعنی اللہ تعالےٰ متقیوں کے سوا کسی کی عبادت قبول نہیں کرتا۔ نویں خدا کے نزدیک بزرگی حاصل ہوتی ہے قولہ تعالےٰ اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ یعنی خدائے تعالےٰ کے نزدیک تم میں سے بزرگ وہ ہے جو متقی زیادہ ہے، دسویں دونوں جہان کی خوش خبری قولہ تعالےٰ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَکَانُوْا یَتَّقُوْنَ لَھُمُ الْبُشْرٰی فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَۃِ یعنی جو لوگ ایمان والے ہیں اور تقوےٰ والے اُن کو دُنیا و آخرت میں خوشخبری ہے۔ گیارھویں دوزخ کی آگ سے نجات ملتی ہے۔ قولہ تعالےٰ ثُمَّ نُنَجِّی الَّذِیْنَ اتَّقَوْا یعنی دوزخ پر سب گزریں گے پھر ہم متقیوں کو بچالیں گے۔ بارھویں بہشت میں ہمیشہ رہنا۔ خدائے تعالیٰ فرماتا ہے اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِیْنَ یعنی بہشت متقیوں کے لیئے بنائی گئی ہے۔ غرض کہ دونوں جہان کی خوبیاں تقوےٰ میں رکھی ہیں۔ پس اس تقوےٰ سے بھول کر بھی بے نصیب نہ ہونا چاہیئے۔

اور یہ بھی یاد رہے کہ عبادت میں تین چیزیں اصل ہیں۔ ایک توفیق اور تائید خدائے تعالےٰ کی، یہ خاص متقیوں کے لیئے ہے جیسا اللہ تعالےٰ فرماتا ہے اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الْمُتَّقِیْنَ یعنی خدائے تعالےٰ متقیوں کے ساتھ ہے۔ دوسرے عمل کی درستی اور نقصان کا نہ رہنا، یہ بھی متقیوں کے لیئے ہے جیسا اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے یُصْلِحْ لَکُمْ اَعْمَالَکُمْ یعنی اگر تم تقوےٰ کروگے تو تمہارے لیئے تمہارے کام درست کردے گا۔ تیسرے عمل کا قبول ہونا۔ یہ بھی متقیوں کو حاصل

ہوتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّمَا یَتَقَبَّلُ اللّٰہُ مِنَ الْمُتَّقِیْنَ یعنی متقیوں کے سوا کسی کا عمل قبول نہیں کرتا۔ انہی تینوں پر عبادت کا مدار ہے اس لیئے کہ عمل کرنے سے پہلے توفیق ہونی چاہیئے اس کے بعد نقصان کی درستی چاہیئے تاکہ عمل تمام ہو۔ جب عمل تمام ہو جائے تو قبول ہونا ضرور ہے اسی وجہ سے سب عابد اس کی خواہش رکھتے ہیں اور اس کے لیئے ہمیشہ عاجزی کیا کرتے ہیں۔ یوں کہا کرتے ہیں کہ خداوندا ہم کو عمل کی توفیق دے اور عمل کے نقصان پورے کر اور جو کچھ ہم عمل کریں اُس کو قبول کر۔ اور ان سب کا خدا تعالیٰ نے تقوےٰ کے ساتھ وعدہ فرمایا ہے اور یہ سب باتیں متقیوں کو عنایت ہوتی ہیں گو وہ خواہش کریں یا نہ کریں۔ پس تم کو بھی تقوےٰ کرنا لازم ہے اگر عبادت کرنا چاہتے ہو بلکہ اگر دُنیا اور عقبےٰ کی سعادت لینا چاہتے ہو تو تقوےٰ کرو۔ اللہ تعالیٰ جل شانہ فرماتا ہے اِنَّمَا یَتَقَبَّلُ اللّٰہُ مِنَ الْمُتَّقِیْنَ یعنی خدائے تعالیٰ تقوےٰ والوں کے سوا کسی کی عبادت قبول نہیں کرتا۔ پس عبادت کی قبولیت کا مدار تقوے پر آٹھہرا اور اس وجہ سے حضرت عائشہؓ نے فرمایا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دُنیا کی کوئی چیز اس قدر خوش نہیں آتی تھی جیسا متقی خوش معلوم ہوتا تھا اور قتادہؓ نے فرمایا ہے کہ توریت میں لکھا ہے کہ اے فرزند آدم تقوےٰ کر اور جس جگہ چاہے سو رہ۔ اور بیان کرتے ہیں کہ عامر بن قیسؒ رات دن میں نماز کی ہزار رکعتیں ادا کرتے اور جس وقت بستر پر آتے تو نفس سے کہتے۔ اے سب بُرائیوں کے گھر خدا کی قسم میں تجھ سے ایک پل بھی راضی نہیں ہوتا ہوں جب تک تقوےٰ نہ کرے۔ اور مرتے وقت رونے لگے۔ اُن سے پوچھا کہ رونے کا کیا سبب ہے

جواب دیا کہ خدا تعالےٰ کا فرمانا رُلاتا ہے اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ یعنی متّقیوں کے سوا کسی کا عمل قبول نہ ہوگا۔

۵ عفو باشد لیک گر فردا اُمید
که بود بندہ ز تقویٰ رُو سفید

اب ایک اور اصل الاصول پر غور کرنا چاہیئے کہ ایک بزرگ نے اپنے پیر سے کہا کہ مجھ کو کچھ وصیّت فرمایئے، پیر نے کہا کہ میں تجھ کو وہ وصیت کرتا ہوں جو خدا تعالےٰ نے سب اگلوں پچھلوں کو فرمائی ہے وَلَقَدْ وَصَّيْنَا الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَاِيَّاكُمْ اَنِ اتَّقُوا اللّٰهَ یعنی ہم نے اُن لوگوں کو وصیّت کی ہے جو تم سے پہلے کتاب دیئے گئے ہیں اور تم کو بھی یہی وصیّت ہے کہ تقوےٰ کرو۔ غور کا مقام ہے کہ خداوند تعالےٰ سب سے زیادہ بندے کی بہتری چاہتا ہے اور سب سے زیادہ خیرخواہ اور مہربان ہے۔ اگر اُس کے نزدیک کوئی خصلت دُنیا میں بندے کے لئے تقوےٰ سے بہتر ہوتی اور سب خوبیوں کو جامع اور ثواب میں زیادہ اور بندگیوں میں بزرگ اور آرزوؤں کو بھی زیادہ پوری کرتی ہوتی تو خدا تعالےٰ بندوں کو اسی کا حکم فرماتا اور اسی کی وصیّت کرتا، پس جب کہ اگلوں پچھلوں کو تقوےٰ کی وصیّت کی اور اسی ایک خصلت پر اکتفا کیا تو معلوم ہوا کہ یہ خصلت دُنیا و آخرت کو جامع ہے اور سب کاموں کو کافی ہے اور عبادت کے بلند مرتبوں کو پہنچانے والی ہے اور ایسی اصل ہے کہ جو کوئی تامل کرے اور اس پر عمل کرے تو اُس کو کافی ہو اور زیادہ حاجتِ ذکر نہیں۔

جب اس خصلت کا حال یہ کچھ معلوم ہوا تو اُسکا دریافت کرنا بھی بہت ضروری

ہو گیا، لہٰذا تفصیل کے بغیر کوئی چارہ نہیں۔ لیکن یہ معلوم ہے کہ جو کام سب میں نادر اور عمدہ ہوتا ہے اس کے حاصل کرنے میں دقت بھی زیادہ ہوتی ہے، پس جیسی خصلت بڑی ہے ویسا ہی اُس کے لئے مجاہدہ کرنا اور اُس پر قائم رہنا سخت مشکل ہے کیونکہ ہر کام کی عظمت باندازہ محنت اور لذت بمقدار مشقت ہوتی ہے اللہ تعالےٰ فرماتا ہے وَالَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا یعنی جو کوئی ہماری راہ میں کوشش کرے ہم اس کو اپنا راستہ دکھا دیتے ہیں پس ہوشیار ہو کر سننا چاہیئے اور اول اس خصلت کے معنی کو سمجھ کر پھر اُس پر عمل کرنے کے لئے چست اور مضبوط ہونا چاہیئے اور اللہ تعالےٰ سے اس باب میں مدد مانگنی چاہیئے، پس ہمارے بزرگوں کے کہنے کے موافق تقوےٰ کے معنی دل کا پاک کرنا ہے اُن گناہوں سے جو اب تک نہیں کئے ہیں تاکہ ایسی طاقت حاصل ہو جائے کہ اُس گناہ کے نہ کرنے کا پکا ارادہ کر سکے اور گناہ میں اور متقی میں پردہ پڑ جائے۔

قرآن شریف میں تقوےٰ کو تین معنوں میں ارشاد فرمایا ہے۔ ایک خدا تعالیٰ کا خوف اور ہیبت جیسے فرمایا ہے وَاِیَّایَ فَاتَّقُوْنِ یعنی مجھ ہی سے ڈرو، دوسرے اطاعت اور عبادت کے معنوں میں جیسے یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اس کے ترجمے میں فرمایا ہے کہ اے ایمان والو خدا تعالےٰ کی اطاعت کرو جیسا اس کا حق ہے، تیسرے معنی دل کا پاک کرنا گناہوں سے اور تقوےٰ کے اصلی اور حقیقی معنی یہی ہیں کیونکہ خدائے تعالےٰ فرماتا ہے۔ وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ و

یَّخْشَی اللّٰہَ وَیَتَّقْہِ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْفَآئِزُوْنَ۔ یعنی جو لوگ خدا تعالیٰ اور اُس کے رسول کی اطاعت کریں اور اللہ تعالیٰ سے ڈریں اور تقویٰ کریں وہی لوگ فائز ہونے والے ہیں۔ اس آیت میں پہلے اطاعت اور خوف کا ذکر کیا بعدہٗ تقوےٰ کا ارشاد فرمایا۔ اس سے معلوم ہوا کہ تقوےٰ اطاعت اور خوف کے سوا ہے اور وہ دل کا پاک کرنا ہے جیسا کہ ہم نے کہا ہے۔

اور بزرگوں نے کہا ہے کہ تقوےٰ کے تین درجے ہیں۔ تقوےٰ شرک سے اور تقوےٰ بدعت سے اور ذریعہ گناہوں سے تقوےٰ۔ ان تینوں کو خدا تعالیٰ نے ایک آیت میں ذکر کیا ہے۔ قولہ تعالیٰ۔

لَیْسَ عَلَی الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جُنَاحٌ فِیْمَا طَعِمُوْٓا اِذَا مَا اتَّقَوْا وَّاٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ثُمَّ اتَّقَوْا وَّاٰمَنُوْا ثُمَّ اتَّقَوْا وَّاَحْسَنُوْا وَاللّٰہُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ۔

یعنی ڈر نہیں ہے ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور نیک کام کئے ہیں ان چیزوں میں کہ کھاتے ہیں جب کہ تقوےٰ کریں اور ایمان لائے ہیں اور نیک کام کئے اور تقوےٰ کیا اور نیکی کی۔ خدا تعالیٰ نیک کام کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے، پس پہلی جگہ تقوےٰ شرک سے ہے اور ایمان کہ اُس کے ساتھ ذکر کیا ہے اس سے توحید مراد ہے، دوسری جگہ تقوےٰ بدعت سے مراد ہے اور اس کے ساتھ ایمان جو ذکر کیا ہے سنّت اور جماعت کے اقرار کرنے سے غرض ہے، تیسری جگہ ذریعہ گناہوں سے تقوےٰ مقصود ہے چونکہ اس پر استقامت دشوار تھی اس لئے اس کو احسان کے مقابل کیا اور احسان کے معنی طاعت کرنا

اور ٹھہرنا ہے تقوے پر معاصی ذریعہ سے، اس ایک آیت میں تینوں مرتبے اکٹھے کئے ہیں۔ مرتبہ ایمان کا اور مرتبہ سنّت کا اور مرتبہ استقامت کا اطاعت پر، علماء نے جو تقوے کے معنی بیان کئے ہیں وہ تو یہی ہیں لیکن تقوے کے معنی بچنا فضول حلال سے بھی شرع میں مستعمل ہے جیسا کہ حدیث شریف میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مشہور ہے کہ متقیوں کو متقی اس لئے کہتے ہیں کہ وہ مباح کو چھوڑ دیتے ہیں یعنی جن چیزوں میں کچھ ڈر نہیں اُن کو اس واسطے چھوڑ دیتے ہیں کہ کہیں ڈر والی چیزوں میں نہ پڑ جائیں، اس لئے مجھے یہ بہتر معلوم ہوتا ہے کہ تقوے کے ایسے معنی بیان کروں جس میں علماء کے قول کے بموجب بھی معنی پائے جائیں اور حدیث شریف کے بموجب بھی تاکہ تعریف جامع اور مانع ہو جائے اور وہ معنی یہ ہیں کہ تقوے ہر اُس شے سے بچنا ہے جس سے دین میں ضرر کا خوف ہو، اس لئے کہ جو بیمار پرہیز کرتا ہے اُس کو محاورۂ عرب میں متقی کہتے ہیں چونکہ وہ ہر ایک مضر چیز سے خواہ کھانے کی ہو یا پینے کی بچتا ہے، پس جو چیزیں کہ دین میں مضر ہیں دو طرح پر ہیں ایک تو صرف حرام اور گناہ ہیں، دوسرے فضول حلال جو ضرورت سے زائد ہے جس میں مشغول ہونے سے گناہ اور حرام تک نوبت پہنچ جاتی ہے، جو کوئی دین کے مضرات اور بڑے گناہوں سے پرہیز کرنا چاہے تو وہ فضول حلال کو چھوڑ دے۔ غرض تقوے کی تعریف جامع اور مانع یہ ہے کہ مضر دین ہر ایک شے سے بچے۔ اور فضول حلال اور گناہ مضر دین ہیں یہ تقوے کی تفصیل ہے۔

اب جاننا چاہیئے کہ حرام سے تقوے کرنا فرض ہے اگر ایسا نہ کرے گا تو

عذاب کے لائق ہوگا، اور فضول حلال سے تقوےٰ کرنا بہت بڑا کام ہے۔ اس کے چھوڑنے سے قیامت میں حساب اور ملامت اور جنت سے رُکے رہنے کی سزا کے قابل ہوگا۔ جو آدمی کہ حرام سے تقوےٰ کرے وہ تقوےٰ میں نچلے درجے میں ہے اور فضول حلال سے تقوےٰ کرنے والے کا بڑا مرتبہ ہے اور جو شخص دونوں کو جمع کرے یعنی فضول حلال اور گناہ سے بچے اُس کا تقوےٰ پورا ہے جیسا کہ چاہیے یہ تقوےٰ کے معنی اور اُس کا بیان ہے۔ اب باقی رہا یہ کہ ان معنوں پر کیونکر عمل کریں اور ان معنوں کی رو سے نفس کو کس طرح تقوےٰ کی لگام دی جائے تو اس کی تفصیل اس طرح ہے کہ اپنی طاقت کے موافق اس پر قیام کرے اور نفس کو سب گناہوں سے روکے اور فضول حلال سے بچائے، اور جب یہ عمل آنکھ اور کان اور زبان و دل و شکم و فرج سب عضووں میں ملحوظ رکھا تو تقوےٰ کر لیا اور نفس کو تقوےٰ کی لگام دی، لیکن یہاں یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ جو کوئی تقوےٰ کرنا چاہے وہ ان پانچ عضووں کو جو جڑ ہیں یعنی آنکھ، کان، زبان، دل، شکم کو اُن چیزوں سے بچائے جو دین میں نقصان لاتی ہیں جیسے گناہ اور حرام اور فضول حلال جب یہ محفوظ رہینگے تو امید ہے کہ سب عضو بچے رہیں گے اور پھر جامع و مانع تقوےٰ پر قیام حاصل ہوگا۔

۲۔ اعمالِ خیر کا بیان

خدا تعالےٰ نے فرمایا ہے وَقَلِيلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُورُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ... لَا يَشْكُرُونَ ... لَا يَعْقِلُونَ یعنی کم ہیں میرے بندوں میں سے شکر گزار لیکن بہت آدمی نہیں جانتے اور نہیں شکر کرتے اور نہیں سمجھتے۔

اور یہ باتیں خدا تعالے جس پر آسان کردے اُس کو آسان ہیں۔ بندے کو کوشش کرنا چاہیئے۔ سیدھا راستہ دکھانا خدا تعالے کے اختیار میں ہے جیسے فرمایا۔ وَالَّذِیْنَ جَاھَدُوْا فِیْنَا لَنَھْدِیَنَّھُمْ سُبُلَنَا وَاِنَّ اللّٰہَ مَعَ الْمُحْسِنِیْنَ یعنی جو لوگ ہمارے راستے میں مجاہدہ کرتے ہیں ہم اُن کو راستہ دکھا دیتے ہیں اور البتہ ہم نیک کاروں کے ساتھ ہیں پس جب بندہ ضعیف اپنے ذمّے کی چیز کو ادا کرتا ہے تو اس بات کا گمان بھی نہیں ہو سکتا کہ پروردگار غنی اور رحیم اُس کو ضائع کردے جیسے خود فرماتا ہے اِنَّ اللّٰہَ لَا یُضِیْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِیْنَ یعنی خدا تعالے نیک کام والوں کا اجر ضائع نہیں فرماتا۔ لیکن یہ بات رہی کہ آدمی کی عمر چھوٹی ہے اور یہ منزلیں بڑی سخت ہیں، پس اتنی عمر میں سب شرطوں کو کیونکر بجالائے۔ لیکن جب خدا تعالے چاہے کہ کسی بندے کو قبول فرمائے تو بڑے راستے کو چھوٹا کردیتا ہے اور اس کی سختی کو اُس پر آسان کردیتا ہے اور ان منزلوں کے قطع کرنے میں لوگ مختلف ہیں بعض تو ستر برس میں قطع کرتے ہیں، بعض بیس برس میں، بعض دس برس میں، اور بعض ایک برس میں قطع کرتے ہیں اور کوئی ایک مہینے میں کوئی ایک ہفتے میں بلکہ ایک روز میں بلکہ ایک ساعت میں پورا کرلیتا ہے یہاں تک کہ بعض لوگوں کو خدا تعالے کی خاص توفیق سے ایک لحظہ سے زیادہ نہیں گزرتا چنانچہ اصحاب کہف کی مدّت ایک لحظہ سے زیادہ نہ تھی، جب ہی دقیانوس بادشاہ کے چہرے پر تغیر دیکھا تو کہا رَبُّنَا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ پس معرفت حاصل ہوگئی اور اس راہ کی باریکیاں اور حقیقتیں سب دیکھ لیں اور اس راستے کو قطع کرگئے اور مفوّضوں اور متوکّلوں اور متّقیوں میں شامل ہوگئے یہ سب باتیں اُن کو ایک ساعت اور ایک لحظہ میں مل گئیں۔ ساحرانِ فرعون کا

حال بھی کچھ ایسا ہی ہوا کہ اُن کے حاصل کرنے کی مدّت بھی ایک لحظہ تھی جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کا معجزہ دیکھا کہا اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ رَبِّ مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ۔ پس راستہ دیکھ لیا اور قطع کر لیا اور ایک ہی ساعت میں بلکہ کمتر اس سے عارفوں میں شمار ہوئے اور راضی ہوئے حکم پر اور صبر کیا بلاؤں پر، اور شکر کیا نعمتوں پر اور مشتاق ہوئے حق جلّ وعلےٰ کی ملاقات کے اور ایک دفعہ ہی آواز کی لَاضَيْرَ اِنَّا اِلٰى رَبِّنَا مُنْقَلِبُوْنَ یعنی کچھ نقصان نہیں، جو کچھ تو چاہتا ہے کر گزر، ہم اپنے پروردگار کی طرف پھرنے والے ہیں۔

حضرت ابراہیم ادہمؒ جیسے تھے ان کا حال معلوم ہے مگر جب دُنیا کے کام سے رُوگردانی کی اور اس راہ پر صدق سے چلے تو صرف اتنی مدت میں کہ بلخ سے روم تک پہنچے ایسے ہو گئے کہ ایک آدمی پل پر سے پانی میں گر پڑا۔ اشارہ کیا کہ ٹھہر رہ، وہ آدمی اُسی وقت ہوا میں ٹھہر گیا اور ڈوبنے سے بچ گیا۔ رابعہ بصریؒ ایک بڑی عمر کی لونڈی تھی۔ بصرے کے بازار میں بکنے کو گئی۔ عمر رسیدہ ہونے کے سبب سے کوئی لینے کی خواہش نہیں کرتا تھا۔ ایک سوداگر نے رحم کھا کر اُس کو سو درہم کے بدلے میں لے لیا اور آزاد کر دیا۔ رابعہؒ نے اس راستے کو اختیار کیا اور عبادت قبول ہوئی۔ ایک سال سے زیادہ نہیں گزرنے پایا کہ بصرہ کے عابد اور عالم اُن کی ملاقات کو آنے لگے۔ یہ فقط اُن کی بزرگی اور منزلت کا سبب تھا۔

مگر یہ معلوم کر لینا چاہیئے کہ سب کام کی ایک ہی اصل ہے ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ الْعَدْلِ الْحَكِيْمِ۔ یعنی یہ معاملہ صرف تقدیر الٰہی کا ہے۔

اگر کوئی کہے کہ کس واسطے ایک شخص توفیقِ خاص کے لئے مخصوص ہوتا ہے او دوسرا اس سے محروم رہا حالانکہ بندہ ہونے میں دونوں برابر ہیں، تو اس کا جواب یہ ہے کہ جس وقت آدمی اس امر کا سوال کرتا ہے تو سرادقاتِ جلال سے آواز آتی ہے کہ ادب رکھ اور ربوبیت کا حق پہچان اور بندے کی حقیقت کو دیکھ، کیونکہ جس چیز کو خدا تعالیٰ کرے وہ پوچھی نہیں جاتی۔ شعر

بدرد و صاف ترا حکم نیست دم درکش
کہ آنچہ ساقی ما ریخت عین الطاف ست

قولہ تعالیٰ۔ لَا یُسْئَلُ عَمَّا یَفْعَلُ وَھُمْ یُسْئَلُوْنَ۔ غرض ک اس راستے کا حال پُل صراط کا سا ہے کیونکہ کوئی اس پر سے بجلی کی طرح گذر جا اور کوئی ہوا کی طرح اور کوئی پرند کی طرح اور کوئی تیز گھوڑے کی طرح اور کوئی پیادے کی طرح، اور کوئی ایسا ہوگا کہ جب دوزخ کا نام سنے گا تو گر پڑے گا اسی طرح دنیا میں اس راستے کا حال ہے پس یہ دو راستے ہیں ایک دنیا کا یع طریقِ معرفت اور دوسرا آخرت کا یعنی پل صراط، سالکوں کے حال کا اختلاف پل صراط پر آخرت میں اسی طرح ہوگا جس طرح کہ وہ طریقِ معرفت کے چلنے دنیا میں مختلف ہیں۔

اس کے بعد یہ جاننا چاہیئے کہ اس راہ کی لمبائی اور کوتاہی کو ایسا راستہ سمجھنا چاہیئے کہ اس کو پاؤں سے چل کر قطع کر لیں بلکہ یہ راستہ روحانی ہے۔ اس قطع کرنا دل سے ہے جیسا کسی کا عقیدہ اور بصیرت ہو، اور اس کی اصل نورِ سماو اور نورِ الٰہی ہے کہ بندے کے دل میں پڑتا ہے، اس کے سبب سے وہ د

جہان کے کام یقین کے ساتھ دیکھتا ہے، اور اس نور کو بندہ کبھی سو برس تک طلب کرتا ہے تو حاصل نہیں ہوتا اور اُس کا کچھ بھی اثر معلوم نہیں ہوتا اور یہ اس سبب سے ہے کہ طلب کرنے میں خطا ہوئی اور اجتہاد میں کوتاہی کی اور اس کام کے رنگ ڈھنگ سے نادان رہا، اور کوئی اس نور کو پچاس برس میں پالے گا اور کوئی تیس برس میں اور کوئی دس برس میں اور کوئی ایک دن میں اور کوئی ایک ساعت میں اور کوئی ایک لحظہ میں خدا کی عنایت سے حاصل کرے گا، لیکن بندے کو کوشش کرنے کا حکم ہے۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ حکم کے موافق عمل کرے تاکہ وعدے کے موافق ثواب پائے اور کارِ خیر مقسوم اور مقدّر کا ہے اور پروردگار حاکم عادل ہے يَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ وَيَحْكُمُ مَا يُرِيْدُ یعنی اللہ تعالےٰ جو چاہتا ہے وہ حکم اور کام کرتا ہے۔

اب اگر پوچھو کہ اس راہ میں بندے کو ایسے بڑے اور سخت خطروں میں پڑنا اور بہت سی شرطوں اور عملوں کا بجالانا کس لئے ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ واقع میں یہ کام بہت سخت اور دشوار ہے اور خدا تعالےٰ نے بھی اسی سبب سے فرمایا لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْ كَبَدٍ۔ یعنی ہم نے آدمی کو پیدا کیا مشقّت اور رنج میں، اور اسی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ اگر تم وہ چیز جانو جو میں جانتا ہوں تو بہت رویا کرو اور کم ہنسو، اور اسی سبب سے حضرت ابابکر صدیقؓ نے فرمایا ہے کہ کاش کہ میں سبزہ ہوتا تاکہ چوپائے مجھ کو کھا لیتے، اور فضیلؒ فرماتے تھے کہ میں کسی فرشتے اور رسول اور مردِ صالح کے حال کی آرزو نہیں کرتا بلکہ ایسے شخص کے حال کی آرزو کرتا ہوں جو پیدا نہیں ہوا۔

اور عطاء سلمی رح نے فرمایا ہے کہ اگر آگ روشن کر کے کہیں کہ جو کوئی اس میں جل جائے تو پھر خاک ہو جائے گا اور کچھ باقی نہیں رہے گا تو مجھکو اس بات کا ڈر ہے کہ میں خوشی کے سبب سے آگ میں گرنے سے پہلے نہ مر جاؤں پس حقیقت میں دیکھو تو یہ کام ایسا ہی سخت اور دشوار ہے بلکہ وہم و گمان کرنے سے بھی بہت سخت ہے لیکن یہ وہ کام ہے کہ خدا تعالے نے مقدر کیا ہے اور قلم کو جاری کیا ہے لہذا بندہ کو سوائے اس کے کہ حتی الوسع عبادت میں کوشش اور عاجزی کرے کوئی حیلہ نہیں ہے اور چاہیئے کہ خدا تعالے کے کرم کی اُمید رکھے اور تضرع و زاری کرے تاکہ شاید اُس کے فضل و کرم سے سلامت رہے۔ **شعر**

تو بندگی چو گدایان بشرط مزد مکن
کہ خواجہ خود روشِ بندہ پروری داند

لیکن یہ سوال کہ یہ کوشش کس لیئے ہے بڑی غفلت پر دلالت کرتا ہے بلکہ بہتر یہ ہے کہ یوں کہو کہ بندۂ ضعیف کے مطلب کے مقابل اس کوشش وغیرہ کی کیا اصل ہے۔ یہ بھی معلوم رہے کہ بندے کا سوال کیا ہے۔ بندے کا اوّل مطلب دو چیزیں ہیں۔ ایک سلامتی دونوں جہان میں، دوسری بادشاہت دونوں جہان کی۔ دُنیا کی سلامتی تو اس طرح ہے کہ دُنیا کی آفتیں ایسی ہیں کہ اس میں فرشتۂ مقرب بھی سلامت نہیں رہے۔ ہاروت ماروت کا حال خود مشہور ہے یہاں تک کہ بعض کہتے ہیں کہ جب فرشتے بندے کی روح کو آسمان پر لے جاتے ہیں تو آسمان کے فرشتے کہتے ہیں کہ تعجب ہے یہ شخص اس دقّت کی جگہ میں کیونکر سلامت رہا جس میں ہم سے بہتر ہلاک ہو گئے۔ اور آخرت کی سلامتی اس طرح کہ اُس کے خوف اور ڈر

ایسے ہیں کہ انبیاء بھی نفسی نفسی پکاریں گے اور کہیں گے کہ اپنے نفس کے سوا ہم تجھ سے کچھ نہیں چاہتے، پس جو کوئی ایسی دُنیا سے سلامتی کے ساتھ نکل گیا اور ایسے دن میں آخرت کے خوف سے سلامت رہا اور بہشت میں گیا تو یہ کام اُس کے لیئے تھوڑا نہیں۔

اب اس بات کو معلوم کرنا چاہیئے کہ اس راہ کے حاصل ہونے سے دونوں جہان کی بادشاہت کس طرح حاصل ہے۔ پس دُنیا کی بادشاہت تو اس طرح ہے کہ سلطنت سے ہماری غرض حکم اور تصرف اور خواہش کا حاصل ہونا ہے، اور یہ بات حقیقت میں دُنیا کے اندر خدا تعالےٰ کے اولیاء کو حاصل ہے کہ وہ اس کی رضا پر راضی ہیں اور جنگل میدان اور زمین کی خشکی تری اُن کو ایک قدم کے برابر ہے اور پتھر اور اینٹیں سونا چاندی ہے اور آدمی، جن، چرپائے اور پرند سب اُن کے تابع ہیں، جو وہ چاہیں وہی ہو اس واسطے کہ وہ خدا تعالےٰ کی خواہش کے سوا کچھ نہیں چاہتے۔ اُس کی مرضی کے تابع رہتے ہیں اور جو خدا کی مرضی ہے وہ بیشک ہو گی اور اُن سے سب ڈرتے ہیں وہ کسی سے نہیں ڈرتے، اور اُن کی سب خدمت کرتے ہیں وہ کسی کی خدمت نہیں کرتے۔

نظم

بسودائے جاناں زجاں مشتغل   بذکرِ حبیب از جہاں مشتغل
نہ سودائے خود شاں نہ پروائے کس   نہ در کنجِ توحید شاں جائے کس
ندارند چشم از خلائق پسند   کہ ایشاں پسندیدۂ حق پسند

پس دُنیا کی سلطنت اُس کے سامنے عشر عشیر بھی نہیں، اور سلطنت آخرت کی اس طرح ہے کہ خدا تعالےٰ فرماتا ہے اِذَا رَاَیْتَ نَعِیْمًا وَّ مُلْکًا کَبِیْرًا

یعنی تُو دیکھے اُس جگہ کہ تو تجھے نعمت و سلطنت بزرگ نظر آئے پس جس سلطنت کو خدا بڑی کہے اُسی کو بڑی جاننا چاہیئے۔ اور یہ بھی معلوم ہے کہ تمام دُنیا تھوڑی سی ہے اور اس تھوڑی سی میں ہر شخص کا نصیب بہت تھوڑا ہے لیکن باوجود اتنی قلت کے اپنی جان و مال کو صرف کرنا چاہتا ہے تاکہ اُس اقل قلیل شے کو حاصل کرے اور اکثر ایسا ہوتا ہے کہ نہیں ملتی اور اگر ملتی بھی ہے تو اس میں سخت عذاب اور مکروہات ہوتے ہیں اور اس میں جس قدر نفس اور مال صرف ہوتا ہے اُس کو بہت کچھ نہیں سمجھتے۔ پس اگر سلطنتِ آخرت اور ہمیشگی کا دارِ نعیم طلب کریں تو اُس کے مقابلے میں دو رکعت نماز کی ادا کرنا یا دو درم صدقہ کرنا کس طرح بہت سمجھتے ہیں یہ کیسی نادانی اور بے تمیزی ہے، بلکہ اگر ہزاروں ہزار جانیں اور ہزار رُوحیں اور لاکھوں عمریں اس دُنیا کی اکٹھی ہوں بلکہ اس سے بھی زیادہ ہوں اور اُن کو اس مطلب کے لیئے خرچ کریں تب بھی تھوڑا ہے اور اگر ان سے مطلب حاصل ہو جائے تو اس کو بہت غنیمت جاننا چاہیئے۔

پس اب بھی خوابِ غفلت سے بیدار ہو کر دھیان کرو کہ جب بندہ خدا تعالےٰ کی عبادت کرے اور اُس کی خدمت کرنے کو لازم جانے اور تمام عمر اس پر چلا جائے تو خدا تعالےٰ اُس کو علی الحساب چالیس کرامتیں اور خلعت عنایت فرماتا ہے بیس دُنیا میں اور بیس آخرت میں۔

دُنیا کی بیس کرامتیں اور خلعت یہ ہیں اوّل یہ کہ خدا تعالےٰ اُس کو یاد کرتا ہے اور اُس کی تعریف بیان کرتا ہے، پس وہ بندہ اچھا ہے جس کی تعریف دونوں جہان کا پروردگار فرمائے۔ دوسرے یہ کہ خدا تعالےٰ اُس کا شکر ادا کرے اور

تعظیم کرے، یہ کتنا بڑا شرف ہے کیونکہ اگر کوئی بندۂ ضعیف اُس کا شکر اور تعظیم کرتا ہے تو اس کی عزّت ہو جاتی ہے پس جس کی وہ خود تعریف اور شکر ادا کرے اُس کی کتنی بڑی بزرگی اور عزّت ہوگی۔ ۳ تیسرے یہ کہ خدا تعالےٰ اُس کو دوست جانتا ہے۔ خیال کرنے کی بات ہے کہ اگر کوئی امیر یا محلّے کا رئیس کسی کو دوست جانے تو وہ اُس پر اپنا کتنا فخر اور عزّت سمجھتا ہے اور کیا نفع حاصل کرتا ہے، پس جب کہ رب العالمین تعالےٰ و تقدّس محبّت کرے تو اس پر کتنا فخر کرنا چاہیئے۔ ۴ چوتھے یہ کہ خدا تعالےٰ اُس کا وکیل ہو جاتا ہے اور اُس کے کاموں کی تدبیر کر دیتا ہے۔ ۵ پانچویں اُس کے رزق کا کفیل ہو جاتا ہے اور اُس کو بے محنت و رنج کے رزق عنایت فرماتا ہے۔ ۶ چھٹے یہ کہ خدا تعالےٰ اُس کا مددگار ہوتا ہے اور جو کوئی دشمن اُس کے ساتھ بدی کرے اُس کو دفع کر دیتا ہے۔ ۷ ساتویں یہ کہ خدا تعالےٰ اُس کا انیس ہوتا ہے اور کسی حال میں وحشت نہیں آنے دیتا۔ ۸ آٹھویں یہ کہ اُس کو اس قدر عزّت حاصل ہوتی ہے کہ دُنیا کی خدمت اور دُنیا داروں کی چاکری کو ذلّت جانتا ہے، بلکہ اگر بادشاہ اور دُنیا کے اکابر اُس کی خدمت کریں تب بھی راضی نہ ہو۔ ۹ نویں یہ کہ اُس کو ہمّت بلند حاصل ہوتی ہے یہاں تک کہ دُنیا کی نجاست اور دُنیا داروں کے ملنے سے کراہت کرتا ہے اور بلندی ڈھونڈتا ہے۔ ۱۰ دسویں اُس کو دل کی تونگری حاصل ہوتی ہے، پس دُنیا میں سب مالداروں سے بڑھ کر وہی ہوگا اور اُس کا دل ہمیشہ خوش رہے گا کسی شے کا غم نہ ہوگا۔ ۱۱ گیارھویں اُس کو دل کا نور حاصل ہوگا جس کی وجہ سے ایسے علوم اور اسرارِ حکمت پر مطلع ہو جائے گا کہ اُس کے سوا کوئی اور مطلع نہ ہوگا مگر بڑی کوشش اور عمر دراز سے۔ ۱۲ بارھویں یہ کہ

اُس میں اس قدر فراخ حوصلگی پیدا ہو جاتی ہے کہ دُنیا کی کسی محنت اور مصیبت سے اُس کا دل تنگ نہیں ہوتا۔ ۱۳ تیرھویں اس میں ایسا رُعب پیدا ہو جاتا ہے کہ سب نیک و بد اُس کی عزت کرتے ہیں اور سرکش و شریر اُس سے ڈرتے ہیں۔ ۱۴ چودھویں دلوں کی محبت، کیونکہ خدا تعالےٰ سب کے دلوں میں اس کی محبت پیدا کر دیتا ہے ۱۵ پندرھویں اُس کے کلام، دل، نفس، فعل، جامہ اور مکان میں برکتِ عام پیدا ہو جاتی ہے یہاں تک کہ جس جگہ جائے، جس جگہ بیٹھے اور جس آدمی کو دیکھے سب لوگ اس کو متبرک جانتے ہیں۔ ۱۶ سولھویں دریا اور جنگل اُس کے تابع ہو جاتے ہیں اس طرح کہ اگر چاہے پانی پر چلے اور اگر چاہے تمام دُنیا میں ایک ساعت سے کم میں پھر آئے۔ ۱۷ سترھویں سب جانوروں کا تابع ہو جانا کہ وحشی اور درندے وغیرہ سب آواز پر چلے آئیں اور شیر اُس کے پاس دُم ہلائیں۔ ۱۸ اٹھارھویں اُس کو تمام روئے زمین کی کُنجیوں کا مالک کر دیں تاکہ جس جگہ چاہے اُس کے لئے خزانہ موجود ہو اور جس جگہ پاؤں مارے تو پانی نکل آئے بشرطیکہ محتاج ہو۔ اور اگر کھانے کا ارادہ کرے تو ہر جگہ کھانا موجود ہو۔ ۱۹ انیسویں خدا تعالےٰ کی درگاہ میں مرتبہ یہاں تک کہ خلقت اُس کی خدمت کے وسیلے سے قربت چاہے اور اُس کے جاہ اور برکت کے واسطے سے خدا تعالےٰ سے حاجتیں طلب کرے ۲۰ بیسویں دعاؤں کا قبول ہونا، جو خدائے تعالےٰ سے چاہے گا وہی قبول ہو گا اور اگر کسی کی شفاعت کرے گا قبول ہو گی اور اگر کسی امر کے واسطے خدا تعالےٰ کی قسم کھالے گا تو خدا تعالےٰ سچ کرے گا اور اگر کسی پہاڑ کو اشارہ کرے گا تو اُسی وقت زائل ہو جائے گا، اور اگر کوئی شے اُس کے دل میں گزرے تو وہ اُسی وقت

حاضر ہوگی۔ یہ کرامتیں دُنیا کی ہیں، انہیں کی طرف شیخ سعدیؒ اشارہ فرماتے ہیں۔

گروہے عملدار عزلت نشیں — قدمہائے خاکی دمِ آتشیں
بیک نعرہ کوہے زجا برکنند — بیک نالہ ملکی بہم برزنند۔
چو بادند پنہاں و چالاک پے — چو سنگند خاموش و تسبیح گوے

اور آخرت کی بیس کرامتیں یہ ہیں کہ پہلے اُس پر سکراتِ موت آسان ہو جائے اور موت اس کو شربت کی طرح میٹھی معلوم ہو اور سکرات وہ چیز ہے جس سے سب پیغمبروں کا دل کانپتا ہے، دوسرے یہ کہ اُس کو خدا تعالیٰ اپنی معرفت اور ایمان پر ثابت رکھتا ہے کہ جتنا خوف اور فریاد ہے سب اُسی کے لئے ہے۔ تیسرے یہ کہ خدائے تعالیٰ فرشتوں کو مہربانی اور خوش خبری کے ساتھ بھیجتا ہے کہ عقبیٰ کی چیز سے جو اُس کو درپیش ہے خوف نہ کرے اور دُنیا کی لذات کو پیچھے چھوڑنے کا غم نہ ہو۔ چوتھے بہشت میں ہمیشہ دونوں جہان کے پروردگار کے قرب میں رہنا۔ پانچویں آسمان کے فرشتوں کے سامنے اُس کی روح کو جلوہ بخشے اور ظاہر و باطن میں عنایت و انعام عطا فرمائے، اور اُس کے جسم یعنی جنازے کی تعظیم کرائے حتّٰی کہ فرشتے جنازہ اُٹھائیں اور شہید و صدّیق حاضر ہوں۔ چھٹے جواب سوال قبر سے بے خوف رہنا اور جواب باصواب کا سکھا دینا۔ ساتویں گور کا فراخ ہونا اور اُس کا یہاں تک روشن ہونا کہ اُس کے نور سے قیامت تک ایک جنّت کا باغ بن جائے۔ آٹھویں سبز جانوروں کے پوٹوں میں اُس کی روح کا رکھنا اور اللہ کی دی ہوئی چیزوں پر مع اور نیکیوں کے خوش و خرّم رہنا۔ نویں اُس کا حشر عزت کے ساتھ ہونا اور حلّہ اور تاج اور بُراق کا کرامت ہونا۔ دسویں اُس کے چہرے اور جسم کا نورانی

ہونا۔ [۱۱] گیارھویں قیامت کے دن کے خطروں سے بے خوف ہونا۔ [۱۲] بارھویں
اعمال نامے کا داہنے ہاتھ میں ملنا اور شاید کہ اصلاً نامہ ہی نہ دیں۔ [۱۳] تیرھویں حساب
میں آسانی ہونا اور شاید کہ بالکل حساب ہی نہ لیا جائے۔ [۱۴] چودھویں اُس کی ترازو کا
بھاری ہونا اور شاید کہ بالکل وزن ہی نہ ہو۔ [۱۵] پندرھویں حوضِ کوثر کا پانی پینا کہ جس
کے بعد پھر کبھی پیاس نہ لگے۔ [۱۶] سولہویں پل صراط سے گزرنا اور آگ سے نجات
پانا۔ [۱۷] سترھویں قیامت کے میدانوں میں شفاعت کا ہونا مثل شفاعت انبیاء
اور رسل کے۔ [۱۸] اٹھارھویں بہشت میں سلطنتِ ابدی ملنا۔ [۱۹] انیسویں خدائے تعالےٰ
کی رضامندی، [۲۰] بیسویں رب العالمین الٰہ الاوّلین و الآخرین جل جلالہ کا دیدار
بے کم وکاست۔

اب جاننا چاہیئے کہ یہ کرامتیں جو میں نے گنائیں سو یہ اپنی عقلِ ناقص اور علمِ قاصر کے موافق بتائیں اور باوجود اس کے بہت مختصر اور مجمل بیان کی ہیں اور سب اصول کو مجمل طریقہ پر بیان کیا ہے اگر ان میں سے کسی کی بھی تفصیل بیان کرتا تو اس کتاب میں ہرگز نہ سماتی مثلاً میں نے سلطنتِ ابدی یعنی اٹھارھویں کرامت آخرت کو ایک کرامت کہا ہے۔ اگر اس کو تفصیل سے بیان کروں تو قریب چالیس کے ہو جائیں یعنی خلعت و حور و قصور اور لباس وغیرہ۔ ان میں سے ہر ایک کی بہت بڑی تفصیل ہے کہ ان کا احاطہ عالمِ غیب کے سوا کوئی نہیں کر سکتا۔ خود پروردگار سبحانہ فرماتا ہے فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا اُخْفِیَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْیُنٍ جَزَآءً بِمَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ۔ یعنی اُن کے اعمال کے ثواب میں جو کچھ ہم نے رکھ چھوڑا ہے کسی کو معلوم نہیں، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بہشت

ہیں وہ چیزیں پیدا کی گئی ہیں کہ نہ کسی آنکھ نے دیکھیں اور نہ کسی کان نے سنیں اور نہ کسی دل میں اُن کا خیال گزرا، پس اے عزیز اپنی سب کوشش اور سعی کو اس مقصودِ عظیم کے لیئے صرف کرنا چاہیئے اور یاد رکھنا چاہیئے کہ بندے کو ان سب چیزوں میں سے چار چیزوں سے ہرگز چارہ نہیں۔ علم و عمل و اخلاص و خوف، اس لیئے کہ اوّل راہ کا جاننا ضروری ہے وگرنہ مثل اندھے کے ہوگا، پھر عمل کرنا اُس علم پر ورنہ نادم رہے گا۔ پھر اس عمل کو اخلاص سے کرنا ورنہ ایسا گھاس ہوگا جس کو پھل نہ آئے اور بے فائدہ اُگے، پھر ہمیشہ ڈرنا اور خوفناک ہونا کہ پناہ اور عمل حاصل ہو ورنہ دھوکا ہوگا کیونکہ قبولیت کے بغیر تمام سعی رائگاں ہے اور یہ چاروں چیزیں ان نعمتوں کے سامنے بہت تھوڑی ہیں۔ ذوالنونؒ نے سچ فرمایا ہے کہ عالموں کے سوا سب لوگ مُردے ہیں اور عاملوں کے سوا سب عالم سوتے ہیں اور مخلصوں کے سوا سب عامل فریب کھائے ہوئے ہیں اور مُخلص خطرِ عظیم پر ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ زیادہ تر تعجب چار آدمیوں سے آتا ہے۔ ایک عامی کہ بغیر علم عمل کرے، دوسرے وہ کہ جانے اور عمل نہ کرے، تیسرے وہ عامل کہ بے اخلاص کئے عمل کرے اور چوتھے وہ مخلص کہ خائف نہ ہو۔

مرصاد العباد (خواجہ نجم الدین کبریٰ رازیؒ)

۱ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم نبوت کا بیان

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ماکان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین

یعنی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تم میں سے کسی کا باپ تو نہیں، وہ تو اللہ تعالیٰ کا بھیجا ہوا ہے اور خاتم النبیین ہے۔

پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں فضلت علی الانبیاء

بست جعلت لی الارض مسجداً وترابہا طہوراً واحلت لی الغنائم و نصرت بالرعب واعطیت الشفاعۃ وبعثت الی الخلق کافۃ وختم بی النبیون یعنی مجھے تمام انبیاء پر چھ چیزوں کے سبب فضیلت حاصل ہے۔ میرے لیے زمین مسجد اور اس کی مٹی پاکیزہ بنائی گئی۔ غنیمت کا مال میرے لیے حلال کیا گیا۔ حسب منشا میری مدد کی گئی، شفاعت کا درجہ مجھے عطا کیا گیا۔ تمام خلقت کی طرف میں بھیجا گیا اور میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔ (میں خاتم النبیین ہوں گا)

واضح رہے کہ پاک پروردگار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت کو آدمؑ اور اور لوگوں سے منقطع کر کے عالم نبوت اور رسالت سے لاتا ہے کہ ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین۔

محمد صلی اللہ علیہ وسلم تم سے یا تمہارے عالم سے نہ تھے بلکہ رسولِ خدا اور خاتم انبیاء تھے۔ تمام جہان آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کے انوار سے روشن ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آب و گل سے کیا آشنائی۔ یہ اس لیے ہے تاکہ خلقت کو معلوم ہو جائے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آدم علیہ السلام کے بچے نہ تھے بلکہ آدم علیہ السلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بچے تھے جیسا کہ مصنف کہتا ہے۔ رباعی

تا ظن نبری کہ ما ز آدم بودیم   کاندم کہ نبود آدم آندم بودیم
بے زحمتِ عین و شین و قاف و گل و دل   معشوقہ و ما و عشق ہمدم بودیم

اگر کوئی باز بادشاہ کے ہاتھ پر بیٹھا ہو اور کسی شکار کی طلب میں اڑے اور

اسی اثنا میں آرام کرنے کے لیئے کسی بڑھیا کی دیوار پر جا بیٹھے تو اس سے وہ باز بڑھیا کی ملکیت نہیں ہو جاتا، خواہ وہ وہاں کتنی ہی دیر کیوں نہ ٹھہرا رہے جب ڈھولک یا سیٹی سنے گا فوراً اڑ کر بادشاہ کے ہاتھ پر آ بیٹھے گا۔ مصنف کہتا ہے۔ رباعی

باشمع رخت دمے چو دمساز شوم   پروانہ مستمند جاں باز شوم
واں روز کہ ایں قفس بباید پرداخت   چوں شہبازے بدستِ شہ باز شوم

رباعی

آں روز کہ کارِ وصل را ساز آید   واں مرغ ازیں قفس بپرواز آید
از شہ چو سفیر ارجعی روح شنید   پروازکناں بدستِ شہ باز آید

پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں مالی وللدنیا انما مثلہ کمثل راکب راح فی یوم صائف فترک فی ظل شجرۃ فاستراح ثم رکب وراح (مجھے دنیا سے کیا سروکار، اس کی مثال تو ایسی ہے جیسے کوئی سوار گرمی کے دنوں میں سفر کرے اور کسی درخت کے سائے میں کچھ دیر آرام کرنے کے بعد سوار ہو کر چل دے)

میں کہاں اور دنیا کہاں۔ میں وہ شخص ہوں کہ مقامِ سدرہ میں میرے روبرو ملک اور ملکوت کے تمام جواہرات اور نفیس چیزیں جو خزانۂ غیب میں تھیں لائی گئیں اذ یغشی السدرۃ ما یغشی (جب کہ سدرہ پر چھا رہا تھا جو چھا رہا تھا) لیکن میں نے آنکھ اٹھا کر بھی کسی چیز کی طرف نگاہ تک نہ کی ما زاغ البصر وما طغی۔ (نہ آنکھ جھپکی نہ نافرمانی کی) بلکہ اپنے وجود کی نقدی بھی اسی قمار خانہ میں

ہار دی اور عدم کے دروازے سے اڑتا ہوا اوادنی کے اصلی گھونسلے میں پہنچ گیا۔ رباعی

بازے بودم پریدہ از عالم ناز   تا بو کہ برم ز نشیب صیدے بفراز
اینجا چو نیافتم کسے محرم راز   زاں در کہ در آمدم بدر رفتم باز

میں نے اپنا نسب دُنیا، آخرت اور بہشت سے اُس روز قطع کر لیا تھا جب کہ انا من اللہ کا نسب اپنے لئے درست کیا تھا یہی وجہ ہے کہ جو نسب حدوث سے متعلق ہے وہ ضرور منقطع ہو جائے گا لیکن میرا نسب باقی رہے گا کل حسب ونسب ینقطع الاحسبی ونسبی (میرے حسب نسب کے سوا باقی سارے حسب نسب منقطع ہونے والے ہیں) اور دوسروں کی نسبت فرمایا فلا انساب بینھم یومئذ ولا یتساءلون (اس دن ان میں حسب ونسب نہیں ہوگا اور نہ وہ آپس میں پوچھیں گے) اور ہر میدان میں سب پر فائق رہا۔ اگر فطرت میں پہلے تھا تو سب سے پہلا پھل جو فطرت کے درخت پر تھا میں ہی تھا۔ اول خلق اللہ نوری (سب سے پہلی چیز جو اللہ تعالیٰ نے پیدا کی وہ میرا نُور تھا) قیامت کے میدان میں بھی جو موتی سب سے پہلے مٹّی کی سیپی سے نکلے گا میں ہی ہوں گا انا اوّل من تنشق عنہ الارض یوم القیامۃ (قیامت کے دن سب سے پہلے میں ہی زمین سے نکلوں گا) اگر شفاعت کا مقام ہوگا تو سب سے پہلا شخص جو گناہ کے دریا کے غرق شدوں کی شفاعت کرے گا میں ہی ہوں گا انا اوّل شافع مشفع (سب سے پہلے شفاعت کرنے والا میں ہوں) اور پل صراط پر بھی میں ہی پیشوا اور راہنما ہوں گا اور سب سے پہلے میں ہی اُس پر قدم رکھوں گا

انا اوّل من یجوز الصراط (سب سے پہلے میں ہی پل صراط کو عبور کروں گا) اور بہشت میں صدرِ جنّت بھی میں ہی ہوں گا انا اوّل من یفتح لہ ابواب الجنۃ (سب سے پہلا شخص جس کے لئے بہشتی دروازے کھولے جائیں گے میں ہوں گا) اور عاشقوں کا سردار اور مشتاقوں کا پیشوا بن کر سب سے پہلے میں ہی معشوق کی دولت وصال حاصل کروں گا۔ انا اوّل من یتجلی لہ الرب (سب سے پہلا شخص میں ہی ہوں گا جس کے لئے اللہ تعالٰے تجلّی کرے گا) لیکن یہ عجیب بات ہے کہ سب کچھ تو میں ہی ہوں گا مگر مجھ میں مَیں نہ ہو گی انا انا فلا اقول انا (ہوں تو سب کچھ میں ہی، لیکن مَیں نہیں کہتا)

یہ جو مشہور ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سایہ نہ تھا بالکل ٹھیک ہے اس کی دو وجہیں ہیں، ایک یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آفتاب تھے چنانچہ آپؐ کے حق میں سراجاً منیراً آیا ہے اور آفتاب کا سایہ نہیں ہوتا۔ اس لئے آنجنابؐ کا سایہ بھی نہ تھا۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دین کے بادشاہ تھے اور بادشاہ خود سایہ ہوتے ہیں السلطان ظل اللہ (بادشاہ خدا کا سایہ ہوتا ہے) اور سائے کا سایہ نہیں ہو سکتا۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خلقت سے سروکار ہوتا تو وہ بمنزلہ نُور بخشنے والے آفتاب کے ہوتے۔ پہلی اور آخری خلقت کو آنجنابؐ ہی کے نور سے پیدا کیا گیا اور آنجنابؐ ہی کے نور سے انہوں نے ہدایت پائی۔ اور جب اللہ تعالٰے سے سروکار رہتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بارگاہِ الٰہی کے سایہ ہوتے تاکہ گمراہی کے جنگل کا بھولا بھٹکا حق کی طرف بھاگنا چاہے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی

اطاعت اور دولت کی پناہ میں جائے من یطع الرسول فقد اطاع اللہ (جو رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کرتا ہے وہ دراصل خدا کی اطاعت کرتا ہے) اور جس وقت اپنے آپ کا خیال ہوتا اس وقت سایۂ حق کی طرف گریز کرتے لی مع اللہ وقت لا یسعنی فیہ ملک مقرب ولا نبی مرسل (اللہ تعالےٰ کے ساتھ میرا ایک ایسا وقت ہے جس میں کوئی مقرب فرشتہ یا نبی مرسل میری برابری نہیں کر سکتا۔)

چون سایہ دویدم ز پیش روزے چند وز سایہ او بسایۂ خود خرسند

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اگرچہ اہلِ عالم کے آفتاب تھے لیکن ابیت عند ربی (میں اپنے پروردگار کے ہاں رہا) کے پرورش یافتہ تھے اور یطعمنی کے دسترخوان سے نوالہ حاصل کرتے تھے اور یسقینی کے جام سے شراب نوشِ جاں فرماتے تھے۔

اگرچہ تلک الرسل فضلنا بعضھم علی بعض (یہ سب رسول ہیں۔ ہم نے بعض کو بعض پر بزرگی عنایت کی ہے) کے بموجب انبیاء علیہم السلام میں سے ہر ایک (ایک ایک امت کا قافلہ سالار ہو گزرا) اور سب کے سب برگزیدہ تھے۔ ہر ایک کسی خاص امت کا پیشرو تھا اور قیامت کے روز اسی امت کو باہر لے جائے گا لیکن پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان سب کے قافلہ سالار ہیں جنہوں نے نہایت مہربانی سے عدم سے باہر قدم رکھا اور موجودات کے قافلے کی پیش روی کی اور وجود کے صحرا میں لاڈالا نحن الاخرون السابقون (ہم سب سے بعد میں آنے والے ہیں لیکن سب سے سابق ہیں) آنحضرتؐ کو تمام

انبیاء پر چھ چیزوں سے فضیلت دی فضلت علی الانبیاء بست (چھ چیزوں سے مجھے تمام انبیاء پر فضیلت حاصل ہے) اور قافلے کی واپسی کے وقت جو بشیر د ہوتا ہے وہ سب سے پیچھے ہوتا ہے۔ اسی لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاتم النبیین ہوئے۔ جس طرح پہلے پہل نبوت کا خطبہ آسمانوں میں آپؐ کے اسم مبارک سے تھا کنت نبیاً والادم بین الماء والطین (میں اس وقت بھی نبی تھا جبکہ آدم علیہ السلام ابھی پانی اور مٹی میں تھے) آخر میں بھی تمام روئے زمین پر ختم نبوت کا سکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسمِ مبارک پر ضرب کیا گیا۔ ہاں یہ کوئی تعجب کی بات نہیں کہ ختم نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی پر ہو۔

اس سے پیشتر ہم مشرح بیان کر آئے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آفرینش کے درخت کا بیج بھی تھے اور پھل بھی اور باقی انبیاء اس درخت کے پتّے اور شاخیں تھے اور جب تک پتے اور شاخیں نہیں نکلتیں پھل نہیں لگتا۔ اور جب پھل آتا ہے تو پھر کوئی شاخ یا پتہ نہیں نکلتا۔ پھل سب سے آخر ہوتا ہے اور پتّوں اور شاخوں کا نکلنا اس پر ختم ہو جاتا ہے۔ . . . . . .

جب پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی نبوت مسلّم ہو گئی تو اسے صادق القول سمجھنا چاہیئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کتاب کو قبول کرنا چاہیئے۔ اور قرآن مجید میں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کتاب ہے لکھا ہے کہ ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ ودین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ ولو کرہ المشرکون (وہ ذاتِ حق ہے جس نے اپنے رسولؐ کو ہدایت اور سچا دین دے کر بھیجا تاکہ باقی دینوں پر اسے ظاہر کر دے، خواہ مشرک لوگوں کو برا لگا

گذرے یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دین سے باقی تمام دین منسوخ ہو گئے۔ کتابوں اور دینوں کے منسوخ ہونے سے یہ مراد ہرگز نہیں ہے کہ انہیں باطل سمجھا جائے اور انہیں سچ نہ سمجھا جائے اور یہ کہ ان پر ایمان نہ لایا جائے۔ بلکہ اصل بات یہ ہے کہ جو مختلف حقائق دوسری کتابوں میں تھے اور جو اسرار مختلف شریعتوں میں متفرق پڑے تھے ان سب کو قرآن مجید اور شریعت محمدی میں ایک جگہ اکٹھا کر دیا گیا ہے ولا رطب ولا یابس الا فی کتاب مبین (سب خشک و تر اس روشن کتاب میں موجود ہے) اور جو دینی نعمتوں کا مکمل کرنے والا ہے کہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خاص پرورش سے تعلق رکھتا تھا واتممت علیکم نعمتی (تم پر میں نے اپنی نعمت پوری پوری کر دی) تاکہ اگر ہر ایک امّت کسی خاص پیغمبر کی مقتدی ہوتی اور ایک صاحبِ دولت کی پیروی کا پھل اُٹھاتی، تو یہ امّت تمام انبیاء کی مقتدی بن سکے، اور سب کی پیروی کا پھل اُٹھائے اولٰئک الذین ھدی اللہ فبھدٰھم اقتدہ (یہ وہ لوگ ہیں جن کو اللہ نے ہدایت دی، پس تو ان کی ہدایات کی پیروی کر) آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوّت کو دوسری نبوّتوں کے ساتھ وہی نسبت ہے جو آفتاب کو ستاروں سے ہے۔ ابتدا میں جب کہ دین نے کمال حاصل نہیں کیا تھا خلقِ خدا دین کی رات میں تھی اور ہر ایک امّت ہر قرن میں کسی خاص نبوّت کے ستارہ سے راہ حاصل کرتی رہی وبالنجم ھم یھتدون (ستاروں سے وہ راہ حاصل کرتے ہیں) لیکن جب دین کے کام نے الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا (آج کے دن

میں نے تمہارے لیئے دین مکمل کر دیا اور تمہیں اپنی نعمتیں پورے طور پر دے چکا اور تمہارے لیئے مذہب اسلام کو پسند کیا) کا کمال حاصل کیا تو وجود محمدی کے آفتاب کو آفتاب کی طرح خلقت میں بھیجا گیا وما ارسلناک الا کافۃ للناس بشیراً ونذیراً (ہم نے نہیں بھیجا تجھے مگر سب انسانوں کے لیئے خوش خبری دینے والا اور ڈرانے والا) اس وقت دین کی رات دن میں تبدیل ہو گئی اور مالک یوم الدین کی صفت ظاہر ہوئی۔ ستاروں کی راہبری اور راہنمائی اسی وقت تک قائم رہتی ہے جب تک کہ آفتاب نہ نکلے اذا طلع الصباح استغنی عن المصباح (جب صبح ہو جائے تو چراغوں کی ضرورت نہیں رہتی) جب سیاروں کا بادشاہ اپنا جمال دکھاتا ہے تو شعاعوں کی تلواروں سے ستاروں کی روشنی کے سر جُدا کر دیئے جاتے ہیں ؎

ہر کجا آفتاب طالع شد — ماہ در حال چہرہ درچید

موجودات کے پیدا کرنے سے اصلی مقصود انسانی وجود تھا اور انسانی وجود سے معرفت مقصود تھی اور جسے اللہ تعالےٰ نے امانت فرمایا ہے وہ معرفت ہی ہے اور اس امانت کا بوجھ اٹھانے کے قابل انسان ہی ہوا۔ اور معرفت دین میں ہے جس قدر آدمی کو دین سے زیادہ برخورداری حاصل ہوتی ہے اسی قدر اسے معرفت زیادہ حاصل ہوتی ہے۔ جس شخص کو دین سے بہرہ حاصل نہیں وہ معرفت سے بھی بے نصیب ہے اور دین کی کمالیت کے بوجھ کا متحمل مطلق انسان ہو سکتا تھا نہ کہ ایک مقررہ شخص۔ جس طرح پھل کو درخت سہار سکتا ہے نہ کہ ایک شاخ۔ ابتدا میں جب ایک شاخ زمین سے نکلتی ہے تو اس پر پھل نہیں آتا تاوقتیکہ

سارا درخت پورا مکمل نہ ہو لے۔ پس انسانی وجود دُنیا میں ایک ہے اور ہر ایک شخص اس وجود کے لئے بمنزلہ ایک خاص عضو کے ہے اور انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام اس وجود کے اعضائے رئیسہ ہیں۔ اعضائے رئیسہ سے وہ اعضا مراد ہیں جن کے بغیر انسانی زندگی ناممکن ہے جیسے کہ سر، دل، جگر، پھیپھڑا وغیرہ، ان سب میں حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بمنزلہ دل کے ہیں۔ دل ہر ایک شخص میں ہوتا ہے اور یہی انسانی وجود کا خلاصہ ہوتا ہے، اس واسطے کہ انسانی وجود میں وہ مقام جو انوارِ روح کا مظہر ہوتا ہے اور اس میں جسمانیت ہوتی ہے وہ یہی دل ہوتا ہے۔ اکیلا دل دین میں مشغول نہیں ہو سکتا جو کہ معرفت کا پھل لاتا ہے۔ اسے ضرور دُوسرے اعضا کی مدد کی ضرورت ہوتی ہے لیکن جو دین کا ثمرہ ہے وہ معرفت سے دل ہی میں پیدا ہوتا ہے اور معرفت کی کمالیت کا ثمرہ بھی دل ہی کو حاصل ہوتا ہے گو دوسرے اعضاء کو بھی اس میں سے حصہ ملتا ہے اور دل میں وہ خاصیت ہے جو کسی دوسرے عضو میں نہیں پائی جاتی۔ وہ یہ ہے کہ دل میں ایک خاص جان ہے جس سے باقی کے اعضا زندگی حاصل کرتے ہیں اور نیز دل بھی۔ دوسرے یہ کہ دل کو عالمِ اجسام کے خلاصہ سے بنایا گیا ہے اور دل کی جان عالمِ ارواح کے خلاصہ سے بنائی گئی ہے۔ چنانچہ مفرد اور مرکب اجسام کی ساری لطافت لے کر اسے نباتات کی غذا بنایا اور جو نباتات میں سے لطیف تھا اسے حیوانات کی غذا بنایا اور جو حیوانوں میں لطافت تھی اُسے انسان کی غذا بنایا اور جو انسانی غذا کی لطافت تھی اُس سے آدمی کا بدن بنایا اور جو بدن کی لطافت تھی

اس سے دل کی صورت بنائی۔ اور اسی طرح ارواحِ انسانی ارواحِ ملکی کی لطافت سے بنے اور ارواحِ ملکی ارواحِ جن کی لطافت سے اور ارواحِ جن ملکوتیات کی لطافت سے۔ جو انسانی رُوح کی لطافت تھی اسے لے کر دل کی جان بنایا پس اس بیان کے مطابق دل جسمانی اور رُوحانی دونوں عالموں کا خلاصہ ہوا۔ اِسلئے معرفت کا مظہر دل ہی بنا۔ اسی واسطے فرمایا ہے کتب فی قلوبھم الایمان (ان کے دلوں میں ایمان لکھا گیا) انسان میں کوئی مقام سوائے دل کے کتابتِ حق کے قابل نہ معلوم ہوا اور کوئی مقام سوائے دل کے مقربین الاصبعین کے مناسب معلوم نہ ہوا۔ چونکہ آنحضرت دل کی جان تھے اِسلئے آنحضرتؐ کو جان بھی ایک خاص عطا ہوئی جو کسی دوسرے نبی کو نصیب نہ ہوئی۔ اور نبوّت کی جان جو تمام نبیوں کو حاصل تھی وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی حاصل تھی یلقی الروح من امرہ علی من یشاء من عبادہ (اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے اسے اپنے امر سے روح کی القا کرتا ہے) لیکن خاص جان وکذلک اوحینا الیک روحًا من امرنا (اور اسی طرح ہم نے تیری طرف اپنے امر سے ایک روح بطور وحی ارسال کی) ہر شخص کو حاصل نہیں ہوتی، اور یہی مقامِ محمود ہے جو شفاعت کی حقیقت ہے اور جو آنحضرتؐ سے مخصوص ہے، اور آنجنابؐ کے فضائل سے ایک یہ بھی ہے واعطیت الشفاعۃ (اور مجھے شفاعت عطا ہوئی) اسی طرح فاوحی الی عبدہ ما اوحی (پھر اللہ تعالےٰ نے اپنے بندے پر حکم بھیجا جو بھیجا) کا استحقاق بھی آنحضرتؐ ہی کو ملا جو بمنزلہ کتب فی قلوبھم الایمان کے تھا اور قرب او ادنیٰ کا شرف بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کو حاصل ہوا جو بمنزلہ مقربین الاصبعین کے تھا،

پس جس طرح معرفت میں تمام اعضا دل کے تابع ہیں اسی طرح نبوّت میں تمام انبیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تابع ہیں۔ اسی واسطے سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے لو کان موسیٰ وعیسیٰ حیا لما وسعھا الا اتباعی (اگر موسےٰ اور عیسےٰ زندہ ہوتے تو میری پیروی کی کوشش کرتے) اگرچہ تمام انبیاء دین پروری کے کام میں برسرِکار تھے لیکن دین کی کمالیت کا مظہر حضرت سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا عہدِ مبارک ہی تھا۔

اللہ تعالےٰ نے کمالِ حکمتِ خداوندی سے دین کی حقیقت کو انبیاء کی پرورش کے تصرّف میں رکھا جس طرح کہ گیہوں سے نان تیار ہوتے تک کئی صاحبِ صنعت استاد کام کرتے ہیں۔ کوئی گیہوں صاف کرتا ہے، کوئی پیستا ہے، کوئی خمیر کرتا ہے، کوئی پیڑے بناتا ہے، کوئی چوڑا کرتا ہے اور کوئی تنور میں لگاتا ہے، لیکن جو تنور میں لگاتا ہے تکمّل اسی کے ہاتھ سے ہوتی ہے مگر باقیوں کو بھی اپنا اپنا کام کرنا پڑتا ہے حضرت آدم علیہ السلام کے وقت سے لے کر حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے وقت تک ہر ایک نبی علیہ السلام دینی کام کا خمیر تیار کرتا رہا لیکن آتشِ محبّت سے تپا ہوا تنور حبیبِ الٰہی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کو حاصل تھا۔ جب ایک سو بیس ہزار نقطۂ نبوت سے اس پیڑے کی پرورش ہو گئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دستِ مبارک میں آیا اولئک الذین ھدی اللہ فبھدٰھم اقتدہ (وہ لوگ ہیں جن کو اللہ تعالےٰ نے ہدایت کی ہے پھر انہیں کی ہدایت کی پیروی کی) جنہوں نے اسے محبّت کے تنور میں لگایا اور دین کی روٹی نبوّت کے تئیس سال میں کمال کو پہنچ گئی الیوم اکملت لکم دینکم آج کے

دن میں نے تمہارے لئے تمہارے دین کو کامل کر دیا) اور تنورِ محبت سے نکال کر بعثت الی الخلق کافۃ کی دعوت کی دکان پر رکھی گئی تاکہ علی فطرۃ من الرسل کے قحط زدہ بھوکے اس روٹی کی قیمت کے بدلے اپنا جان و مال خرچ کریں کہ وجاھدوا باموالکم وانفسکم فی سبیل اللہ (اپنی جانوں اور مالوں سے اللہ کی راہ میں کوشش کرے) اور جس پختہ نان کی آرزو میں کئی ہزار امتوں نے جانیں دے دیں اس کے لئے کنتم خیر امۃ کے صاحبِ دولت مخصوص ہوئے اور موسیٰ علیہ السلام جو رب انی لما انزلت الی من خیر فقیر (اے پروردگار تو اپنے خوانِ کرم سے جو نعمت بھی مجھے بھیج دے میں اس کا سخت حاجتمند ہوں) کے بھوکے تھے اسی روٹی کی آرزو میں اللھم اجعلنی من امتہ محمدؐ (اے پروردگار مجھے محمدؐ کی امت بنا) پکارتے تھے۔ اگرچہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اس روٹی پر کام تو کرتے رہے اُس وقت سے لے کر جبکہ یہ گیہوں کی حالت میں تھی اس وقت تک اس میں سے کچھ نہ کچھ کھاتے رہے اور اپنی قوم کو دیتے رہے لیکن اسے وہی کھاتے تھے جو اس پر کام کرتے تھے۔ چونکہ اس پر سب سے پہلا کام کرنے والے شخص حضرت آدم علیہ السلام تھے اور اس وقت یہ روٹی ابھی گیہوں کی حالت میں تھی اس لئے اُنہوں نے اسے اسی گیہوں ہی کی حالت میں کھایا اور یہی وجہ تھی کہ ملائکہ وعصیٰ آدم کی طعن کرنے لگے، اس واسطے کہ اس روز تک گیہوں فرشتوں کے دہقانوں اور مزارعوں کے ہاتھ میں تھا، انہوں نے اسے بہشتی زمین میں بو رکھا تھا اور پرورش کر رہے تھے اور حضرت آدم علیہ السلام کے وقت تک پرورش میں مشغول رہے اور ادھر اللہ تعالیٰ

آدم کے آب و گِل کو مکّہ اور طائف کے درمیان پرورش کرتا رہا۔ جب آدم مکمل ہو چکے تو اُن کی غذا بھی بہشت میں تیار اور مکمل ہو چکی تھی۔ پھر امتحان کیا گیا کہ کیا یہ اپنی غذا خود بھی شناخت کرتا ہے یا نہیں۔ اس لیئے حکم ہوا کہ اے آدم! بہشت میں جا کر جو مرضی ہو کھاؤ لیکن اس درخت کے پاس نہ جانا۔ آدم علیہ السلام بموجب حکمِ الٰہی اس درخت کے پاس نہ جاتے لیکن ان کا نفسِ امّارہ کسی کھانے سے مانوس نہ ہوتا بلکہ اسی ممنوع کی طرف مائل ہوتا جس طرح کہ گھوڑے کے سامنے تھوڑی سی گھاس رکھ دیں اور اس سے ذرا فاصلے پر جَو کا توبرہ رکھا ہو اور اسے کہہ دیں کہ یہ گھاس کھا لے اور توبرے کے پاس نہ جانا۔ وہ مجبوراً گھاس کھائے گا لیکن وہ توبرے کی طرف مائل رہے گا۔ اگر کوئی شخص آکر رسّا کھول دے تو ضرور وہ توبرے کی طرف جائے گا۔ اسی طرح اگرچہ آٹھوں بہشتوں کی نعمتیں حضرت آدم علیہ السلام کو عنایت ہوئیں لیکن دل میں اسی گندم کی طرف مائل تھے مگر مجبوری یہ تھی کہ ولا تقربا ھذہ الشجرۃ (تم دونوں اس درخت کے پاس نہ جانا) کی قید لگا رکھی تھی۔ آخر شیطان نے آکر کہا ھل ادلک علی شجرۃ الخلد و ملک لا یبلی (کیا میں تجھے ہمیشہ رہنے والا درخت اور نہ زائل ہونے والا ملک بتاؤں) آدم علیہ السلام نے کہا میں اسے اچھی طرح جانتا ہوں، مجھے تیرے بتانے کی ضرورت نہیں کیونکہ میں فرشتہ نہیں کہ جسے تیرے جیسے معلّم کی ضرورت ہو۔ وعلّم آدم الاسماء کلھا (اور آدم علیہ السلام کو ان سب کے نام سکھا دیئے) کے مکتب کا پڑھا ہوا ہوں، مجھے معلوم ہے کہ وہ درخت کون سا ہے اور مجھے بھی اچھی طرح معلوم ہے کہ شجرۂ خلد ملکِ ابدی کا وسیلہ ہے، شاید تو دشمنی اور کجی سے کہتا ہے تاکہ مجھے حکمِ الٰہی کا مخالف بنائے

مجھے بے شک دل وجان سے اس کی آرزو ہے لیکن پابندیٔ فرمان اس امر میں مانع ہے۔ شیطان نے قسم کھائی اور قسم کی دست بُرد سے قاسمھما انی لکما لمن الناصحین (اس نے دونوں کو قسم کھا کر کہا کہ میں البتہ تجھے نصیحت کرتا ہوں) فرمان کی پابندی آدمؑ کے پاؤں سے دُور کی۔ آدم علیہ السلام نے اپنی سادگی اور صاف دلی سے اس کی طرف دیکھا اور خیال کیا کہ جو شخص اللہ تعالےٰ کی عظمت کی قسم کھاتا ہے وہ جھوٹا نہیں ہوگا۔ جب اُنہوں نے قسم سنی تو نہایت نیک دلی سے صفاتِ الٰہی سُن کر فریفتہ ہو گئے۔ اور واقعی عاشقوں کی نشانی بھی یہی ہے کہ معشوق کے سوا دونوں جہان پر بھی فریفتہ نہیں ہوتے خدعنا باللہ انخدعنا اللہ تعالےٰ نے جو باز پرس کی تو وہ اس واسطے نہ تھی کہ گیہوں اس کے لیئے بنائی گئی تھی جیسا کہ پیر ہرویؒ فرماتے ہیں ابلیس نے تو آدم علیہ السلام کو دھوکا دیا لیکن گیہوں کو آدم کی روزی کس نے بنایا۔ اگرچہ گیہوں کی پرورش فرشتے کرتے تھے لیکن ان کو غذا کی ضرورت نہ تھی۔ اس کا کھانے والا آدمؑ تھا۔ باز پُرس صرف اس واسطے ہوئی کہ اُنہوں نے شیطان کے حکم سے کھائی۔ اسی واسطے جہان میں شور برپا ہو گیا کہ آدم علیہ السلام نے نافرمانی کی۔ اس میں بھی اللہ تعالےٰ کی حکمت تھی جس کی اطلاع فرشتوں کو ہرگز نہ تھی وہ اسی خیال میں تھے کہ اتنے ہزار سال سے ہم ایک لطیف درخت کی پرورش کر رہے تھے جس کا جمال آٹھوں بہشتوں کی آرائش ہے اس نارسیدہ بچے نے آکر بے فرمانی کی اور بچوں کی طرح اس کی شاخ کو توڑا اور کھا کر ناچیز کر دیا۔ ہمیں تو پہلے ہی سے معلوم تھا کہ وہ فساد کرے گا اتجعل فیھا من یفسد فیھا (کیا تو اس کو بناتا ہے جو اس میں فساد

برپا کرے گا) سو اب اس نے یہیں فساد برپا کر دیا۔ اگر اس گیہوں کو نہ کھاتا اور تباہ نہ کر دیتا تو اس درخت کے ہر دانے سے درخت پیدا ہوتا۔ انہیں یہ معلوم نہ تھا کہ جب بوئیں گے تو درخت ہوگا اور جب کھائیں گے تو مردہ ہوگا۔ یہ ایک بڑا بھاری بھید ہے جس تک ہر شخص کی عقل نہیں پہنچ سکتی۔ غرض یہ ہے کہ وہ طعن و تشنیع صرف اس واسطے تھی کہ دین کی گندم اس کے عہد تک ابھی پرورش میں تھی اور کسی نے اسے نہ کھایا تھا اور آدمؑ کو اس پر محنت کرنی چاہیے تھی۔ اور دوسرے انبیاء علیہم السلام بھی اس پر دستکاری کرتے اور جب پک جاتی تو اُستاد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ میں دیتے اور پھر اس میں سے ہر شخص لے کر اپنی خوراک بناتا۔ مثل مشہور ہے کہ جو شخص مٹی پر کام کرتا ہے وہ مٹی کھاتا ہے آدم علیہ السلام نے گیہوں پر کام کیا اس لیئے گیہوں کھایا لیکن جنہوں نے آٹے پر کام کیا اُنہوں نے آٹا کھایا۔ چونکہ محبتِ محمدیؐ کے تنور سے روٹی پک کر نکلی اس لیئے دعوتِ محمدیؐ کی دکان پر رکھی گئی اور منادی کی گئی کہ مختلف دینوں میں جسے آتشِ محبت کی پکی ہوئی روٹی مطلوب ہو اور درگاہِ الٰہی کا محبوب بننا چاہے وہ حبیبِ اللہ[3] کی دوکان پر آئے قل ان کنتم تحبون اللّٰہ فاتبعونی یحببکم اللّٰہ (اے محمد! کہہ دے کہ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو، اللہ تعالےٰ تمہیں محبت عطا کرے گا) پس دین کی تربیت چونکہ انسانی راستے سے حاصل ہوتی ہے اس لیئے ہر ایک نبی بمنزلہ عضو کے تھا۔ ہر ایک نے مایۂ دین کے خمیر پر اپنی کمال دستکاری کی یہاں تک کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی باری آئی جو کہ انسانی وجود میں بمنزلہ دل کے تھے۔ آنحضرتؐ نے

اس پر اپنی دستکاری کی اور دین اپنی کمالیت کو پہنچ گیا۔ اس لیئے کسی مربی کے تصرف کا محتاج نہ رہا کیونکہ کسی عہد میں اللہ تعالےٰ نے یہ نہیں فرمایا الیوم اکملت لکم دینکم اور جو زیادتی کمال پر ہو وہ عین نقصان ہوتی ہے جیساکہ الزیادۃ علی الکمال نقصان سے ظاہر ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے۔ من احدث فی دیننا ما لیس منہ فھو رد (جس شخص نے ہمارے دین میں کوئی نئی شاخ نکالی جو اس سے نہیں، پس وہ مردود ہے) اور نیز فرمایا وایاکم والمحدثات فان کل بدعۃ ضلالۃ دین میں بہت سی صفتیں ہیں۔ ہر ایک نبیؑ نے ایک خاص صفت کو درجہ کمال تک پہنچایا۔ چنانچہ آدم علیہ السلام نے صفوت کی صفت کو کمال تک پہنچایا۔ اور نوح علیہ السلام نے دعوت کی صفت کو، ابراہیم علیہ السلام نے خلت کی صفت کو، موسیٰ علیہ السلام نے مکالمت کی صفت کو، ایوب علیہ السلام نے صبر کی صفت کو، یعقوب علیہ السلام نے حزن کی صفت کو، یوسف علیہ السلام نے صدیقی کی صفت کو، داؤد علیہ السلام نے تلاوت کی صفت کو، سلیمان علیہ السلام نے شکر کی صفت کو، یحییٰ علیہ السلام نے خوف کی صفت کو اور عیسیٰ علیہ السلام نے امید کی صفت کو، اور علی ہذا القیاس ہر ایک نبیؑ نے ایک خاص صفت کی درجہ کمال تک پرورش کی۔ اگرچہ انہوں نے باقی صفات کی تو پرورش کی لیکن ایک پر ایک غالب آ گئی۔ مگر جو صفت سب سے اعلیٰ صفت تھی یعنی صفتِ محبت وہ سوائے حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اور کسی سے درجہ کمال کو نہ پہنچی۔ اس واسطے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انسانی وجود میں بمنزلہ دل کے تھے اور محبت

کی پرورش کرنا صرف دل ہی کا کام ہے اور دین کی کمالیت محبت کی کمالیت پر منحصر ہے اور فسوف یاتی اللہ بقوم یحبہم و یحبونہ کی نبا اسی اُمّت کو مرحمت ہوئی اور وجوہ یومئذٍ ناضرۃ الی ربہا ناظرہ کی کرامت ایک شمع تھی جو ان پروانوں جیسے خرمن سوختگوں کے لئے روشن کی گئی تھی۔

چونکہ دین کی کمالیت صفتِ محبت کی کمالیت پر موقوف تھی اور یہ حضرت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلے جو کہ انسانی وجود میں بمنزلہ دل کے تھے پوری ہوئی اس لئے آنحضرت حبیب اللہ اور خاتم الانبیاء ہوئے اور آنجناب کا دین دوسرے دینوں کا ناسخ ہوا جس شخص کو دین کی کمالیت اور محبوبیت کا مرتبہ مطلوب ہو اسے فاتبعونی یحببکم اللہ کی متابعت کے خط پر سر رکھنا چاہیئے اور چونکہ کمال اسی دین میں ہے اس وجہ سے دوسرے دین منسوخ ہو گئے جیسا کہ جہاں پانی مل جائے وہاں خاک سے تیمم کرنا جائز نہیں رہتا۔

پہلے ہم بیان کر آئے ہیں کہ دوسرے انبیاء کے عہد میں گیہوں، آٹا اور خمیر کھا سکتے ہیں۔ اب جب کہ روٹی پک کر تیار ہو چکی۔ ان کا کھانا جائز نہیں بلکہ ان انبیاء علیہم السلام کو اس دوکان میں آکر نانبائی سے روٹی لینی چاہیئے کہ الناس یحتاجون الی شفاعتی (انسانوں کو میری شفاعت کی احتیاج ہے) اور ابھی خواجہ علیہ السلام فراخ حوصلگی کے سبب اس نان اور نانوائی سے سیر نہیں ہوتے اور فرماتے ہیں انا سیّد اولاد آدم ولا فخر (میں بنی آدم کا سردار ہوں اور یہ از روئے فخر نہیں کہتا) یہ نہایت لطیف اشارہ ہے یعنی کہ یہ سب نانبائی، سیادت، علم داری اور پیشوائی مجھے خلقت کا نصیبہ ہے

وما ارسلنٰک الا رحمۃ للعالمین۔ (تجھے اہلِ جہان کے لئے باعثِ رحمت بنا کر بھیجا گیا ہے) پس یہ سب کچھ ان کے لئے جائے فخر ہے کیونکہ وہ مجھ جیسا سردار، مقتدا، قافلہ سالار، رہنما اور شفاعت کنندہ رکھتے ہیں لیکن ان میں سے میرا حصہ بے نصیبی ہے اور میرا مقصود نامقصودمندی اور میری مراد نامرادمندی اور میری ہستی نیستی اور میرا فخر فقر ہے۔ الفقرُ فخری

اے محمدؐ! اس میں کیا بھید ہے کہ آنجنابؐ پیشوائی اور انبیاء کے سردار ہونے پر فخر نہیں کرتے اور فقر پر فخر کرتے ہیں صرف اس واسطے کہ ہماری راہ عشق و محبت ہے اور یہ راہ سوائے نیستی کے طے نہیں ہو سکتی اور پیشوائی و سروری ہستی ہے۔ رُباعی

"تا گُم نہ شوی در او قدم نتواں زد — ایں راہ است کہ جز بگُم نتواں زد
روزے صدرہ ترا دریں رہ بکُشند — کاندر طلب قصاص دم نتواں زد

یہ بات جو مشہور ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سایہ نہ تھا اس کی یہی وجہ ہے کہ آنجناب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام نُور ہو گئے تھے یا ایہا الناس قد جاءکم نور من ربکم (اے لوگو! تحقیق تمہارے پروردگار سے تمہارے پاس نُور آتا ہے) اور نور کا سایہ نہیں ہوتا۔ چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے سائے سے خلاصی پائی تھی اس واسطے تمام جہان آنجنابؐ کے نور کی پناہ لینے کے لئے دوڑے کہ ادم ومن دونہ تحت لوائی یوم القیمۃ۔ (آدم اور اس کے علاوہ جتنے ہیں قیامت کے روز سب کے سب میرے جھنڈے تلے جمع ہوں گے)۔ سب

سے پہلے بھی نورِ محمدی ہی پیدا ہوا جیساکہ اوّل ما خلق اللہ نوری (جو چیز خدا نے سب سے پہلے پیدا کی وہ میرا ہی نور تھا) سے ظاہر ہے اور ا ابد کی حد تک بھی پہنچا جیساکہ لا نبی بعدی (میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا) سے ظاہر ہے۔ جب سے دولتِ محمدیؐ کا آفتاب طلوع ہوا تب سے ولایت انبیاء کے ستارے غائب ہوگئے اور دوسرے دینوں کی رات کی آیت نس ہوگئی اس واسطے کہ جب صبح ہوجاتی ہے تو چراغ کی ضرورت نہیں رہتی۔ اگرچہ میری صورت کا آفتاب کلّ نفس ذائقۃ الموت کے مغرب میں غروب ہوجائے گا لیکن دین کا آفتاب جب تک جہان باقی ہے دین پرور اور حق گستر علماء کی وجہ سے باقی رہے گا جیساکہ لا یزال طائفۃ من امتی قائمین علی الحق (میری امّت کا ایک گروہ ہمیشہ ایسا رہے گا جو حق پر قائم ہوگا) سے ظاہر ہے۔ اس کے ہوتے ہوئے دوسرے انبیاء کی کیا ضرورت ہے کیونکہ اس امّت کے علماء دوسری امّتوں کے پیغمبروں کے برابر ہیں جیساکہ علماء امّتی کانبیاء بنی اسرائیل (میری امّت کے علماء بنی اسرائیل کے پیغمبروں جیسے ہیں) سے ظاہر ہے۔ دین دو طرح کا ہے ایک ظاہر دوسرا باطن۔ ظاہری دین تو متّقی عالموں کے سبب قائم رہے گا اور باطنی مشائخ طریقت کے سبب کیونکہ الشیخ فی قومہ کالنبی فی اُمّتہ (شیخ کا مرتبہ اپنی قوم میں ایسا ہوتا ہے جیسا نبی کا مرتبہ امّت میں)۔

اللہ تعالےٰ نے ان دونوں گروہوں کے وسیلے سے دین کی حفاظت کا ذمّہ لیا ہے کہ انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون یعنی ہم نے

ذکر اُتارا اور ہم ہی اس کی نگہبانی کرنے والے ہیں۔

۲۔ قانونِ شریعت کے مطابق انسانی قالب کی تربیت

اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے قد افلح من تزکی وذکر اسم ربہ فصلّٰی (بے شک جو کفر و شرک کی گندگی سے پاک صاف رہا اور اپنے پروردگار کا نام لیتا اور نماز پڑھتا رہا وہ من مانی مراد کو پہنچ گیا) اور پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں لا یستقیم ایمان احدکم حتی یستقیم قلبہ ولا یستقیم قلبہ حتی یستقیم لسانہ ولا یستقیم لسانہ حتی التسقیم عملہ یعنی تم میں سے جب تک کسی کا دل مستقیم نہ ہو اس کا ایمان مستقیم نہیں ہو سکتا اور جب تک عمل مستقیم نہ ہو زبان مستقیم نہیں ہو سکتی۔

واضح ہو کہ اللہ تعالےٰ نے ملکوتِ ارواح کی راہ دل کی طرف کھولی ہے اور دل سے نفس کی طرف راہ رکھی ہے اور نفس سے قلب کی طرف راستہ مقرر کیا ہے، تاکہ جو مدد اور فیض عالمِ غیب سے روح کو حاصل ہو وہ روح سے دل تک اور دل سے نفس تک پہنچے اور نفس سے قالب میں اس کا اثر ہو اور قالب پر مناسب عمل ظہور میں آئے۔ اگر قالب کی صورت پر کوئی ظلمانی نفسانی عمل ظہور میں آئے تو اس ظلمت کا اثر نفس کو پہنچتا ہے اور نفس سے دل میں کدورت پیدا ہوتی ہے اور دل سے روح کی روحانیت کے گرد ایک پردہ سا آجاتا ہے جیسا کہ چاند کے گرد ہالہ۔ اس پردے کے سبب روح کو جو غیب سے تعلّق ہے وہ بند ہو جاتا ہے اور وہ عالمِ غیب کا مطالعہ نہیں کر سکتا۔ اور

اسے فیض اور مدد کم پہنچتی ہے اور یہ سب کچھ ایک طلسم کی طرح ہے جو اللہ تعالےٰ نے روحانی اور جسمانی تعلقات سے بنایا ہے اور طلسم کو کھولنے والی چابی شریعت ہے۔

شریعت دو قسم کی ہے ایک ظاہر دوسری باطن۔ ظاہری بدنی اعمال ہیں کہ صورتِ قالب کے طلسم کی چابی ہیں۔ اس چابی کے پانچ دندانے ہیں یعنی نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج اور کلمہ شہادت کہنا۔ صورتِ قالب کے طلسم کو حواسِ خمسہ کے پانچ بند لگائے گئے ہیں۔ ان کو بنائے اسلام کی پانچ دندانوں والی چابی سے کھول سکتے ہیں۔ باطنی شریعت قلبی، سرّی اور روحی اعمال کا نام ہے جسے طریقت کہتے ہیں۔ طریقت انسانی باطن کے طلسم کو کھولنے والی چابی ہے

خلقت دو قسم کی ہے ایک انبیاء دوسرے امتی۔ انبیاء کے لئے طریقت کی چابی سے باطنی طلسمات کا دروازہ کھول دیا گیا اور عالمِ غیب کی راہ سے ان کی روح کو فیضانِ الٰہی کی امداد پہنچتی کیونکہ وہ اس قابل تھا اور وہ طلسم کھل گیا اور اس فیض کا اثر دل پر پہنچا، اور دل سے نفس کو اور پھر صورتِ قالب میں قولہ تعالےٰ ماکنت تدری ماالکتاب وماالایمان ولکن جعلناہ نوراً نھدی بہ من نشاء من عبادنا یعنی تجھے نہیں معلوم تھا کہ کتاب کیا ہے اور ایمان کیا۔ ہم ہی اپنے بندوں میں سے جسے چاہتے ہیں اس کے لئے اسے ہدایت کا نور بنا دیتے ہیں۔ امت کے لئے پہلے قالب کی طلسم کشائی کے لئے شریعت مقرر کی اور ان کو اسی دروازے سے عالمِ غیب کی راہ دی۔ جب شریعت کی چابی سے صورت کے طلسم کو کھولتے ہیں تو پھر ان کے ہاتھ میں طریقت

کی چابی دی جاتی ہے تاکہ باطنی طلسم کو کھولیں۔ ابتدا میں جب تک شریعت کی چابی کے تقرر کی داد فرمان اور متابعت کے قانون کے موافق نہیں دیتے وہ صورت کے طلسم سے خلاصی نہیں پاتے۔ شریعت کی داد اس طرح دے سکتے ہیں کہ ہر ایک عضو کو اس کام میں مشغول کریں جو اس کے لیے مقرر کیا گیا ہے اور اس کام سے کنارہ کریں جس سے منع کیا گیا ہے تاکہ چابی کے دندانے طلسم کی بندشوں پر درست بیٹھیں اور فوراً کھل جائے۔ اگر بعض دندانے ٹھیک بیٹھیں اور بعض نہ بیٹھیں یا بیٹھ کر پھر ہٹ جائیں تو یہ طلسم ہرگز نہیں کھلے گا۔ ہاں جتنا راست ہوگا اس قدر کھلے گا، اور اس راستی کا اثر زبان پر پہنچے گا اور زبان سے دل پر اور دل سے غیب پر، پھر غیب سے ایمانی نور دل میں پیدا ہوگا اور جس قدر یہ راستی زیادہ ہوتی جائے گی اسی قدر قالب کے ظاہر میں شرعی اعمال کی وجہ سے ایمان کے انوار غیب سے دل میں زیادہ ہوتے جائیں گے کہ لیزدادوا ایمانا مع ایمانہم (تاکہ ان کے ایمان ایمان سے زیادہ ہو جائیں)، یہاں تک کہ صورتِ قالب کی پرورش شرعی قانون کے موافق کمال کو پہنچ جائے گی جیساکہ حدیث شریف میں آیا ہے لا یستقیم ایمان احدکم حتی یستقیم قلبہ الخ۔ پانچوں حسوں کے بند کی طلسم کشائی کے لیے شریعت کے پانچ رکنوں کو چابی کے دندانے فرض کرنا اس وجہ سے ہے کہ ان کو بسبب پانچ حواس کے نقصان اور پردہ ظاہر ہوا ہے جس نے انہیں چوپایوں کے درجے تک پہنچادیا ہے بلکہ اس سے بھی نیچے، اگر وہ اسی مرتبہ میں رہیں اور اس قید کو نہ توڑیں اور ان صفات سے خلاصی نہ پائیں تو پھر انہیں کے حق میں اولئک کالانعام بل ہم اضل (یعنی وہ ڈھور ڈنگر ہیں بلکہ ان سے بھی

زیادہ گمراہ) فرماتا ہے۔ ڈھور ڈنگر عالم سفلی سے برخورداری حاصل کرتے ہیں اور ان پانچ حواس کے ذریعے جن میں سے ایک دیکھنا ہے اور جو آنکھ سے تعلق رکھتا ہے سب یہی چاہتے ہیں کہ خوبصورت اور عمدہ چیز کو دیکھیں، دوسرے سننا جو کان سے تعلق رکھتا ہے۔ سب یہی چاہتے ہیں کہ عمدہ آواز سنیں اور مکروہ آواز سے ڈرتے ہیں۔ تیسرے سونگھنا جو ناک سے تعلق رکھتا ہے، سب یہی چاہتے ہیں کہ خوشبو سونگھیں، چوتھے چکھنا جو تالو سے تعلق رکھتا ہے، سب یہی چاہتے ہیں کہ لذیذ کھانا کھائیں، پانچواں چھونا جو سارے بدن سے تعلق رکھتا ہے۔ غرضیکہ تمام بدن سے یہی چاہتے ہیں کہ ڈھور ڈنگروں کی سی لذتوں اور شہوتوں کو پورا کریں۔ اور انہیں دوسرے عالم کی بالکل خبر نہیں اور ان کے پاس کوئی ایسا آلہ نہیں جس سے وہ عالم علوی اور آخرت سے برخورداری حاصل کر سکیں۔ پس یہ پانچ حسیں آدمی کو دی گئی ہیں اور اسے دوسرے آلات کی وجہ سے جو باقی حیوانات کو حاصل نہیں دوسرے عالموں کی برخورداری دی گئی ہے۔ اگر پورے طور پر ڈھور ڈنگروں کے عالم کے فوائد میں مشغول ہو جائے تو پورے طور پر دوسرے عالموں اور دوسرے فائدوں سے محروم رہ جاتا ہے اور حیوانات کی طرح ہو جاتا ہے۔ بلکہ ان سے بھی بدتر۔ اس واسطے کہ ڈھور ڈنگر چونکہ دوسرے عالموں سے محروم ہیں اس لیے اس کو عالموں کے علم اور دید سے محرومی نہیں ہو گی اور اسی واسطے ان کو . . . . . اس دولت کے گم ہو جانے کے نقصان کی وجہ سے عذاب نہیں ہو گا۔ لیکن انسان کو قیامت کے روز اس دید کے حرمان اور دولت کے ضائع کر دینے کی بابت بازپرس ہو گی اور وہ اپنے ہم جنسوں کو دادا آرایت ثم دایت

نعیماً وملکاً کبیراً اور جب تو بہشت کی مجموعی حالت کو دیکھے تو وہاں تجھے ہر قسم کی نعمت اور بڑی سلطنت کے ساز و سامان دکھائی دیں گے، کی دولت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے دیکھیں گے اور اس دولت کے حرمان اور فرمان کی مخالفت کا عذاب اٹھائیں گے لیکن حیوانات کو ان باتوں میں سے ایک بھی نہیں ہوگی اور اسی وجہ سے بل ہم اضل فرمایا ہے۔

اور اگر انسان ڈھور ڈنگروں کے فوائد کو بالکل چھوڑ دے تو اس کے قالب کی تربیت نہیں ہو سکے گی۔ اور اس لئے ان فوائد سے محروم رہ جائے گا۔ پس اسی واسطے شریعت بھیج دی گئی ہے تاکہ حیوانی چراگاہوں پر قبضہ کر کے فرمانِ الٰہی کے مطابق کام کرے نہ کہ طبیعت کے فرمان کے مطابق، کیونکہ طبیعت سے سر بسر ظلمت نمودار ہوتی ہے اور فرمانِ الٰہی سے نُور ہویدا ہوتا ہے۔ اس واسطے کہ جب طبیعت کے موافق عمل کرے گا تو اپنے تئیں کچھ خیال کرے گا، اور یہی بات ظلمت اور حجاب کا باعث ہے، اور جب فرمان کے مطابق عمل کرے گا تو اس وقت وہ حق کو دیکھے گا اور اپنے تئیں کچھ خیال نہ کرے گا اور یہی عین نور اور رفع حجاب ہے۔ دوسرے یہ بات ہے کہ جو ظلمت اور کدورت غالب ہیں ان حرکاتِ طبعی کے باعث جو نفس کی مراد کے موافق کی گئی ہوں ظاہر ہو اس کے ذریعے وہ شرعی تقییدات جو مرادِ نفس کے برخلاف ہوں اُٹھ جاتی ہیں، نیز شرع کا ہر ایک رُکن اسے پہلی قرارگاہ سے آنا اور پھر خوشی خوشی اپنے مقام میں جس سے مراد رب العالمین کا قرب و جوار ہے جانے کی یاد دلاتا ہے مثلاً لا الٰہ الا اللہ اسے اس عالم کی خبر دیتا ہے جب کہ اس کے اور

حضرت حق کے درمیان کوئی واسطہ نہ تھا۔ اس سے اس کے دل میں اس حالت کا ذوق اور عالم کا شوق پیدا ہوتا ہے اور واپس جانے کی خواہش کرتا ہے اور اس دُنیا سے دل کو ہٹا لیتا ہے اور ڈھور ڈنگروں کی سی لذّتیں اُسے ناگوار معلوم ہوتی ہیں جب یہ حالت ہو جاتی ہے تو ایک بند دُور ہو جاتا ہے۔

نماز ان دو حالتوں کی خبر دیتی ہے ایک حرکاتِ نمازی کی صورت سے اور دوسرے مناجاتِ نمازی کی صفات سے۔ حرکاتِ نماز کی صورت اس سے اسی جہان میں آنے کی خبر دیتی ہے اور پھر اس جہان میں واپس جانے پر دلالت کرتی ہے۔ صورتِ نماز میں قیام، رکوع، سجود اور تشہد شامل ہیں۔ تشہد سے بارگاہِ الٰہی میں اس کا حضور اور شہود اس جہان میں آنے سے پہلے کا معلوم ہوتا ہے۔ سجود سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جب وہ اس جہان میں آیا تو نباتات کے مقام میں رہا کیونکہ تمام نباتات سجدہ میں ہیں جیسا کہ والنجم والشجر یسجدان سے ظاہر ہے۔ سب نے بشکل سجدہ سر زمین پر رکھا ہے اس واسطے کہ اس شکل میں عبادت کا سر سجدہ کا مقام ہے جو اس کو غذا پہنچاتا ہے اور نباتات کو غذا جڑوں کی راہ ملتی ہے۔ رکوع اس بات کی خبر دیتا ہے کہ وہ مقامِ نباتی سے مقامِ حیوانی میں آیا اور حیوانات سب کے سب رکوع میں ہیں اور پیٹھ کو خم کیے ہوئے ہیں۔ قیام اس بات کی خبر دیتا ہے کہ انسان مقامِ حیوانی سے مقامِ انسانی میں پہنچ گیا ہے اور تمام انسان قیام کی حالت میں ہیں تو رکوع اور سجود سے قیام کی حالت میں آیا ہے۔

پس نماز میں اس بات کا اشارہ ہے کہ پہلے تو تکبیر کہے یعنی عالمِ حیوانی اور بہیمی پر تکبیر کہے اور اس کا پابند نہ رہے اور انسانی مقام سے جو تجبّر اور تکبّر کی شکل

رکوعِ حیوانی میں آئے جو کہ تواضع، انکسار اور عاجزی کی علامت ہے اور پھر یہاں سے نباتاتی خواری اور عاجزی کے سجود میں آئے تاکہ تشہد کے پہلے حضور اور شہود تک واپس پہنچ جائے کہ واسجد واقترب سجدہ کر اور نزدیکی حاصل کر۔

ــہ اے دل مگر تو از رہ افتادگی در آئی　　ورنہ بشوخ چشمی با عشق کے بر آئی

جب تو اس دروازے سے اندر آئے گا تو اسی سیڑھی کی راہ جس سے تو نیچے اترا تھا اوپر پہنچ جائے گا کہ الصلوٰۃ معراج المومنین نماز مومنوں کی معراج ہے۔ رباعی

آں راہ کہ من آمدم کدام است اے جاں　　تا باز شوم کہ کار خام است اے جاں
در ہر گامے ہزار دام است اے جاں　　نامرداں را عشق حرام است اے جاں

مناجات نمازی کی صفاتِ انسان کو حیوانی اور نفسانی مقام اور لوگوں کی گفتگو سے ملکی مناجات اور حق سے کلام کرنے کے مقام میں لاتی ہے۔ اور مناجات اور باہم کلام کرنے کے ذوق سے اسے الست بربکم کا زمانہ یاد آتا ہے کیونکہ نمازی اپنے رب سے نجات مانگتا ہے۔ المصلی مناجی ربہ۔

اگر باقی ہر ایک رکن کے اسرار اور فوائد بیان کیے جائیں تو کتب خانے بھی اس کو برداشت نہیں کر سکتے ہاں اشارتاً کچھ کچھ بیان کیا گیا ہے۔

روزہ اسے وہ عہد یاد دلاتا ہے جب کہ وہ ملائکہ کی صفت میں تھا اور صفاتِ حیوانی کے حجابوں سے محجوب نہیں ہوا تھا کیونکہ کھانا حیوانات کی خاصیت ہے اور نہ کھانا فرشتوں کی صفت ہے۔ نیز اللہ تعالٰے کی، تاکہ اس اشارے سے وہ حیوانی خلق کو چھوڑ کر متخلق باخلاق اللہ ہو جائے۔ کیونکہ اللہ تعالٰے فرماتا ہے الصوم لی وانا اجزی بہ یعنی روزہ خالص میری ملکیت ہے اور میں ہی

اس کی جزا دوں گا۔ درحقیقت روزہ بارگاہِ الٰہی سے ہے جو کہ غذا سے پاک ہے باقی جو کچھ ہے سب غذا کا محتاج ہے۔ فرشتے اگرچہ غذائے حیوانی نہیں کھاتے مگر تاہم تسبیح اور تقدیس ان کی غذا ہے اور ہر ایک چیز کے مناسب اس کی غذا ہے۔ انا اجزی بہ یعنی ہر ایک طاعت کی جزا بہشت ہے اور روزے کی جزا تخلّق باخلاق ہے۔

زکوٰۃ میں صفاتِ حیوانی سے تزکیہ نفس حاصل ہوتا ہے اس واسطے کہ حیوان کی یہ صفت ہے کہ جمع کرے اور کسی کو نہ دے اور آدمی کو ضروری جمع کرنا پڑتا ہے۔ اگر اس جمع کیے ہوئے میں سے کچھ نہ دے تو وہ صفتِ حیوانی کی آلائش سے آلود رہتا ہے۔ زکوٰۃ دے تاکہ تو اس آلائش سے پاک ہو جائے کہ خذ من اموالھم صدقۃ تطھرھم وتزکیھم بھا (ان کے مال سے صدقہ لے کر اس کے وسیلے ان کو پاک اور پاکیزہ بنا) ایسا کرنے سے تو صفاتِ حق سے موصوف ہو جائے گا کیونکہ بخشش اور سخاوت اللہ تعالیٰ کی صفت ہے فاما من اعطیٰ واتقیٰ وصدّق بالحسنیٰ فسنیسّرہ للیسریٰ (پس جس نے عطا کی اور پرہیزگاری اختیار کی اور اچھی بات یعنی دینِ اسلام کو سچ سمجھا تو ہم آسانی کی جگہ یعنی بہشت میں پہنچنے کا راستہ اس کے لیے آسان کر دیں گے)

حج سے اس بات کا اشارہ ہے کہ وہ بارگاہِ الٰہی کی طرف مراجعت کرتا ہے۔ یعنی اے شہرِ انسانیّت کے رہنے والے اور طبیعتِ حیوانی کے مقیم اور ہمارے کعبہ وصال سے بے خبر تو کب تک اس منزل ہی میں مقام کرے گا اور ان من ازواجکم واولادکم عدوا لکم (تمہارے بیوی بچے تمہارے دشمن ہیں) کے علائق میں

پھنسا رہے گا۔ اُٹھ اور مردوں کی طرح آ اور ان تعلقات کو بہادرانہ چھوڑ اور جورو بچے اور خاندان کو وداع کر، اور دل کو جو ہماری خاص نظرگاہ ہے انسانی تعلقات کی آلائش سے صاف کر کے ان دل لبھانے والی دُنیاوی منزلوں سے قدم باہر رکھ اور نفسِ امّارہ کے جنگل کو طے کر کے جب تو دل کے حرمگاہ میں پہنچے تو بازگشت کے پانی سے غسل کر اور بشریت کی پوشاک اور لباس اُتار کر عبودیت کے احکام کا لباس پہن، اور عاشقوں کی طرح لبیک کہتا ہوا معرفت کے عرفات میں آ، اور عنایت کے جبل الرحمۃ پر آ، اور ہمارے قُرب کے حرمِ حریم میں قدم رکھ۔ اور اشعارِ بندگی کے مشعر الحرام میں پاؤں رکھ، اور وہاں سے میرے منا میں پہنچ کر نفسِ بہیمی کو ذبح کر۔ اور پھر ہمارے وصال کے کعبہ کا رُخ کر کہ وجھی للذی فطر السمٰوٰت والارض (میرا رُخ زمینوں اور آسمانوں کے پیدا کرنے والے کی طرف ہے) اور جب تو وہاں پہنچ جائے تو دع نفسک و تعالے (اپنے نفس کو چھوڑ کر اوپر آجا) کا طواف کر یعنی اس کے بعد اپنے گرداگرد نہ پھر، اور حجر الاسود سے جو کہ تیرا دل اور یمین ہے ہمارا عہد تازہ کر اور پھر مقامِ ابراہیمی میں آ، یعنی ہماری خلّت (دوستی) کے مقام میں۔ اور وہاں پر دو رکعت نماز ادا کر یعنی تو مردوں کی طرح بہشت اور دوزخ کے لیئے عبودیت نہ کر بلکہ ہماری بندگی عاشقوں کی طرح عشق کی وجہ سے کر، پھر جب تو کعبۂ وصال کے دروازے پر پہنچے تو زنجیر کی طرح خودی کے دروازے کو چھوڑ اور بے خود ہو کر اندر آجا کیونکہ خوف اور حجاب صرف خودی کی وجہ سے ہوتے ہیں، اور امن اور وصول بے خودی کی وجہ سے اور بس پھر من دخلہ کان آمنا یعنی جو اس میں داخل ہو گیا وہ امن میں آگیا۔

رباعی اے دل بے دل بنزد آں دلبر شو
در بارگہ وصالِ او بے سر شو
تنہا ز ہمہ خلق چو رفتی بدرش
خود را بدرش بمال وآنگہ در شو

صورتِ شرع کے بعض تقیدات کا ذکر رمزاً بیان کیا گیا ہے ورنہ اس کی شرح اور حقائق تو آسمان و زمین کے طبقوں میں بھی نہیں سما سکتے۔

اَللّٰھُمَّ اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ۔ اٰمین۔ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ وَنُوْرِ عَرْشِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ۔

DATA ENTERED

اَلصَّلوٰۃُ مِعْرَاجُ الْمُؤْمِنِیْن
نماز مومنوں کی معراج ہے

مِعراجُ المؤمنین

جسمیں
نماز، تلاوت، وضو، دعا، ذکر، کلمہ طیبہ، سورۂ فاتحہ، درود شریف
اور اسمائے حسنیٰ وغیرہ کے فضائل اور آداب و اسرار، کلام اللہ، احادیث
نبویؐ اور علمائے ظاہر و باطن کے اقوال کی رو سے بیان کئے گئے ہیں۔

نیز
ہر موضوع سے متعلق تصوف کی نادر و بلند پایہ تصانیف سے اقتباسات
نقل کئے ہیں

◆

باہتمام: محمد حلیم
شعاع ادب ○ لاہور